رجسٹرڈ نمبر اے ۱۱۰۴

نگار

قواعد رسالہ "نگار"

۱۔ رسالہ ہر مہینے کی پندرہ تاریخ سے پہلے شایع ہوتا ہے۔
۲۔ رسالہ نہ پہونچنے کی صورت میں بیس تاریخ تک دفتر کو اطلاع ہونی چاہیئے ورنہ رسالہ مفت نہ روانہ کیا جائیگا
۳۔ خط کتابت کیوقت اپنا نمبر خریداری ضرور لکھیے جسپر نمبر خریداری نہیں ہوتا ایسے خطوط ضایع کر دیئے جاتے ہیں
۴۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔
۵۔ مضامین صاف اور خوشخط آنے چاہییں۔
۶۔ سالانہ قیمت پانچ روپیہ، ششماہی تین روپیہ۔ بیرون ہند سات روپیہ سالانہ پیشگی مقرر ہے۔

نرخنامہ اجرت اشتہارات

تعداد صفحہ	ایک صفحہ	نصف صفحہ	پاؤ صفحہ
بارہ مرتبہ	۱۰۰ روپیہ	۶۰ روپیہ	۴۰ روپیہ
چھ مرتبہ	۶۰ روپیہ	۳۵ روپیہ	۲۵ روپیہ
تین مرتبہ	۳۵ روپیہ	۲۴ روپیہ	۱۴ روپیہ
ایک مرتبہ	۱۲ روپیہ	۹ روپیہ	۶ روپیہ

(۱) اجرت ہر حال میں پیشگی آنا ضروری ہے (۲) جو صاحبان تین ماہ سے زائد اشتہار دیں گے ان کو بیس فیصدی کمیشن دیا جائیگا میعاد اشتہار کے اندر دو مہینے قبل اطلاع دینے پر مضمون بدل سکتا ہے۔

نگار بک ایجنسی لکھنؤ

چوتھائی قیمت پیشگی آنی لازم ہے

مولانا نذیر احمد

- نبات النعش ۹/
- مراۃ العروس ۱۰/
- توبۃ النصوح ۱۲/
- موعظۂ حسنہ عہ/
- رویائے صادقہ عہ/
- ایامیٰ عہ/
- فسانۂ مبتلا عہ/
- ابن الوقت عہ/
- مصائب غدر ۱۲/

مولانا شبلی

- سیرۃ النبی جلد اول
- " دوم
- " سوم
- الفاروق عا/
- سیرۃ النعمان
- الغزالی
- المامون
- سوانح مولانا روم عا/
- سفرنامہ مصر و شام عا/
- علم الکلام عا/
- الکلام عا/
- رسائل شبلی
- مقالات شبلی عہ/
- شعر العجم جلد اول سے/
- " دوم عا/
- " سوم عا/
- " چہارم سے/
- " پنجم عا/
- موازنہ انیس و دبیر سے/
- مضامین عالمگیر ۸/
- آغاز اسلام ۸/
- کلیات فارسی عا/
- کلام شبلی اردو ۸/

امیر مینائی

- صنم خانۂ عشق عا/
- مراۃ الغیب
- محامد خاتم النبیین ۸/
- ضیائے سخن عہ/
- مکاتیب امیر مینائی عا/

رتن ناتھ سرشار

- سیر کہسار
- خدائی فوجدار عا/
- جام سرشار عا/
- الف لیلہ بطرز ناول ۵/
- کامنی
- سوانح عمر عیار
- پیاری دنیا ۸/
- کایا پلٹ ۸/
- میٹھی چھری ۶/
- طرحدار لونڈی عہ/
- طلسمی فانوس ۱۲/

منشی سجاد حسین مرحوم

- احمق الذی ۸/
- حاجی بغلول ۸/

جوالا پرشاد برق

- مرنالنی ۱۲/
- بار آستین ۱۲/
- بنگالی دلہن ۱۲/
- معشوقۂ فرنگ ۱۲/

بسم اللہ

نگار

فہرست مضامین اکتوبر ۱۹۲۹ء

ملاحظات ــــــ ۲
ہندی اور بابلی علم الاصنام کی مشابہت۔ محمد نعیم الرحمن ایم اے ۹
بازگشت (افسانہ) ــــ مجنوں گورکھپوری ۱۶
تصوف اسلام پر ایک مورخانہ نظر ــ عبدالمالک آروی ۲۷
لکھنؤ کے عہد شباب کی ایک شاعرہ ــــ ۳۵
حکومت برطانیہ کی وسعت کار از ــ عبدالقیوم رسا ۳۹
ازدواج مکرر ــــــ ۴۸
مرقع چغتائی (یعنی) دیوان غالب کا مصور اڈیشن ــــ ۵۳
مومن و کلام مومن ــــ کیفی چریاکوٹی ۶۱
مرد اور عورت ــــ بدر اصلاحی ۷۲
سیاح کی ڈائری ــــــ ۷۶
اظہار تمنا ــــ عزیز احمد ۸۱
باب الاستفسار ــــــ ۸۲
الہام شعر ــــ سید علی اختر اختر ۸۵
مشاہدات ــــ جوش ملیح آبادی ۸۶
شالامار باغ ــــ محمود علی خان محمود ۸۸
یاد محبوب ــــ ثاقب جالندھری ۸۹
غزلیات ــــــ ۹۰
معلومات ــــ قیسی ۹۳
مطبوعات موصولہ ــــــ ۹۶

بسم اللہ

نگار

ایڈیٹر:- نیاز فتحپوری

جلد (۱۶)	اکتوبر ۱۹۲۹ء	شمارہ (۴)

ملاحظات

گذشتہ ماہ کے رسالہ کو کسی نے "سنان و نشتر" سے تعبیر کیا اور کسی نے "تیغ و تفنگ" سے اور جسقدر "جراحت پذیری" کی اہلیت کا تعلق ہے، اس کے اور نام بھی "مراتب تاثر" کے لحاظ سے رکھے جا سکتے ہیں لیکن مجھے اگر مسرت ہے تو صرف اس خیال سے کہ اگر ایک طرف یہ "تپش مذبوحی" جراحت ناکام کا پتہ دے رہی ہے تو دوسری طرف بحمد اللہ "بر بنیاد زکشتگان آواز" کا منظر بھی دل بڑھانے کے لئے موجود ہے۔ اور اگر تماشائیوں کے "آفرین و مرحبا" کو بھی اسی میں شامل کر لیا جائے تو پھر "دیت و خونبہا" کا سوال اُس "عشوہ و تبسم" سے آگے نہیں بڑھتا جسے ظہوری فخر کے ساتھ سرمایۂ تحمید و تقدیس کی صورت میں پیش کرتا ہے

میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی، جب بعض حضرات میری تحریروں سے عصبیت مذہب کو ثابت کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ میری تنقیدیں خواہ وہ مذہب و معاشرت سے متعلق ہوں، یا علم و ادب سے، اس خلوص نیت کا نتیجہ ہوتی ہیں جس کی اگر کوئی دنیاوی تعبیر ہو سکتی ہے تو صرف یہ کہ

شکایتے ست نہ گنجد بدل ز بسیاری

میں اس سے قبل بھی بارہا عرض کرچکا ہوں اور آج پھر اس کا اعادہ کرتا ہوں کہ تشیّع و تسنّن تو خیر نہایت ہی معمولی بات ہے میں نے تو اصطلاحی کفر و اسلام کا پردہ امتیاز بھی نوچکے پھینکدیا ہے اور میں اُس دعوے کے ساتھ نہ جس کے لئے تصدیق کی ضرورت ہوتی ہے نہ تردید کا اندیشہ "بصور سرافیل" اس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ اگر جنت نام ہے صرف سکون روح و طمانینت قلب کا اور اگر یہ جنت ایک اہد شب زندہ دار صرف تقشف ہی سے حاصل کرسکتا ہے تو میں وہ ہوں کہ

فردوس را بدام نگہ می کنم شکار

میں اس چیز سے واقف ہوں، جس کی جستجو دیر و حرم میں کیجارہی ہے، میں اس مقصود کو جانتا ہوں کہ جس کو مساجد و کنائس میں ڈھونڈھا جارہا ہے، اور میں اس حقیقت سے بھی بیخبر نہیں ہوں کہ یہ محراب و منبر پر پیشانیاں رگڑ رگڑ کر نوشتہ تقدیر کو مٹا دینے کی کوشش کرنے والے آجتک یہی نہیں سمجھ سکے کہ وہ کیا چیز ہے جو سجدہائے نیاز کا مسجود ہوسکتی ہے اور وہ کونسا پردہ ہے جس کے اٹھنے کے بعد یہ تمام اعتبارات سطحی یہ جملہ ممیزات قشری محو ہو کر

چشم وا کردن زمین تا آسمان آغوش داشت

بنجاتے ہیں۔ پھر اس سے قبل خدا معلوم کتنی زریں صبحیں، کتنی رنگین شامیں، کتنی خنک راتیں میں نے صرف اس غور و تامل میں صرف کردیں کہ کیا منصور کا انا الحق لکھکر دار و رسن کی منزل سے گزر جانا واقعی شاہد مقصود کے چہرہ سے حجاب کا اٹھا دینا تھا اور کیا میں بھی اگر ایسا دعویٰ کروں تو بیجا ہوگا، لیکن میں ہمیشہ اسی نتیجہ پر پہونچا کہ اول تو وہ منزل جسے

"مرا کردہ اند آشکارا بمن"

کہتے ہیں خود کوئی ایسی بلند منزل نہیں جس کو ہر شخص بادنیٰ تامل نہ پاسکتا ہو چہ جائیکہ اس میں بھی ناصبوری سے کام لیا جائے۔ اس لئے میں بے نیازانہ انداز سے آگے بڑھا اور میں نے اپنی فطری ودیعتوں میں سے ایک نہایت ہی ابتدائی منزل کی ودیعت کو بے نقاب کرنا چاہا لیکن حیرت ہے کہ دنیا اس کے بھی سمجھنے کے لئے تیار نہیں اور جس وقت میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ

"یک مے ز آبگینہ و ساغر بر آدرم"

تو وہ مجھ سے منھ پھیر لیتی ہے، مجھے کافر کہتی ہے دہریہ اور ملحد کے لقب سے یاد کرتی ہے اور اپنے جہل سے میرے علم کو مغلوب کرنا چاہتی ہے، حالانکہ یہاں یہ عالم ہے کہ "گرانی محمل" کا احساس جسقدر قوی ہوتا جاتا ہے، اسی اعتبار سے

ہر پردہ را بولولہ سنجم ہزار بار

اس لئے میں اپنے تمام احباب سے خواہ کسی مذہب و مسلک کے متبع ہوں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میرے شاہد مقصود کے سامنے یہ تمام نسبتیں، یہ جملہ اضافات وہی حقیقت رکھتی ہیں جو "بارہ کتاں" چاند کے سامنے، اور بحمد اللہ میں اس سے بہت بلند ہوں کہ اس "نا استواری تسبیح" کا تماشہ دیکھنے کے لئے ایک لمحہ کے بھی اپنی نگاہ پستی کی طرف مائل کروں۔ —— دنیا اگر اپنی صحرانوردیوں میں خضر کو راہبر بنانا چاہتی ہے تو بنائے اور جبتک بھی چاہے سکندر کی ناکامی کا انتقام اس سے لیتی رہے لیکن مجھے اُس جستجو میں دعوتِ شرکت نہ دے کر۔

سیلاب را بہ بادیہ رہبر گرفتہ ام

اگر ایک طرف یہ عزم استوار ہے کہ تنقید خواہ وہ معاشرت و اخلاق سے متعلق ہو یا مذہب و سیاسیات سے، ہمیشہ بلند نقطۂ نظر سے ہونا چاہیے، تو دوسری طرف میں اپنی فطرت کی اس کمزوری سے بھی واقف ہوں کہ وہ کسی کا دل دکھانا گوارا نہیں کرتی اور اس لئے جب مجھے اس کا علم ہوجاتا ہے کہ میری تحریر یا نگار کے کسی مضمون سے کسی کو صدمہ پہونچ گیا ہے، تو میں بہت ملول ہوجاتا ہوں۔ بنابراں اگر گذشتہ ماہ کے نگار سے کسی خاص شخص یا کسی مخصوص جماعت کو کوئی تکلیف پہونچی ہے تو میں اسکی معذرت میں صرف یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میرا مقصود کبھی تنگ نظری کا اظہار نہیں ہوتا اور اگر کوئی صورت ایسی پیدا ہوجاتی ہے تو صرف اس لئے کہ

مستم چناں کہ گل نشناسم ز نوک خار

اس سلسلہ میں مجھ کو برا کہنے والے دو قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ جو انتقام لینے کے لئے صرف اپنے اہرمن سے چارہ سازی چاہتے ہیں اور گالیوں کی آزار رسانی کے سوا ان کے پاس کوئی آلۂ حرب نہیں ہوتا۔ اور دوسرے وہ جو میری تحریر میں بے حجابی، عریانی، فحاشی وغیرہ کے نقایص نکالکر اپنے پندار میں مجھے ذلیل و خفیف کرنا چاہتے ہیں۔ سو اول الذکر جماعت سے مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ جس طرح انکا اہرمن ان کے ساتھ ہے اسی طرح میرا یزداں میرے ساتھ ہے۔ اور اس لئے مجھے ڈرنے کی ضرورت نہیں، اور موخر الذکر جماعت کے حضور میں اپنے ذوق ادب داں کی طرف سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں عرض کرسکتا کہ

نظارۂ خوبان و مے و نغمہ حرام است

دیدیم و شنیدیم و سمعنا و اطعنا

میرے پاس وہ مطبوعہ اعلان آیا ہے جسے کلکتہ میں قایم ہونے والی "لیگ اگینسٹ ملاازم" نے اپنے مقصد کی تبلیغ کے لئے شایع کیا ہے۔ اس لیگ کے روح رواں اور صدر مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی ہیں اور سید محمد عثمان فاضل نائب صدر۔ اس لیگ کے قیام کا مدعا اُس ذہنیت کی مخالفت ہے جو تنگ نظری، تنگ دلی، تقلید و جمود، تعصب و عدم رواداری کو مذہب کے رنگ میں پیش کرتی ہے۔ اس ذہنیت کا اصطلاحی نام اس انجمن نے ملاازم اور اس ذہنیت والوں کا "ملا" رکھا ہے۔ اس اعلان کے آخری صفحہ میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ انجمن الحاد و دہریت کی حامی نہیں ہے اور نہ ہر عالم دین کی مخالف ہے بلکہ وہ صرف ان نام نہاد مذہبی پیشواؤں کے خلاف ہے جن میں یہ ذہنیت پائی جاتی ہے۔

جس حد تک الفاظ اعلان کا تعلق ہے اس انجمن کے مقاصد نہایت ہی پاکیزہ اور قابل قبول معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن عملی حیثیت سے مجھے اس کے اندر چند در چند کمزوریاں محسوس ہوتی ہیں۔ جس وقت پبلک کے سامنے یہ دعوے پیش کیا جائے گا کہ ملاؤں کی جماعت تنگ نظر ہے متعصب ہے، تقلید کی پابند ہے تو لامحالہ یہ سوال پیدا ہوگا کہ ان کی تنگ نظری، تعصب اور تقلید مذہب کے اندر ہے یا اس سے باہر ظاہر ہے کہ اس سے باہر نہیں ہوسکتی اور ہو تو بھی کون مانتا ہے۔ اس لئے وہ مذہب ہی سے متعلق ہوگی اور جس وقت آپ مذہبی مناظرہ

کریں گے تو ایک غیر متناہی سلسلۂ "قال، اقول" کا پیدا ہو جائے گا اور آخر کار وہ مقصد حاصل نہ ہو گا جسکے لئے یہ لیگ قایم کی گئی ہے

اگر یہ لیگ مذہب کے ساتھ ساتھ ملاؤں کی مخالفت کرنا چاہتی ہے تو کوئی توقع کامیابی کی نہیں ہو سکتی اور نہ مذہب کی موجودہ مراسم کی حمایت کرتے ہوئے ملاؤں کے خلاف کوئی کامیاب پروپیگنڈا ہو سکتا ہے لیکن اگر آپ یہ دعوی کریں کہ جو اسلام اس جماعت نے پیش کیا ہے، وہ ہی شروع سے غلط ہے اور ان میں سے ایک بھی بلا استثنار مذہب اسلام کے صحیح مفہوم کو نہیں سمجھا تو بیشک یہ لیگ کچھ اہمیت اختیار کر سکتی ہے اور اصلاح کی بھی اس سے توقع ہو سکتی ہے۔ یہ بالکل خلاف اصول ہے کہ اس جماعت میں سے بعض کو علحدہ کر دیا جائے اور بعض کو لے لیا جائے، بلکہ ایک سرے سے ان سب کو حرف غلط کی طرح مٹا دینا چاہئے اور لوگوں کو اسلام کی حقیقت ذہن نشین کر کے بتانا چاہئے کہ اسلام نام ہے صرف ترک مذہب کا، نسخ ادیان کا، تفریق قومی کے مٹانے کا اور جامعۂ انسانیت کو ایک مرکز پر جمع کرنے کا، جس کا نام اخلاق اور صرف اخلاق ہے۔ اسلام مسجد و مندر کی تفریق سے بے نیاز ہے، زنار و تسبیح کے امتیاز سے بالاتر ہے، نہ ناقوس و اذان کی تمیز اس کا نصب العین ہے نہ پیکر ماں اور طواف کا فرق اس کا مطمح نظر۔ وہ تمام عالم کو، ساری کائنات کو، جملہ نوع بشری کو ایک رشتہ سے وابستہ کر کے صرف ایک نقطہ پر لانا چاہتا ہے اور وہ اس مساوات کا مبلغ ہے جس سے زیادہ وسیع مساوات دنیا میں کسی ہادی و رہنما کسی نبی و رسول نے اس سے قبل پیش نہیں کی۔

وہ نہ کسی کے نام کو دیکھتا ہے، نہ وضع و صورت کو، نہ وہ نسب کو وجہ امتیاز قرار دیتا ہے نہ حسب کو، نہ دولت اس کے نزدیک کوئی اہمیت رکھتی ہے نہ جاہ و ثروت۔ وہ دیکھتا ہے صرف رواداری کو، جذبۂ ایثار و فدویت کو، اور محض اس اضطراب کو جو بنی نوع انسانی کے ہر فرد میں دوسرے فرد کی اعانت کے لئے پیدا ہونا چاہئے۔

پھر آج اسلام کا صحیح مفہوم بتانے کے لئے سب سے پہلے ضرورت ہے اس عنصر کو محو کر دینے کی جو اسلام کو اصطلاحی لفظ قرار دیکر اس کو اخوت عامہ کے مقصد سے علحدہ کر رہا ہے اور موجودہ ضروریات تمدن و زمانہ کے لحاظ سے تمام ان اصول معاشرت و حیات پر نظر ثانی کرنے کی جو آج اسلام کے چہرہ کو نہایت بدنما صورت میں پیش کر رہے ہیں۔ اگر زمانہ کے ساتھ لوگوں کے امیال و عواطف اور عقول و افکار میں تغیر ہونا ضروری ہے تو پھر یقیناً وہی مذہب حقیقی معنی میں خدائی مذہب کہلائے گا جو عہد و زمانہ کے لحاظ سے تمام عقول و اذہان کی رہبری کر سکے اور اپنے اندر اس تغیر کو روا رکھے جس کے بغیر "اخوت عامہ" کا مقصد عظیم حاصل نہیں ہو سکتا۔

پھر آج اگر منزل تک پہونچنے کا کوئی صحیح راستہ ہو سکتا ہے تو وہ نہ وہ ہے جسے تمام علمار دین زمانہ سے صدیوں پیچھے ہٹ کر متعین کر رہے ہیں اور نہ اس کی وہ تدبیر ہے جو کلکتہ کی اس لیگ نے بتائی ہے۔

اس لئے کہ جس ایثار و قربانی، جس رسوخ و استواری کی ضرورت ہے وہ ہم میں سے سرمد و منصور کی طلبگار ہے سقراط و حسین کی متجسس ہے، اور ان مردان خدا کی منتظر ہے جو ممبر پر نہیں بلکہ دار پر اس راز کا اعلان کرنے کی جرات اپنے اندر رکھتے ہوں

پھر اگر آج بعض نفوس مقدسہ اس قربانی کے لئے آمادہ ہو جائیں خدمت اسلام کے لئے اپنے تمام مصالح ذاتی کو پس پشت ڈالنے کے لئے طیار ہو جائیں، تو بغیر کسی لیگ کے قائم کئے ہوئے حقیقی مقصد حاصل ہو سکتا ہے اور دنیا از خود ان مولویوں، ان ملاؤں، ان عالمان دین، ان پیران طریقت، ان تصوف پیشگان جرم مرتبت کے بتوں کو ٹھکرا دینے کے لئے آمادہ ہو سکتی ہے

مین اس لیگ کے ارباب کار کو بتانا چاہتا ہون کہ مین جس منزل مین ہون وہ ان کے لیگ کے مقاصد سے بہت بلند ہے اور میرے نزدیک اس نوع کی جماعتون یا انجمنون کا قیام ایک طفلانہ نمایش تو ضرور ہے لیکن سنجیدہ و موثر تدابیر سے اس کو کوئی علاقہ نہین ہو سکتا اگر اس لیگ کو کچھ کرنا ہے تو مین مشورہ دونگا کہ

بیفشان دامن و آزادہ برخیز

ورنہ اسے فنا ہوجانا چاہئے کیونکہ جو "بابِ نبرد" نہ ہو اس کو "عشق نبرد پیشہ" کی دعوت پر لبیک کہنے کا کوئی حق حاصل نہین ہے

داس کا حکومت کے طرزِ عمل کے خلاف احتجاجاً فاقہ کی تڑپا تڑپا کر ہلاک کرنے والی صعوبتون کو برداشت کرکے اس دنیا سے گزرجانا، گو بظاہر نہایت معمولی بات معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ تاریخ کے اوراق الٹ کر دیکھین گے تو معلوم ہوگا کہ زمانہ ایسے "مردانِ خدا" چند سے زیادہ نہین پیدا کر سکا

اس وقت یقیناً یہ سوال ہے صرف ایک شخص، ایک معمولی انسان کے جان دیدینے کا، لیکن عاقبت بین نگاہین دیکھ سکتی ہین کہ یہ موت، احیاء ہے ایک قوم کا، نجات ہے ایک ملک کی

داس نہین مرا، بلکہ زندگی کا راز ہم کو بتا گیا، اس کے جنازہ پر پھول نہین برسائے گئے، بلکہ آزادی کے دیوی لئے تخت و تاج کو آراستہ کیا گیا اور اگر فطرت نے اپنے اصول نہین بدلے ہین تو ہم کہہ سکتے ہین کہ داس نے انتظار کی مدت کو بقدر نصف صدی کم کر دیا ہے اور وہ وقت دور نہین جب ارتھی پر سوگ کے پھول چڑھانے والے ہات، "ملکۂ حریت" کے جلوس مین مسرت کی گلباریان کرتے ہوے نظر آئین گے

موت نام ہے دنیا سے محو ہو جانے کا۔ پھر کون ہے جو داس کو مردہ کہہ سکتا ہے۔ الا ان اولیاء اللہ لا یموتون۔ یقیناً داس اللہ کے اولیا مین سے ایک ولی تھا اور اگر مسلمان مجھے اس اظہار خیال پر اسلام سے خارج کرنا چاہین تو کردین، مجھے پروا نہین

منت کش چشمم کہ حقیقت نگر آمد

اور اگر وہ ولایت خداوندی کو صرف اپنے ہی لئے مخصوص جانتے ہین تو کم از کم مجھے یقین نہ دلائین کہ میرے اوپر تو اس کے خیال سے بھی موت کا سا جمود طاری ہونے لگتا ہے اور نہ اپنی قربانیون کا ذکر کرین کہ

دارد تفاوت آب شدن تا گریستن

یہ بڑی حد تک صحیح ہے کہ ہندوستان کا سیاسی تگ و دو مین اس وقت تک کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکتا ہندو مسلم تفریق کی وجہ سے ہے اور یہ بھی غلط نہین کہ اس تفریق کے قیام مین ہندوؤن کی تنگ نظری اور عصبیت بہت معاون ہو رہی ہے لیکن کیا مسلمان اس باب مین بالکل معصوم ہین کیا وہ ہندوستان کی مسئلۂ آزادی کو واقعی بہت اہم سمجھتے ہین اور کیا وہ اپنی پوری توجہ اس طرف

صرف کر رہے ہین؟ ممکن ہے بعض نفوس اس دعوی کر سکین، لیکن عام طور پر مسلمانون کی ذہنیت اسدرجہ انتشار و پراگندگی رکھتی ہے کہ اس وقت تک یہی نہین معلوم ہوسکا کہ انکا مقصود کیا ہے۔ کبھی وہ مسئلۂ تبلیغ کی کامیابی کو اپنے مرض کا علاج سمجھکر اس طرف متوجہ ہو جاتے ہین، کبھی "خدمت کعبہ" کو وہ اساس تہذیب و اخلاق جانکر اپنے آپ کو "خدام کعبہ" کہنے اور کہلوانے پر اصرار کرتے ہین کبھی "زوال خلافت" پر مجلس عزا مرتب کرکے اس کا نام "خلافت کمیٹی" رکھتے ہین اور اب خیر سے فلسطین کے معاملہ نے ایک اور نئی چیز "فلسطین کمیٹی" کی بنیاد کا مواد فراہم کر دیا ہے۔ گویا ہندوستان کے مسلمان ساری دنیا کے ذمہ دار ہین اور جب تک یہ ہندوستان مین بیٹھکر کوئی رزولیوشن پاس نہ کر دینگے اس وقت تک عالم اسلامی کی کوئی مشکل حل ہو ہی نہین سکتی۔ لیکن اس "خاک بسر" قوم سے کوئی پوچھے کہ۔ اس وقت تک ان تمام مذہبی، سیاسی اور اخلاقی انجمنون نے کیا کارہائے نمایان انجام دئے اور ان تحریکات مین حصہ لینے کے بعد دوسرون کو کیا فایدہ پہونچایا اور خود کیا فایدہ حاصل کیا۔ خلافت ختم ہونے کے بعد خلافت کمیٹی قایم ہوئی اور دولت بے اندازہ ہندوستان کے غریب مسلمانون سے جمع کی گئی، لیکن کیا حکومت حجاز نے ارض مقدسہ سے یہود و نصاری کے اثرات محو کرنے مین کوئی مدد ان کی، کیا وہ اس سلسلہ مین اپنی کسی حقیر سے حقیر آرزو کو بھی پورا دیکھنے مین کامیاب ہوسکے۔ اسی طرح خدام کعبہ کی حیثیت سے وہ مسئول ہوسکتے ہین کہ اس باب مین ان کے خدمات کیا ہین۔ کیا حاجیون کی جماعت کو بمبئی مین ٹکٹ خرید کرکے لا دینا، مسافرخانون مین لاکر ان کو ٹھہرا دینا اور جہاز پر سوار کرا دینا اتنا بڑا کام ہے کہ اس سے زیادہ کوئی اور ذریعۂ نجات ہو ہی نہین ہوسکتا۔ جمعیۃ العلماء اور ان کی تبلیغ کا ذکر فضول ہے کیونکہ اب اس جماعت اور اس کے اس مقصد کی لغویت روز روشن کی طرح عیان ہے

اب اس ذہنیت کے ماتحت فلسطین کے مسئلہ مین ہنگامۂ گدایانہ برپا کیا جارہا ہے، اور کیا عجب ہے کہ اس کے لئے بھی کوئی فہرست فراہمی چندہ کی کھولدیجائے۔ لیکن اس کا نتیجہ بھی جو کچھ ہونے والا ہے، کسی سے مخفی نہین۔ یہان کے مسلمان یہ نہین سمجھتے کہ جب تک وہ خود اپنی ملکی و مقامی حیثیت کو مستحکم و بلند نہ کرینگے اُن کے "طنین پشہ" کو کون سنیگا اور اُن کے شور و شغب سے دنیا کے یہ اصول کیونکر بدل سکتے ہین کہ پہاڑ سے سر ٹکرانا خود اپنے سر کو مجروح کرنا ہے۔ اگر مسلمان چاہتے ہین کہ واقعی ان کی آواز کو کوئی اہمیت دیجائے تو انکا فرض یہ ہونا چاہئے کہ پہلے اندرونی ملکی سیاسیات مین اپنے اندر ایک جماعت صالح کی سی اہمیت پیدا کرین اور جب خود اپنے گھر کو محفوظ کرلین تو دوسرون کے گھرون کی آگ بجھانے کی کوشش کرین۔ کیا ہندوستان کے مسلمانون کے باب مین، ترکی، ایران، افغانستان، مصر، فلسطین، حجاز کسی جگہ سے کوئی آواز بلند کیجاتی ہے، کیا کبھی سنا گیا ہے کہ وہان کی کسی انجمن نے کوئی تجویز اپنی حکومت کے ذریعہ سے حکومت برطانیہ کے پاس بھیجی ہو، پھر جب اس وقت حالت یہ ہے کہ ہر قوم و جماعت اپنے ہی تحفظ کی منزل سے نہین گزری، تو ہندوستان کے مسلمانون کی یہ "انجمن آرائیان" اور "رزولیوشن فرمائیان" کیا اہمیت رکھ سکتی ہین

مین دیکھتا ہون کہ مسلمانون کی ایک جماعت اور غالباً بڑی جماعت سارداابل کی منظوری سے چین بہ جبین نظر آتی ہے یہانتک کہ اسمبلی کے بعض مسلمان ممبر احتجاجاً ہال سے اُٹھکر باہر چلے گئے۔ ہم نے مانا کہ صغر سنی کی شادیان ہندوؤن مین زیادہ ہوتی ہین اور

یہ قانون انھون نے اپنے ہی معاشرت کی اصلاح کے لئے نافذ کرایا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ جب اصولاً مسلمان بھی اس کے مفاد کے منکر نہیں ہین تو وہ کیون مخالفت کرتے ہین۔ رہا شریعت اسلامی کا سوال، سو مین پوچھتا ہون کہ کیا ہندوستان مین زنا کے جرم مین کسی کو سنگسار کیا جاتا ہے، کیا سرقہ کے ارتکاب پر کسی کے ہات قطع کئے جاتے ہین، کیا تہمت پر یہان حد قذف جاری ہوتی ہے، کیا شراب خواری پر دُرے لگائے جاتے ہین، پھر جب مسلمان ان تمام تعزیرات کو جو شریعت اسلامی کے خلاف ہین گوارا کئے ہوئے ہین تو کوئی وجہ نہین کہ وہ سارڈا بل پر چراغ پا ہون علی الخصوص اُس وقت جبکہ مسلمانون مین بھی ہندؤن کے ساتھ میل جول رکھنے کی وجہ سے صغرسنی کی شادی کا رواج کچھ کم نہین ہے

صغرسنی کی شادی کو روکنے والا قانون باوجود اس کے کہ مسلمانون کی ایک جماعت نے مخالفت کی، منظور ہو گیا اور ۱۹۳۰ء سے اس کا نفاذ بھی ہو جائے گا، جہانتک عورتون کی صحت کا تعلق ہے یہ قانون بہت مفید ہے اور معاشری حالت کی درستی مین بھی اس سے کام لیا جا سکتا ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک قانون اس سے بہت زیادہ اہم تھا جس کی طرف کسی نے توجہ نہین کی اور جس کا نفاذ بقاءِ عقل و حواس اور تحفظ انسانیت و اخلاق کے لئے ازبس ضروری ہے

اس وقت تمام اکناف ہند مین ایک کثیر جماعت ان لوگون کی دیکھی جاتی ہے جو اپنے آپ کو عالم دین کہتے ہین، صوفی راہ طریقت بتاتے ہین، مجالس وعظ مین سخت تباہ کن اور دشمن عقل و انصاف روایات بیان کرتے ہین صرف اس لئے کہ روپیہ کمائین، جاہلون اور احمقون کو اپنے کاذب کشف و مراقبہ سے دھوکا دیکر اپنا گرویدہ بناتے ہین تاکہ زندگی کے تمام نعایم و لذائذ اپنے لئے مخصوص کر لین در انحالیکہ انھون نے کوئی محنت نہین کی، کسی جفاکشی اور عرقریزی سے کام نہین لیا

اگر قانون تعزیرات ہند دغا مین ان کو گرفتار نہین کر سکتا، اگر ضابطہ فوجداری آوارہ گردی کے سلسلہ مین ان کو نیک چلنی کا پابند کا نہین بنا سکتا، اگر امتناع گداگری کا قانون اُن پر نافذ نہین ہو سکتا، تو کوئی وجہ نہین کہ ان کی تباہکاریون سے بچانے کے لئے، ایک علحدہ قانون نہ مرتب کیا جائے اور ان معزز گداگرون، ان پڑھے لکھے بھکاریون کو جو "یسئلون الناس الحافا" کی ایک مخفی مگر نہایت ہی سخت لعنت مین مبتلا ہین وعظ بیشگی اور پیری مُریدی سے نہ باز رکھا جائے۔ نہ ان کے پاس کوئی جائداد ہے نہ ریاست نہ یہ کہین ملازمت کرتے ہین، نہ تجارت لیکن دولت ہے کہ ان کے قدمون پر نثار کیجا رہی ہے، اور عیش و نشاط کی دیوی ہے کہ ہر وقت ان کے پہلو سے وابستہ نظر آتی ہے۔ مین نہین سمجھ سکتا کہ غریب اہل ہند کی وہ کمائی جو پسینہ مین ڈوب کر حاصل ہوتی ہے، کیون بلا کسی محنت و استحقاق مُزد کے ان مولویون، پیرون، سیدون پنڈتون، جوتشیون اور برہمنون کو دیدیجائے جو ایک متعدی مرض کے جراثیم کی طرح صرف وبا اور ہلاکت پھیلانے کے لئے رونما ہوئے ہین

کیا اسمبلی کے کسی ہندو یا مسلمان ممبر مین یہ جرأت ہے کہ وہ اس مسئلہ کو پیش کر کے تکمیل کی حد تک پہونچائے؟

نیاز

ہندی اور بابلی علم الاصنام کی مشابہت

(بہ سلسلہ ماسبق)

۷۔ بھیم

گلگمیش اور ایع بانی قدیم بابل کے دو بڑے بڑے ہیرو تھے۔ اہل بابل کی متھیا میں ان دونون کا اور خصوصاً گلگمیش کا وُہی رتبہ تھا جو یونان مین ہرقل کا اور ہمارے ملک مین بھیم کا تھا۔ بابل کے یہ دونون ہیرو ایک دوسرے کے بہت گہرے دوست تھے۔ ایک ہفتخوان کو طے کرنے کے دوران مین ایع بانی کو موت کے دیوتا نے گرفتار کر کے زمین کے نیچے کے طبقہ مین مُردون کی سرزمین کو روانہ کر دیا (یعنی ایع بانی مر گیا) اور گلگمیش بھی بیماری مین مبتلا ہو گیا، تو مؤخر الذکر نے تہیہ کیا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے جدِ بزرگ پیر نپشتیم سے (جو زمین کے نیچے کی دنیا مین سمندر مین رہتا تھا) مل کر مدد لیگا اور اپنی اس پریشانی کو دور کریگا۔ چنانچہ وہ اس ارادہ سے نکلا، اور بڑے بڑے سر بفلک پہاڑون اور اُن کی دشوار گزار گھاٹیون سے گزرتا، قدم قدم پر خونخوار شیرون سے لڑتا اور انھین قتل کرتا ہوا مشی پہاڑ کی ایک تنگ و تاریک سرنگ پر پہنچا جس کے دروازہ پر ایک بڑے سے بچھو کی شکل کے دیو اور اُس کی دیونی سے سابقہ ہوا۔ گلگمیش اُنھین دیکھتے ہی غش کھا کے گر پڑا۔ مگر چونکہ وہ جانتے تھے کہ گلگمیش دیوتا کا بچہ ہے اور دیوتاؤن کا سا جسم رکھتا ہے، اس لئے اُنھون نے اُسے کچھ ایذا نہین دی۔ ہوش مین آیا تو دیو نے اس کے سفر کا مقصد دریافت کیا، اور معلوم کرنے پر اُسے بڑے پیار سے اور تمام دشواریون سے آگاہ کر کے اُن پر قابو پانے اور زندہ سلامت منزل مقصود تک پہنچ جانے کا طریقہ بتایا۔ چنانچہ گلگمیش ان ہدایتون پر عمل کرتا اور طرح طرح کی دشواریون، خصوصاً "موت کے سمندر" کی آفتون سے بچتا ہوا آخر پیر نپشتیم کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پیر کو جوان اور مضبوط چاق چوبند دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ اس سے نہ رہا گیا اور پیر سے سوال کیا کہ "آپ باوجود اتنے سن رسیدہ ہونے کے اب تک کیونکر ایسے مضبوط اور جوان ہین؟" اس سوال کے جواب مین پیر نے اُسے طوفان کا قصہ سنایا (جو ادہر بیان ہو چکا ہے)۔ اس کے بعد گلگمیش نے اپنی ساری رام کہانی سنائی کہ کس طرح ایع بانی جیسے ہمدم و ہمراز کا ساتھ چھوٹا اور وہ خود کیسی کیسی بیماریون مین مبتلا رہا اور کیا کیا آفتین جھیل کر وہ وہان تک پہنچا۔ چونکہ بہت تھک چکا تھا، سو گیا۔ پیر کی بیوی کو اُس پر بڑا ترس آیا، اور اُس نے اپنے شوہر سے کہا کہ "اس لڑکے کو اپنے ہاتھ سے چھو دیجئے تاکہ اس کی سب بیماریان دُور ہو جائین اور اسے جادو کا کھانا کھلا دیجئے تاکہ وہ پھر صحت اور سلامتی کے ساتھ اپنے گھر واپس پہنچ جائے،" چنانچہ ابھی گلگمیش سو ہی رہا تھا کہ پیر نے اُسے چھُوا، اور پیر کی بیوی نے جادو سے تیار کی ہوئی غذا بھی اُسی حالت مین کھلا دی۔ گلگمیش جاگا تو اپنے اندر ایک نئی طاقت نئی روح محسوس کرتا تھا لیکن بوڑھے پیر کو اس پر بھی صبر نہ ہوا اور اُس نے گلگمیش کو "آب حیات" کے چشمے پر غسل کرنے کو بھیج دیا۔ اس غسل سے اُس کے جسم کی تمام بیماریان دور ہو گئین اور وہ پہلے سے بھی زیادہ تندرست اور توانا ہو گیا۔

مہابھارت (بان پرب) مین بھیم کے متعلق بھی اسی قسم کی روایت درج ہے۔ بھیم نے بھی گلگمیش کی طرح کُبیر کے چشمے کی تلاش مین

جہان اُسے معلوم ہوا تھا کہ ایسے ایسے سُندر کنول پھول ہوتے ہین کہ دھرتی والون نے کبھی سُپنے مین بھی نہ دیکھے ہون اور اُن کو دیکھنے اور چھونے سے ساری تھکن دُور ہو کر نیا زور اور بل پیدا ہو جاتا ہے۔ دیو لوک تک پہنچنے کے لئے اُتر پورب کی طرف سفر کیا جس طرح گلگمیش کو پیر نپشتیم نے طوفان کا قصہ سنایا تھا اُسی طرح بھیم کو ہنومان جی مل گئے تھے اور اُنھون نے اُسے دنیا کی عمر کا حال بتایا تھا اور طوفان کی کہانی سنائی تھی جس نے اُس وقت سے پہلے کی سب نسلون کا ستیاناس کر دیا تھا۔ بھیم بھی گبھیر تال پر پہنچ کر دیوون سے لڑا تھا، اور گلگمیش کی طرح اُسے بھی گبھیر مین نہانے اور اُس کے امرت کے پینے سے ایک نیا بل نیا زور مل گیا تھا اور اُس کے جسم کے سارے گھاؤ اچھے ہو گئے تھے

بابلی متھیا مین گلگمیش کے سرنگ کو پار کرنے کی جو کہانی ہے (جس کا اوپر مختصر سا ذکر ہوا ہے) وہ ہندی متھیا کی اس کہانی سے بہت مشابہ ہے جس مین لنکا کا راجا راون سیتا جی کو اُٹھا کرلے گیا تھا اور ہنومان جی سیتا جی کی تلاش مین ایک بڑے ملبے سے غار کو پار کر کے ایک جوگن کے محل پر پہنچے تھے۔ ہنومان جی نے سری رام چندر جی سے کہا تھا کہ "مہاراج" مین نے راجا جنک کی بیٹی کو دیکھا ہے۔ جب ہم دکھن کے پہاڑون غارون اور جنگلون مین گھومتے گھومتے تھک گئے تو ہمین ایک بڑا سا غار دکھائی دیا۔ ہم اُس غار مین گھس گئے۔ اندر پہنچ کے معلوم ہوا کہ غار بہت گہرا ہے۔ چارون طرف گھپ اندھیرا تھا۔ ہر طرف بڑے بڑے درخت تھے، اور زمین پر بھانت بھانت کے بھیانک کیڑے مکوڑے رینگتے پھرتے تھے۔ بڑی بڑی آفتون کا سامنا کر کے ہم نے اُس غار کو پار کیا، دور تک نکل جانے کے بعد ہمین سورج کی روشنی دکھائی دی اور ایک بڑی سی گڑھی نظر پڑی۔ یہ مایا دیوی کی گڑھی تھی۔ اُس مین پربھاوتی نام ایک جوگن اپنی تپسیا مین مشغول تھی۔ اُس نے ہمین طرح طرح کھانے پینے کی چیزین دین۔ جب ہم کھا پی چکے اور تازہ دم ہو گئے تو جوگن کے بتائے ہوئے راستے پر چل کھڑے ہوئے۔ جب ہم اُس غار سے نکلے تو ہمین ایک سمندر نظر آیا جس کے کنارے پر تین پہاڑ تھے۔ ہم نے اُن مین سے ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر دیکھا تو سامنے ایک بہت بڑا سا سمندر دکھائی دیا۔ تب تو ہم لوگ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے اور ہمین کسی طرح کی امید نہین رہ گئی کہ اب ہم اپنے گھر واپس پہنچ سکینگے..... وغیرہ وغیرہ۔ اُسی جگہ ہنومان جی اور اُن کے ساتھیون کو ایک بڑا سا عقاب ملا، جس نے انھین بتایا کہ ہو نہ ہو سیتا جی کو راون ہی لے گیا ہوگا۔ مگر ان مین اس سمندر کو پار کرنے کی ہمت نہ تھی۔ آخر ہنومان جی نے ایک تدبیر سوچی، اور کسی طرح ہوا کے دیوتا وائی کی مدد سے سمندر کے اوپر سے اُڑتے اور راستے مین سب بھوت پریت اور دیووی کو مارتے ہوئے لنکا پہنچے اور سیتا جی کا پتہ لگا لیا

اب اس کے مقابلے مین گلگمیش اس سرنگ کے بچھو نما چوکیدار اور اُس کی بیوی کی ہدایت پر آگے بڑھا تو اُسے معلوم ہوا کہ وہ پہاڑی سرنگ بارہ میل لمبی تھی اور ہر طرف سوا گھپ اندھیرے کے اور کچھ نہ تھا۔ مگر گلگمیش نے کمر ہمت چست کی اور اُس سرنگ کو کسی نہ کسی طرح پار کرنے کی ٹھان لی۔ وہ آگے بڑھا اور اُس اندھیرے غار مین گھس گیا۔ پورے چوبیس گھنٹے تک طرح طرح کی مصیبتین جھیلنے کے بعد اُسے کچھ روشنی دکھائی دی جسے دیکھتے ہی وہ بے تحاشا بھاگا اور اس سرنگ مین سے نکل گیا۔ اور پھر دن کی روشنی مین پہنچ گیا۔ وہان پہنچ کر اُسے ایک خوشنما اور دلکشا باغ نظر آیا جس کے بیچون بیچ ایک بہت ہی خوبصورت اور بابرکت درخت لگا ہوا تھا۔ اُس کی شاخین طرح طرح کے بیش بہا پتھرون کے گچھون سے لدی ہوئی تھین اور پتے جواہرات کے تھے۔ گلگمیش یہ نظارہ دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ کچھ دیر اسی طرح حیرت سے اُسے دیکھتا رہا، آگے بڑھا تو اُسی قسم کے اور بہت سے درخت اُسے نظر آئے۔ مگر وہ ان سب کو پیچھے چھوڑتا ہوا آگے بڑھا، اور چلتے

چلتے ایک سمندر کے کنارے پر پہنچا یہ "موت کا سمندر" تھا جس ملک مین وہ سمندر تھا جب اُس کی رانی نے اُسے آتے ہوئے دیکھا تو وہ جلدی سے اپنے محل مین گھس گئی اور دروازہ بند کرلیا۔ گلگمیش نے بڑی خوشامدون اور دھمکیون سے دروازہ کھلوایا اور رانی سے آگے کا راستہ دریافت کیا۔ رانی نے کہا کہ "اس بھیانک سمندر کو آج تک کوئی پار نہین کر سکا۔ تم مین اتنی طاقت کہان سے آئی کہ تم موت کی موجون کا مقابلہ کرسکو!" لیکن بہادر سیاح اس پر بھی مایوس نہین ہوا، اور آخر کار رانی کو بتانا ہی پڑا کہ اُرد اُرِیع نامی ملاح کی مدد سے اُس سمندر کو پار کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس نے ارد کو بلایا اور اُسے اپنے ہمراہ کشتی مین بٹھا کے لے چلا۔ یہان پھر اُسے سخت سے سخت آفتین جھیلنی پڑین۔ لیکن وہ اپنے ارادے مین کامیاب ہوا اور پیر پنشتیم سے ملاقات ہوگئی! پیر نے اُسے طوفان کا قصہ سنایا (جو اوپر بیان ہو چکا ہے)...... وغیرہ وغیرہ

۸۔ گرُڑ

گرُڑ ہندی متھیا مین نہ صرف پرندون کا بادشاہ اور وشنوجی کی سواری ہے، بلکہ اُسے ایک دیوتا کا رتبہ بھی حاصل ہے۔ گرُڑ کی مان کو سانپ (جو گرُڑ کے سخت دشمن تھے) اُٹھا کے لے گئے تھے اور اُس بیچاری کو اپنی باندی بنا کر طرح طرح کی ایذائین دیتے تھے۔ گرُڑ نے ہزار جتن کئے، مگر اپنی مان کو ان ظالمون کے پنجے سے نہ چھڑا سکا۔ آخر اُس نے یہ تدبیر نکالی کہ دیوتاؤن کا امرت (آب حیات جس سے دیوتاؤن کو دوامی زندگی حاصل تھی) چُرا کرلے گیا اور سانپون کی نذر کیا۔ تب کہین جا کے اُس کی مان کو خلاصی نصیب ہوئی۔ جب اندر دیوتا کو معلوم ہوا کہ امرت چوری گیا، تو اُس نے گرج گرج کر گرُڑ پر بجلیان برسانی شروع کین۔ مگر ایک بھی کارگر نہ ہوئی۔ صرف اتنا ہوا کہ گرُڑ کا ایک پر زخمی ہو کر گر گیا، اور بس۔ آخر لاکھ دشواریون کے بعد اندر کو وہ "چاند کا پیالہ" ہاتھ لگا جس مین امرت رکھا رہتا تھا، اور وہ اسی کو لے کر دیولوک کو واپس چلا گیا امرت نہ ملا نہ سہی، غنیمت ہوا کہ پیالہ ہی ہاتھ آگیا!

قریب قریب یہی حال بابل کی متھیا مین زُو پرندے کا ہے، جو آجکل گھوڑا (سپت مکھ اشو) اور بیل (برشب ثور) کے نام سے موسوم ہے۔ وہ لوگ اُسے "بدکار" اور "بدی کا سر اُٹھانے والا" کہتے تھے۔ ایک مرتبہ اُس کے جی مین آئی کہ کسی طرح دیوتاؤن پر حکومت کرنا اور اُن پر زور چلانا چاہئے۔ اس غرض سے اُس نے خداؤن کے خدا (مہادیو؟) بَیل کے گھر مین سے "لوحِ تقدیر" کو (جس کے ذریعہ وہ سب دنیا دارون کی قسمتون اور تقدیرون کو اپنے دست قدرت مین رکھتا تھا) چُرا کرلے بھاگا، اور سیدھا عرب پہنچ کر ایک پہاڑ کی چوٹی پر دم لیا۔ اَنُو دیوتا نے گرجنے والے دیوتا رَمَّن (ہندی اندر) سے درخواست کی کہ وہ زُو پر حملہ کرکے اُسے تباہ کردے۔ لیکن رمن ڈر کے جھجک گیا اور حملہ نہ کرسکا۔ اسی طرح اور سب دیوتا بھی کانون پر ہاتھ دھر کے الگ ہوگئے اور کسی کی اتنی ہمت نہ ہوئی کہ زُو پر حملہ کرکے "لوح تقدیر" اُس سے چھین لینا۔ آخر جب کسی سے کچھ نہ ہوسکا تو چاند کا دیوتا عرب جا کر زُو سے لوح کو چھین لانے کے ارادہ سے روانہ ہوا..... (افسوس کہ قدیم روایات سے یہ پتہ نہین چلتا کہ اس کے بعد چاند دیوتا اور زو کا کیا حشر ہوا)

بابل کی متھیا مین دو بڑے بیر (بلکہ انھین مہابیر اور راج بیر کہنا زیادہ مناسب ہوگا) گلگمیش اور ایتَنا تھے ان دونون کے

بارے مین کہا جاتا ہے کہ بادشاہ تھے، اور دونون نیچے والی دُنیا (پاتال؟) کے سفر کو گئے تھے۔ ایتن وہان سے "پیدائش کا پودا" لانے کے لئے گیا تھا اور گلگمیش "زندگی کا پودا" لانے کی نیت سے۔ ایتن نے ایک بڑے سے دیوتما عقاب سے مدد لی، جو ہمارے ہندی گرڑ کی طرح سانپون کا دشمن تھا۔ اور جس طرح ہندوستان مین وشنوجی مہاراج گرڑ کی پیٹھ پر سوار ہوتے تھے اُسی طرح ایتن بھی اس بابلی عقاب پر سوار ہو کر گیا تھا۔ ایک اور موقع پر جب ایتن نے سب سے اوپر کے آسمان (عرش!) کا سفر کرنا چاہا تھا، تب بھی اُس نے اسی عقاب سے مدد مانگی تھی۔ اس استمداد پر عقاب نے کہا کہ "ہان دوست، مین بڑی خوشی سے تمھین سب سے اوپر کے آسمان تک لے چلونگا۔ اپنے سینے کو میرے سینے پر اور اپنے بازوؤن کو میرے پرون پر رکھ دو اور اپنے جسم کو میرے جسم سے ملا کر بالکل ایک کر دو، اور چلے چلو!" چنانچہ ایتن نے ایسا ہی کیا، اور عقاب اُسے اپنے شہپرون پر اس طرح چسپان کئے ہوئے اوپر کو اڑا، دو گھنٹے تک اُڑتے رہنے کے بعد عقاب نے ایتن سے کہا کہ "ذرا نیچے دیکھو" ایتن نے دیکھا کہ سمندر زمین کو چارون طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ عقاب اور بلند ہوا، اور دو گھنٹے کے بعد اُس نے ایتن سے پھر کہا کہ نیچے دیکھو، اب کے اُس مہابیر نے دیکھا کہ سمندر زمین کو بالکل ایک پٹی کی طرح گھیرے ہوئے ہے۔ عقاب اور اونچا اڑا، اور پھر دو گھنٹے کے بعد ایتن نے دیکھا کہ سارا سمندر ایک چھوٹے سے تالاب کے برابر رہ گیا ہے۔ اتنی دیر (چھ گھنٹے) مین وہ دونون انُ، بُعل اور ایع کے آسمان پر پہنچ گئے، جہان ایتن کو آرام اور سایہ کی جگہ مل گئی۔ کچھ سستانے کے بعد عقاب پھر ایتن کو لے کر اڑا، اور سیدہا آسمان کی ملکہ (اور سب سے بڑی دیوی) اِشتر کے آسمان کی طرف چلا۔ اس اثنا مین اُس نے پھر دو دو گھنٹے کے بعد ایتن سے نیچے دیکھنے کو کہا اور ایتن برابر دیکھتا رہا کہ زمین کس طرح جلدی جلدی سکڑ رہی ہے! اس کے بعد کچھ حادثہ پیش آیا، اور عقاب بجائے اُونچا ہونے کے نیچے کو گرنے لگا[1]۔ اور گرتے گرتے دھڑام سے زمین پر آ رہا۔ عقاب کے تو پرخچے اڑ گئے، لیکن ایتن (غالبًا) زندہ سلامت بچ گیا

ہمارے گرڑ کے ساتھ ایسا حادثہ تو نہین ہوا، لیکن دو واقعات اُس سے منسوب کئے جاتے ہین۔ (۱) ایک دفعہ وشنوجی مہاراج اُس پر سوار چلے جا رہے تھے۔ راستے مین ایک جگہ انھون نے اپنے داہنے بازو سے (جو تمام کائنات سے زیادہ وزنی تھا!) اُسے دبایا تو اس بوجھ سے اُس کے کچھ پر جھڑ گئے۔ (۲) رامائن شریف مین گرڑ کے دو بیٹون کا ذکر آتا ہے۔ اُن مین سے ایک کو راون نے زخمی کر کے مار ڈالا تھا، اور دوسرا سری رام چندرجی مہاراج کو زخمی بلکہ نیم مردہ حالت مین پڑا ہوا ملا تھا۔ اُس نے آنجناب سے بیان کیا تھا کہ "ایک دفعہ ہم دونون بھائی ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی شرط بد کے سورج کی طرف اُڑے۔ سورج کے قریب پہنچ کر میرے تو پر جل گئے[2]۔ مگر میرے بھائی کے پر بچ گئے۔ مین یہان اس پہاڑ پر گر پڑا، اور اب تک ان برے حالون مین یہان پڑا ہون!"

اس ضمن مین اسی نوع کی دو اور دلچسپ روایتین بیان کرنا بیجا نہ ہوگا جو عرب کے (مسلم!) باشندون مین عام طور پر رائج تھین (اور غالبًا اب بھی ہین)۔ ایک تو بابل کے بادشاہ نمرود کے متعلق ہے کہ جب حضرت ابراہیم نے اُسے ایک خدا کی عبادت کرنے کی دعوت دی تو اُس نے ایک بہت بلند مینار بنوایا تاکہ اُس پر چڑھ کر "ابراہیم کے خدا" کو دیکھ سکے۔ لیکن جب خدا کی قدرت سے یہ مینار بننے کے بعد گر گیا، تو وہ ایک صندوق مین بیٹھ کر اڑا جسے چار بڑے بڑے دیو صفت پرندے اڑا کر لے گئے۔ دور کی بلندی تک پہنچنے کے بعد

---

[1] اگر یک سرموی برتر پرم..... [2] فروغ تجلی بسوزد پرم!

وہ اس زور سے ایک پہاڑ پر گرا کہ پہاڑ بھی ہل گیا! ــــــ دوسری روایت سکندر ذوالقرنین کی ہے کہ اُس نے "ملک ظلمات" مین عقاب سے بھی زیادہ بڑے بڑے پرندے پال رکھے تھے۔ ایک مرتبہ اُس نے اپنے چار سپاہیون کو حکم دیا کہ ان پرندون پر بیٹھ کر اڑین اور آسمان کی خبر لائین۔ چنانچہ وہ اڑے اور اوپر سے "زندہ لوگون کے ملک" کی خبرین لائے۔ اسی طرح سکندر کے متعلق حبشی روایتون مین ایک روایت یہ بھی ہے کہ اُسے زمین کی لمبائی چوڑائی کا پورا حال معلوم تھا، اور اس علم کے حاصل کرنے کی تدبیر اُس نے یہ نکالی تھی کہ اُس نے اپنے آپ کو بہت ہی چھوٹا سا بنا لیا اور ایک عقاب کی پیٹھ پر سوار ہو کر اڑا اور آسمانون کی سب سے اونچی بلندیون تک پہنچ کر وہان کے سب حالات کی تحقیق کر کے واپس آگیا!

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، گرڑ وشنوجی کی برق پا سواری تھی۔ وشنوجی کی اس سواری کے عالم کی جو مورتیان ہین اُن مین وشنوجی کے ہاتھ مین ایک چکر نظر آتا ہے جو ایک آتشین چکر ہے اور ہر وقت بڑی تیزی سے گھومتا رہتا ہے۔ مہابھارت (آدی پرب) مین لکھا ہے کہ وشنوجی مہاراج نے گرڑ کو اپنی رتھ پر جھنڈے کی چوب پر بٹھا لیا اور فرمایا "اب تم اسی طرح میرے اوپر بیٹھے رہا کرو گے" یہی حال بابل کے دیوتا شمش (سورج دیوتا)، مہادیوی اشتر اور چند اور دیوتاؤن کا بھی ہے۔ اُن کے ہاتھون مین بھی چکر ہوتے ہین، جو حیات جاوید کا نشان ہوتے ہین۔ خاص کر شمس دیوتا کی مورتی اس طرح بنائی جاتی تھی کہ وہ ستون دار محل مین اپنے تخت پر بیٹھا ہے اور اُس کے سامنے سورج کا چکر ہے۔ اس چکر (یا پہئے) کے آرے لہردار ہوتے تھے اور ہر لہر یا تین تین خطون سے بنایا جاتا تھا

اسی طرح ایران کے قدیم کتبون مین وہان کے بادشاہون کے سرون کے اوپر ہرمزد خدا ایک پردار پہئے یا چکر کے اندر منڈلاتا ہوا نظر آتا ہے!

۹- کرن

ہماری مہابھارت کا زبردست بیر اور سورما کرن رانی پرتھا کا بیٹا تھا۔ اتفاق سے سورج دیوتا کی نظر رانی جی پر جا پڑی تھی اور وہ ہزار جان سے اُن پر عاشق ہو گیا تھا۔ جب اس عشق کا نتیجہ کرن کی صورت مین نمودار ہوا تو رانی نے ایک ٹوکری کی ناؤ بنائی اور اس معصوم کو اُس ٹوکری مین رکھ کر ندی کے سپرد کر دیا۔ وہ اُسے بہا کر گنگا مائی کے پاس لے گئی اور اُن کے حوالہ کر دیا۔ گنگا جی نے اُسے انگ راج تک پہونچا دیا، جہان ایک عورت نے اُسے اُٹھا لیا اور اپنے شوہر کے پاس لے گئی۔ کرن اپنے ان نئے مان باپ کی شفقت کے سایہ مین پل کر پروان چڑھا، اور ایک زبردست جنگجو سپاہی اور سپاہ سالار ہو کر آخر کار انگ راج کا راجا ہو گیا

قدیم اسیریا مین بھی ایک لڑکی دیوداسی بنا کر سورج دیوتا شمش کے نام پر مندر مین بٹھا دی گئی تھی۔ اُسے بھی سورج دیوتا نے سرغون نام ایک بیٹا عطا کیا تھا۔ اس شرم کی ماری مان نے بھی اپنے لال کو ایک چھوٹی سی ناؤ مین رکھ کر دریا کے سپرد کر دیا تھا۔ خُدا جانے کتنی دور نکل جانے پر کسی غریب کسان نے اُسے اُٹھا لیا اور بیٹا بنا کر پالا۔ جیسے کرن کو گنگا مائی نے برکت دی تھی، اسی طرح اشتر دیوی نے سرغون کی مدد کی، اور وہ جوان ہو کر نہ صرف ایک بے باک اور دلاور سپاہی ہو گیا بلکہ بہت جلد اپنے قوت بازو سے اسیریا کا بادشاہ بن گیا۔ اُس زمانہ کی تاریخ (جیسی کچھ بھی ہم تک پہنچی ہے) گواہ ہے کہ وہ اسیریا کے نہایت زبردست اور جلیل القدر حکمرانون

مین سے تھا[ے]

۱۰۔ لکشمی

اہل بابل کے ہان اشتر دیوی زرخیزی اور پیداوار کے دیوتا کی مان تھی۔ ہمارے ملک مین لکشمی جی نے پہلے وشنوجی مہاراج سے، پھر سرسوتی دیوی کے نام سے برہماجی سے، بیاہ کیا تھا اور (پران کے ایک بیان کے مطابق) دنیا کی مان تھین (ہین!) اور ہمیشہ ہمیشہ زندہ سلامت رہینگی

۱۱۔ شکنتلا

قدیم ہندوستان کی حسن و عشق کی روایتون مین شکنتلا کو جو رتبہ حاصل ہے اُس سے ہندوستان کا ہر شخص واقف ہے، وہ مینکا نام ایک اپسرا کے بطن سے ایک بڑے رشی وشوامتر کی بیٹی تھی اور مالنی ندی کے کنارے کسی مقام پر پیدا ہوئی تھی۔ مینکا اُسے ندی کے کنارے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ ایسے ہو کے مقام مین جہان ہر وقت شیرون اور بھیڑیون کا خطرہ رہتا تھا، خدا نے اُس کی حفاظت کے لئے بہت سے گدھ بھیج دئیے تھے جو ہر وقت اُس کے گرد حلقہ باندھے بیٹھے رہتے تھے اور اُس کی نگہبانی کرتے تھے۔ کئی دن کے بعد ایک خدا ترس بزرگ کا وہان گزر ہوا۔ وہ اُسے اُٹھا کے اپنے گھر لے گیا اور بڑے جاؤ چوچلے سے اُس کی پرورش کی۔۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ

بابل کی ملکہ سیمی رامس کا واقعہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔ اُس کی مان بھی اس زمین کی رہنے والی نہ تھی، بلکہ آسمان ہی سے نازل ہوئی تھی۔ وہ بھی اپنی اس بچی کو پیدائش کے بعد ایک درخت کے نیچے ڈال کے چلی گئی تھی۔ خدا نے اُس کی نگہداشت کا سامان یون پیدا کیا کہ بہت سی فاختائین ہر وقت اُس کے گرد جمع اور قسم قسم کے نازک پھلون اور پھولون سے اُس کی غذا اور تفریح کا سامان کئے رہتی تھین۔ کئی دن تک اسی طرح فاختاؤن کی حفاظت مین گزر گئے۔ ایک دن اتفاق سے شاہی چرواہا اُدھر جا نکلا اُس نے اُسے وہان پڑا ہوا پاکر اٹھا لیا اور اپنے گھر لے جاکر بیٹی بنا کر پالا

جس طرح شکنت (پرندہ) کی وجہ سے ہندی لڑکی کا نام شکنتلا رکھا گیا تھا ویسے ہی (غالباً اس سے پہلے) سُمّت (فاختہ) کے سبب سے بابلی لڑکی کا نام بھی سُمّ رمّت ہو گیا تھا، پھر سم رمت سے بگڑ کر یہ نام سیمی رامس ہو گیا

دونون اپنے اپنے ملکون مین حسن کی دیویان خیال کی جاتی ہین۔ شکنتلا راجا دشینت سے بیاہی گئی اور رانی کہلائی۔ سیمی رامس نینوا کے حاکم اور سپہ سالار اُون کے بیاہ مین آئی۔ وہان کا بادشاہ نِین اُس پر عاشق ہو گیا اور اُسے اون سے طلب کیا، پہلے تو اُون سے انکار کرتا رہا، لیکن جب دیکھا کہ اُسے نین کے حوالے کر دینے کے سوا اور کوئی چارہ نہین ہے تو خود پھانسی لے کر مر گیا اور سیمی رامس نین کی بیوی بن کر ملکہ ہو گئی۔

۱۲۔ سیتلا

جس طرح ہندوستان مین سیتلا (ماتا، مائی، مہارانی، دیوی) چیچک کی دیوی ہے، اور اس مرض کو دفع کرنے کے لئے اس کی

ے آپ کو یاد ہوگا کہ یہودیون کے ہان بھی ایک مہابیر اسی طرح ٹوکری کی نیا مین رکھ کے چھوڑ دیا تھا، اور گو وہ راجا نہین ہوا مگر راجپوت ضرور ہو گیا تھا، اور اپنی قوم کا سردار اور سپہ سالار بھی تھا۔ ممکن ہے اللہ کے اُس بندے کی کہانی بھی کبھی بیان کرسکون ۱۲

پوجا کی جاتی ہے، بالکل اسی طرح قدیم بابل مین بھی مختلف امراض سے محفوظ رہنے کے لئے لوگ ان امراض کے دیوتاؤن اور دیویون کی پوجا کرتے تھے۔ چنانچہ اُن کے ہان کی ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ وبا کے ایک دیوتے (جس کا نام اُوراتھا) تمام جانداروں کو مار ڈالنے کا قصد کیا، اور قریب تھا کہ وہ اپنا ارادہ پورا کر ڈالتا۔ مگر پھر کچھ سوچ کر اس پر رضامند ہو گیا کہ وہ ان لوگون کو ایذا نہ پہنچائیگا جو اُس کی بہادری اور جرأت کی تعریف مین گیت اور بھجن گائینگے اور اُس کے نام کا جاپ کرینگے۔ چنانچہ بابلیون کے ہان کچھ خاص خاص منتر تھے جن کا جاپ کر لینے سے وہ لوگ اُورا کے شر سے محفوظ رہتے تھے۔

جیسا کہ شروع مین عرض کیا جا چکا ہے اور ان صفحات سے بھی ظاہر ہے، یہ چند مثالین ایسی ہین جن مین قدیم بابل اور قدیم ہندوستان کی دماغی اور اخلاقی کیفیت کی مشابہت نظر آتی ہے۔ اسی نوع کے اور بے شمار قصے اور روایتین ہین جن مین سے ہر ایک مین نہ صرف دو ملک، یا دو قومین بلکہ کئی کئی ملک اور کئی کئی قومین برابر برابر شریک نظر آتی ہین۔ مین نے ان مندرجہ بالا صورتون مین کہین دو چار جگہ ایرانیون اور یہودیون کا اشارہ کے طور پر ذکر کیا ہے، ورنہ ان روایات مین نہ صرف ایشیا کی۔ ہندی، ایرانی، اسیری، بابلی، یہودی، مصری، زنگی۔ قومون کا بلکہ یورپ کی۔ یونانی، انگریزی، جرمن، آئرلینڈی وغیرہ۔ اقوام کا بھی حصہ ہے۔ ان واقعات کا ایک قریب قریب ایک ہونا بنی نوع انسان کے ایک ہونے پر ضرور دلالت کرتا ہے۔ اس مین شک نہین کہ ان تمام خرافات کو پڑھ کر اور سن کر ہم کو ہنسی آتی ہے، مگر یہ نہ بھولنا چاہئے کہ جن دنون کی یہ سب باتین ہین ان دنون انسان بالکل بچہ تھا۔ ہان البتہ افسوس اس امر کا ہونا چاہئے کہ انسان بوڑھا ہو کر بھی عقل نہ پکڑے اور باوجود عقل کا دعویٰ کرنے کے ان ہی بچپن اور بے شعوری کی باتون پر یقین رکھے۔ یہ بھی انسان کی رنگین طبیعت کی نیرنگیان ہین!

محمد نعیم الرحمٰن (ام۔ اے)

ایک شاعر کا انجام

مصنفۂ نیاز فتحپوری

ایڈیٹر نگار کا سب سے پہلا افسانہ حسن و عشق، جسمین تخئیل کی بلندی، زور تحریر، اسلوب بیان اور ندرت انشاء کے ایسے ایسے پاکیزہ نمونے موجود ہین جو ساحری کی حد تک پہونچتے ہین۔ جوش محبت کے جذبات جس مستانہ پن سے اس تصنیف مین ظاہر کئے گئے ہین اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ فسانہ جناب نیاز کے عنفوان شباب کا لکھا ہوا ہے

قیمت مع محصول ڈاک .... ۱۲ر "مینیجر نگار۔ لکھنؤ"

بازگشت

(بہ سلسلۂ ماسبق)

(۱۴)

بیساکھ کے دن تھے۔ دیہاتون مین بیکاری اور تعطل کا زمانہ تھا۔ ادریس کی آنکھین صحتیاب ہوگئی تھین اگرچہ اُنمین اگلی سی بینائی پھر نہ آسکی۔ گذشتہ تین چار مہینے ادریس نے بالکل بیکار گذارے تھے۔ مدرسہ برائے نام قائم رہگیا تھا۔ دکان بھٹہ اور غلہ کے کاروبار مین بھی ممتاز کی تنہا جانفشانیون کے باوجود بڑا خسارہ ہوگیا تھا ادریس کے دلمین رفتہ رفتہ یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ وہ اپنے گناہون کی سزا بھگت رہا ہے۔ وہ فطرتاً واہمہ پرست تھا۔ اور مقدر کا قائل تھا۔ اسکی واہمہ پرستی روز بروز بڑھ رہی تھی۔ اب وہ مریم کو ایک "خوبصورت بلا" سمجھنے لگا تھا جس کے ہاتھون اسکو غارت ہونا ہے۔ اسکو یقین ہوگیا تھا کہ اسکی "سرنوشت" مین سوا "روزِ سیاہ کے" کچھ ہے نہین

ادریس بے انتہا چڑچڑا ہوگیا تھا۔ اب شاید ہی کوئی دن ایسا گذرتا ہو کہ مریم کا خدا سیدھا رہتا ہو اور ادریس اس سے نہ لڑتا ہو جھگڑے کی بنا عموماً سکینہ کا ذکر ہوتا تھا۔ ادریس روز بروز مان سے معافی مانگنے کے لئے زیادہ بیتاب ہو رہا تھا۔ اب سے پہلے مریم ادریس کی ہمدردی کیا کرتی تھی اور اسکا غم غلط کرنیکی ہر ممکن کوشش کرتی تھی مگر اب جب کبھی ادریس مان کا نام لیتا تو مریم کے سارے بدن مین آگ لگ جاتی اور ادریس کو طعنے دینے لگتی "آخر یہ ساری محبت آپ ہی کی طرف سے ہے یا آپکی مان کو بھی آپکی کچھ پروا ہے؟" اس درمیان مین وہ کئی بار ادریس کو جتا چکی تھی "مین نے پہلے ہی کہدیا تھا کہ آپ میرے ساتھ خوش و خرم نہ رہ سکین گے۔ آپ نے میرا کہنا نہین مانا۔ آپ نے وقتی جوش مین اندھے ہو رہے تھے۔ آخر وہی ہوا جس کا مجھکو اندیشہ تھا۔ آپ نے خوانخواہ میری زندگی کو بھی مصیبت کا پہاڑ بنا کر رکھ دیا۔" مریم کی المناکیان فی الحقیقت حد بیان سے باہر ہو چلی تھین۔ اجمالاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسکے جذبات وہی تھے جو شاعر نے اس شعر مین بیان کرنیکی کوشش کی ہے

آہ وہ کون تھا خدا مارا — جس نے اس سے مجھے لگا مارا

ادریس اسدن مریم سے خوب لڑا اور پھر دو دن تک اس سے بولا نہین۔ ایکدن ادریس صبح کی گاڑی سے بستی گیا۔ غرض یہ تھی کہ بستی کے اسکول مین ملازمت کے لئے کوشش کرے۔ ادریس کی بیچین طبیعت کو اس تھوڑے عرصہ مین بڑا تلخ تجربہ ہوا تھا جس زندگی کو اُسنے سراپا سکون و راحت سمجھکر اختیار کیا تھا اُسنے اسکو اور بھی بیچین اور پراگندہ کر رکھا تھا۔ وہ اب کاہلی اور مجہولیت مین اپنے دن گذارنا نہین چاہتا تھا۔ ادریس نے مریم کو نہین بتایا تھا کہ وہ بستی کیون جا رہا ہے۔ چلتے چلتے خوانخواہ دونون مین تکرار ہوگئی۔ مریم کی زبان سے بےشعوری مین نکل گیا "آج اگر آپ کسی شہر مین برسر کار ہوتے تو شاید اتنا پریشان نہ رہا کرتے۔" ادریس خود بھی دلمین یہی چور لئے ہوئے تھا۔ وہ اس طعنہ کو برداشت نہ کر سکا اور مریم پر آنکھین نکال کر بولا "مین گھسیارا ہو کر رہونگا مجھے اسی مین چین ملیگا۔ تمکو اگر میرا ساتھ نہین دینا تو اسمین مداخلت کرنے کا بھی کوئی حق نہین ہے" یہ کہکر وہ بستی چلا گیا اور کہہ گیا کہ "دوسرے دن صبح کو واپس آؤنگا"

مریم دن بھر غمناک رہی۔ اسکی آنکھون مین آنسو اُمڈے چلے آرہے تھے اور وہ کئی دفعہ جی کھول کر رو چکی تھی۔ شام کے وقت ہوا کے ٹھنڈے جھونکون کے ساتھ اسکے دلمین خود بخود ایک انبساطی کیفیت پیدا ہوئی اور اسنے اپنے دل کو یہ کہتے ہوئے محسوس کیا "کچھ نہین کیسا غم اور کہان کی افسردگی دنیا کے آلام کو اگر بھولنا ہے تو ہوا کے جھونکون سے دریا کی لہرون سے جنگل کے جانورون اور درختون سے چاند سورج اور ستارون سے اپنا جی بہلاؤ" بہ ظاہر مریم ایک بار پھر وہی مریم ہو گئی تھی جسکو ادریس نے کبھی "غنچۂ سحر" کہا تھا۔ اُسنے اپنے بال درست کئے۔ کپڑے بدلے اور جنگل اور ندی کی بہار دیکھنے نکل گئی

مریم نے لاکھ چاہا کہ اپنی ناکامیون اور تلخیون کو قدرت کے دلفریب مناظر مین بھول جائے لیکن اسکو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ یہ مناظر اب اسکے لئے دلفریب نہین رہے۔ اسکے دل کی آواز در اصل دھوکہ کی آواز تھی۔ جو لمحے ایک بار گذر گئے وہ پھر نہین آتے۔ جو زندگی ایک بار بسر ہو گئی اسکا اعادہ ناممکن ہے۔ یونان کے "رونے والے فلسفی" کا قول ہے کہ "ایک ہی ندی مین کوئی دوبار نہین نہا سکتا" جس دریا مین آپ نے ابھی غسل کیا ہے وہ دوسرے لمحے مین بالکل ایک دوسرا دریا ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ بات فوراً محسوس نہین ہوتی۔ زندگی کے بہاؤ مین کسی ایک حالت کو اپنی جگہ قرار نہین ہے۔ حدوث لازمۂ زندگی ہے۔ جس چیز کو آپ ایک دفعہ کھو چکے اُسکی بازیافت محال ہے۔ جو بات ایک بار ہو چکی اُسکی "بازگشت" قانون قدرت کے منافی ہے۔ ہان یہ اور بات ہے کہ آپ "رنج نومیدی" کی تاب نہ لا سکین اور عمر بھر "کف افسوس" مل مل کر "تجدید تمنا" کا عہد کرتے رہین

مریم آج تڑپ رہی تھی کہ صرف چند لمحون کے لئے اسکے دلمین وہی ذوق وہی صلاحیت پیدا ہو جائے جسکی بدولت شادی سے پہلے اسکے اوقات اسقدر طربناک تھے۔ مگر اب نہ وہ مریم تھی نہ وہ مریم کا دل۔ اسکو زمین و آسمان بدلے ہوئے نظر آرہے تھے۔ جنگل کے ایک ایک پتہ۔ دریا کی ایک ایک لہر۔ ڈوبتے ہوئے سورج کی ایک ایک کرن مین وہ ایک پژمردہ کر دینے والی تاثیر محسوس کر رہی تھی۔ شام کی تاریکی کے ساتھ ساتھ یہ تاثیر بھی بڑھ رہی تھی۔ اب مریم محسوس کر رہی تھی کہ ستارون کی چمک مین اک طنز ہے اور چاند اسکی بدبختی پر مسکرا رہا ہے اسی عالم مین اسکی نظر اس ٹیلہ پر پڑی جہان پہلے پہل اُسنے ادریس کا "ہدیۂ نیاز" حاصل کیا تھا۔ مریم کے منہ سے ایک دلدوز کراہ نکل گئی اور وہ ٹیلہ کی طرف چلی۔ وہان تک پہنچنے بھی نہ پائی تھی کہ رؤف نے اسکو پکارا۔ مریم ٹھٹک گئی۔

ہر چند کہ مریم جسوقت اپنے مکان سے نکلی تھی اسکو ایک بار رؤف کا خیال ضرور آیا تھا لیکن یہ کہنا صریحاً ظلم ہوگا کہ وہ رؤف سے ملنے کی اُمید مین یہان آئی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ اسوقت یہ دیکھکر کہ رؤف اسکے قریب ہے مریم کا دم اور بھی گھٹنے لگا تھا

رؤف مریم کے پاس آیا اور کہنے لگا "مین تمکو ایک جھلک دیکھنے کی حسرت مین روز یہان آتا ہون۔ مجھے اب بھی تم سے وہی گہری محبت ہے۔ نہین اب میری محبت اور بھی گہری ہو گئی ہے کیونکہ اب تمھاری صورت پر ایک یاس اور بیکسی برسنے لگی ہے جسنے تمھارے حسن کو چار چاند لگا دئے ہین۔" مریم نے اسکا کوئی جواب نہ دیا اور ایک دھیمی سی آہ کر کے رہ گئی۔ دن ہوتا تو رؤف دیکھ لیتا کہ مریم کی جادو بھری آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے تھے۔ رؤف نے پھر کہا "مریم مین نے سنا ہے کہ ادریس کا برتاؤ تمھارے ساتھ کچھ خوشگوار نہین ہے اور تمھارا چہرہ بھی گواہ ہے کہ تم مضمحل اور آزردہ رہتی ہو۔ اگر یہ سچ ہے تو قسمت نے تم پر بڑا ظلم کیا۔"

مریم سے اب ضبط نہ ہوسکا۔ رؤف نے اسکے دل کے نازک ترین حصہ کو چھیڑ دیا تھا۔ وہ زار زار رونے لگی۔ رؤف سے نہ رہا گیا۔ اُسنے بڑی جرأت کی اور مریم کو اپنے حلقۂ آغوش مین لے کر اسکے بالون مین ہاتھ پھیرنے لگا۔ مریم نے اپنے کو رؤف کی گود سے الگ نہین کیا۔ اسکو رؤف کے نرم و گداز بدن سے راحت مل رہی تھی۔ اسکے آنسو کسی طرح نہ تھمتے تھے۔ رؤف نے تسلی دینے کی لاکھ کوشش کی مگر سب بیکار۔ مریم کی حالت واقعی عبرتناک تھی جس مریم کو یہ غرہ تھا کہ رؤف نے اسکے جسم کو ہاتھ نہین لگایا ہے آج وہی مریم رؤف کی گود مین اس بیےبسی اور سپردگی کے ساتھ بڑی سسکیان لے رہی تھی۔ گویا غالب نے یہ شعر اسی کے لئے کہا تھا:-

آنکو بہ خلوت با خدا ہر گز نکردے التجا نالان بہ پیش ہر کسے از جور افلاکش نگر

مریم کوئی پینتالیس منٹ تک اس حالت مین رہی ہوگی کہ جنگل کے پتے کھڑکھڑائے۔ رؤف نے مڑکر دیکھا تو ایک شخص دھوتی پہنے ہوئے اُلٹے پاؤن جنگل مین گھسا جارہا تھا۔ مریم اسکو نہ پہچان سکی مگر رؤف نے چاند کی روشنی مین پہچان لیا۔ اُسنے مریم کو الگ کرکے کہا۔

"ممتاز میان ہین۔ دنیا مین مین اگر واقعی کسی سے جلتا ہون تو وہ ممتاز ہین"

یہ سنکر مریم کے حواس بجا ہوگئے اور وہ جلدی سے وہان سے یہ کہتی ہوئی بھاگی "دیکھئے اب کیا نئی آفت آتی ہے۔ اگر ممتاز میان نے مجھکو اس حالت مین دیکھ لیا ہے تو مین بلا کسی بدنیتی کے بدنام ہوجاؤنگی اور میری شامت بڑھ جائیگی" رؤف نے شرمندہ ہوکر کہا "مریم اتنا نہ ڈرو۔ جب تک سانس مین سانس ہے مین تمکو ہر آزار سے بچانیکی کوشش کرونگا"

مریم راستہ بھر یہ سوچتی رہی کہ اب کیا کرے۔ یہ ممکن نہین کہ ممتاز نے اسکو رؤف کی آغوش مین نہ دیکھا ہو۔ ورنہ اس تیزی کے ساتھ وہ جنگل پھر کیون گھس جاتا۔ پھر ممتاز کو ادریس کے ساتھ جو تعلق خاطر ہے اسکی بنا پر ممتاز ادریس کو حقیقت حال سے خبردار کردینا اپنا فرض سمجھے گا۔ یہ سوچ کر مریم کا دل بیٹھنے لگا۔ مگر پھر وہ ممتاز کی طبیعت پر غور کرنے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ ممتاز بڑا نیک دل اور معاف کردینے والا آدمی ہے۔ اُسنے آج تک کسی کو اپنی ذات سے کوئی تکلیف نہین پہنچائی پھر کیا وجہ ہے کہ آج بھی وہ اپنی فطری خطا پوشی سے کام نہ لے اور "فتنہ انگیز" راستبازی پر "مصلحت آمیز" سکوت کو ترجیح نہ دے اسکے لئے تو جھوٹ بولنے کی بھی ضرورت نہ ہوگی مریم کو اس خیال سے بڑی ڈھارس ہوئی۔ اُسنے یہ بھی طے کرلیا کہ موقع پاکر ممتاز سے اپنی لغزش پر معافی مانگ لیگی۔ اسی اُدھیڑبن مین مریم اپنی جائے پناہ مین داخل ہوگئی۔ اسکی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی جب اُسنے دیکھا ادریس خلاف توقع گھر پر موجود ہے۔ ادریس نے مریم پر ایک نظر ڈالی اور پھر منہ پھیر لیا اسکا چہرہ غیر معمولی پریشانیون کا اظہار کررہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک ہی دن کے اندر اُسنے اپنی عمر کے کئی برس گذار کردئے ہین۔ مریم نے دبی زبان سے پوچھا "آج ہی کیون واپس چلے آئے؟" ادریس نے اسی طرح منہ پھیرے ہوئے جواب دیا "جس کام کے لئے گیا تھا وہ ہوچکا" اور پھر چپ ہورہا۔ اسکا سکوت کہہ رہا تھا کہ ایلس سے آگے وہ کسی سوال کا متحمل نہ ہوگا مریم نے سمجھا کہ صبح کا غبار ابھی باقی ہے۔ اس لئے وہ چپ ہورہی

(۱۵)

بستی مین مدرسی کی جگہ خالی ضرور تھی لیکن وہان شامت اعمال سے ادریس کا نام پہلے پہنچ چکا تھا۔ کارکنان مدرسہ ادریس کی

زندگی کے واقعات سے اچھی طرح آگاہ تھے اُنکی رائے مین ادریس بدکردار تھا۔ بچون کی تعلیم و تربیت کو ایسے آدمی کے سپرد کرنا دراصل آیندہ حیثیت اجتماعی مین خرابیان پیدا کرنا ہے۔ اس دوراندیشی کی بنا پر مدرسہ کی مجلس انتظامیہ مین جب ادریس کی درخواست پیش ہوئی تو ارکین نے علی الاعلان اسکو نامنظور تو نہین کیا مگر ادریس سے یہ بہانہ کر دیا کہ اسکی درخواست سے پہلے ایک شخص کا تقرر ہو چکا ہے۔ دن بھر مین یہ ساری کارروائی ختم ہو گئی ادریس کو صحیح حالات مدرسہ کے منشی سے معلوم ہوئے جو اسکو پہلے سے جانتے تھے۔ ادریس کو دھکا لگا۔ جو ادریس ہیڈ ماسٹری کر چکا تھا آج وہ ایک معمولی مدرسی کیلئے چند ایسے ارکین کا محتاج تھا جو یہ بھی نہین جانتے کہ تعلیم درحقیقت کسکو کہتے ہین۔ اسکی غرض و غایت کیا ہے اور اسکا نظام کیا ہونا چاہئے۔ ادریس کے اضمحلال کی انتہا نہ تھی جس دوست کے ہان وہ بستی مین جاکر ٹھیرا تھا اُسنے بڑا اصرار کیا کہ وہ رات بھر قیام کرے مگر ادریس نے بڑی خوشامدون سے اپنے دوست کو راضی کر لیا اور شام ہی گاڑی سے چل کھڑا ہوا

خلیل آباد مین ممتاز مل گیا۔ ادریس نے اسکو ساتھ لے لیا راستہ بھر زندگی کے اہم مسائل پر جرح و تعدیل کرتے ہوئے دونون پر بیتیا کے اندر پہنچ گئے۔ ادریس نے کہا "چلو دریا کی سمت چلین۔ شاید دل کی جلن کو کچھ تسکین ہو" جنگل سے باہر قدم بھی نہ پڑے تھے کہ ممتاز کو جو آگے آگے تھا ادریس نے پکڑ کر پھر جنگل کے اندر کھینچ لیا۔ ممتاز جو اس باختہ ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اور اسکی نگاہ اس منظر پر پڑ گئی جسکی وجہ سے ادریس نے اسکو اپنے ساتھ درختون کے آڑ مین کر لیا تھا۔ ممتاز کو کسی طرح اپنی آنکھون پر اعتبار نہ آتا تھا۔ اسکو یہ اندیشہ ضرور تھا کہ ادریس مریم کے ہاتھون تباہ ہونیوالا ہے مگر یہ وہم بھی نہ تھا کہ وہ تباہی یون ہو گی۔ مریم رؤف کی آغوش مین تھی ممتاز کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ادریس کے سہارے کے لئے دنیا مین اب کوئی چیز نہین رہی۔ اُسنے ادریس کی طرف دیکھا۔ ادریس نے مسکرا کر کہا "کیا دیکھتے ہو؟ این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر۔ خیر دو آج بہت ممکن ہے قسمت کا فیصلہ ہو جائے"

مگر قسمت کا فیصلہ یون آسانی سے نہین ہوا کرتا۔ رؤف نے ممتاز کو دیکھ لیا تھا اور مریم اس سے الگ ہو کر گھر کا راستہ لے چکی تھی ادریس نے کہا "ممتاز یہ کھٹک میرے دل سے کبھی نہین گئی تھی۔ دیکھنے مین مین مطمئن ضرور تھا مگر دل مین یہ چور موجود تھا۔ تمنے مجھے اس آسمانی بلا سے بچانا چاہا تھا۔ اور میری مان نے بھی مجھے بچانیکی بڑی کوشش کی لیکن جو خود نہ بچنا چاہے اسکو کون بچائے۔ مان سے معافی مانگنے کی آرزو میرے دل مین ہے اب مین کس منہ سے معافی مانگون۔ مگر خیر۔ مجھے اب اپنی تباہی کا غم بھی نہین مین مٹ جانے کے قابل ہون اور مٹ جانے پر تلا ہوا ہون مین تو اب اس منزل پر پہنچ گیا ہون جہان زمانہ لاکھ دکھ پہنچائے مگر اسکو "کم آزار" ہی سمجھا جاتا ہے"

ادریس کے تیور سے ظاہر ہوتا تھا کہ اُسنے اپنی کو حوادث روزگار کے حوالہ کر دیا ہے اور اب اپنی زندگی کو بنانے کی سمت سے تدبیر اختیار کرنیکی زحمت گوارا نہ کرے گا

ادریس تیزی کے ساتھ مکان کی طرف چلا اور مریم سے پہلے پہنچ گیا۔ اُسنے مریم سے ایک حرف نہین کہا اور ارادہ کر لیا کہ کبھی اس سے کچھ نہ پوچھیگا۔ وہ جانتا تھا کہ مریم اپنی بریت کیلئے کچھ نہ کچھ ضرور کہیگی اور ادریس اسکو بری کرنیکے لئے تیار نہ تھا۔ وہ اپنی حرمان نصیبی پر اندر ہی اندر اپنا دل خون کر رہا تھا لیکن اسکی تاب نہ لا سکتا تھا کہ مریم اسکے سامنے اپنے حرکات و سکنات کی جا یا بیجا توجیہ کرے۔ وہ مریم کو ایک "چھٹی روگ" سمجھنے لگا تھا جس سے جہانتک ہو سکے پناہ پانیکی کوشش کرنا چاہئے۔ اب ادریس نے مریم کے ساتھ سیر و تفریح کیلئے

جانا بھی ترک کردیا۔ واقعات سے بے خبر مریم نے سمجھا کہ اسکی شامت مین بلاوجہ یہ اور اضافہ ہوا۔ اُسنے بھی اپنے دل کو پتھر کی طرح بےحس بنا لیا۔ یہ کہنا تو غلط ہوگا کہ اسکو کوئی سوگ نہ تھا مگر وہ اپنی زندگی سے بیزار اتنا ہوچکی تھی کہ اسکو ادریس کی خوشی ناخوشی کی کوئی پروانہ تھی۔ وہ اب صرف اسوقت تفریح کیلئے نکلتی تھی جبکہ ادریس گھر پر نہ ہوتا۔ اور جب وہ تفریح کیلئے نکلتی تو رئوف سے ضرور ملاقات ہوجاتی اور مریم کو اسکی آغوشِ پناہ مین رو رو کر دلکی کلفت نکالنے کا بہانہ ملجاتا

ادریس کا دماغ اب صرف اس سوچ مین مبتلا تھا کہ ماں کی شفقت پھر کیونکر حاصل کرے۔ مریم کو اُسنے ایک حرفِ غلط سمجھ لیا تھا اور بڑی جد وجہد کے بعد اسکی طرف سے اپنے کو خالی الذہن کر لیا تھا

(۱۶)

اساڑھ کا مہینہ تھا عید کا دن تھا۔ ہر طرف چہل پہل تھی۔ دیہاتوں مین یہ موسم یون بھی حرکت و نشاط کا موسم ہوتا ہے۔ اسپر طرہ عید کا ہر شخص کی باچھین کھلی ہوئی تھین۔ محروم سے محروم اور نادار سے نادار اپنے کو آج بامراد تصور کر رہا تھا۔ محتاج و غنی آج ایک صف مین تھے۔ تاج والے "کلاہِ نمد" والون سے ہم بزم تھے

لیکن زمانہ کی بیدردی دیکھئے، ادریس کو یہ بھی موقع نہ ملا کہ آج وہ جھوٹی ہی خوشی منا لیتا۔ اسکو دو روز پہلے سے شدید بخار تھا اور اسکا سارا بدن ٹوٹ رہا تھا۔ مریم اسکی تیمارداری مین پوری تندہی کے ساتھ مصروف تھی۔ ادریس کو یہ ناگوار تھا مگر وہ چپ تھا اور مریم کی طرف متوجہ نہ تھا۔ دن کے دس بج چکے تھے! ادریس کھڑکی سے دیکھ رہا تھا کہ عیدگاہ سے لوگ گلے ملتے ہوئے اپنے اپنے گھر واپس آرہے ہین۔ اتنے مین اسکی نظر اُٹھین راہیون مین ممتاز پر پڑی جو اسی کے مکان کی طرف آرہا تھا۔ اُسنے مریم سے بے کیف لہجے مین کہا "دروازہ کھولدو۔ ممتاز آرہے ہین"

ممتاز داخل ہوا اور ایک نظر مریم پر ڈالکر ادریس سے پوچھا "کیون؟ خیریت تو ہے؟" ادریس نے ایک تلخ مسکراہٹ سے جواب دیا "اتو سر پر جو پڑے اسکو خیریت ہی سمجھنا چاہئے۔ آج ساری دنیا جھمیلون مین مصروف اور مین اس کال کوٹھری مین بیٹھا ہوا اپنے لئے ایک عیدنامہ موزون کر رہا تھا۔ پورا تو ہو نہین سکا چند اشعار سُن لو

نہین معلوم تمکو کیا ہے عید! مجھکو تو تہر ہے بلا ہے عید!
عید کیا عید کی خوشی کیسی! نہ رہا دل تو خوشدلی کیسی!
تم ہو مصروف ساغر و مینا مجھکو دنرات خون دل پینا
روز و شب آنسوؤن سے کام مجھے دیدۂ خونچکان ہے جام مجھے

ممتاز دیر تک ادریس کی حسرتناک صورت کو دیکھتا رہا اسکے بعد وہان سے اُٹھا اور سکینہ کے پاس پہنچا

سکینہ کی حالت ادریس سے کچھ کم قابلِ رحم نہ تھی آج صبح سویرے سے وہ ایک کونہ مین پڑی رو رہی تھی۔ اور کسی طرح طبیعت ہلکی نہ ہوتی تھی۔ پچھلی عید اسکو بیطرح یاد آرہی تھی جو اسکی زندگی مین غالباً سب سے زیادہ پُرمسرت عید تھی۔ ادریس گھر تھا اور کاروبار مین ترقی کر رہا تھا۔ سکینہ کیلئے یہ بجائے خود ایک عید تھی۔ اور ایک عید اس سال کی بھی تھی کہ سکینہ کو سال بھر کے بعد بھی بیٹے کی صورت دیکھنا میسر ہوا۔

سکینہ اپنے کو ملامت کر رہی تھی کہ نہ وہ اسقدر سخت گیر ہوتی نہ اسکی یہ مصیبت اتنا طول کھینچتی - اُسنے غور کرنا شروع کیا تو اسکو معلوم ہوا کہ مریم جہانتک کہ خود سکینہ کو اسکا تجربہ تھا ہرگز ایسی چیز نہ تھی جس سے نفرت کی جائے - سکینہ کا رنج و غصہ امتداد زمانہ کے ساتھ زائل ہو چکا تھا - اب اسکو مریم مین بہت سی خوبیان نظر آ رہی تھین اور اسدن مریم کے ساتھ جو جارحانہ برتاؤ کیا تھا اسپر وہ دل سے پشیمان تھی

اس اثناء مین ممتاز پہنچ گیا اور اُسنے ادریس کی علالت کا حال کماحقہ بیان کرکے کہا "بہتر یہ ہے کہ اب آپ اُنکو معاف کر دین - وہ ایک بار مجھ سے اس آرزو کا اظہار بھی کر چکے ہین" سکینہ نے یہ کہکر ممتاز کو رخصت کر دیا "مین کل سوچ کر بتاؤنگی کہ مجھکو کیا کرنا چاہیے" لیکن چار بجتے بجتے وہ ادریس کو دیکھنے کے لیے بیتاب ہو گئی اُس نے گلشن نامے گاؤن کی ایک عورت کو بلا کر کہا "مین ادریس سے تیواری پور جا کر ملنا چاہتی ہون - مین چادر سر سے لپیٹ لون گی تم میرے ساتھ چلو اور جنگل کے اندر سے چلو تاکہ مردون کی نگاہون سے جہانتک ہو سکے بچ کر نکل جائین گلشن راضی ہو گئی اور سکینہ کو ساتھ لیکر تیواری پور روانہ ہوئی

سکینہ نے ادریس کے گھر کے پاس پہنچ کر چادر اُتار دی مریم ادریس کے کسی کام سے باہر آئی ہوئی تھی اسکی آنکھین سکینہ سے لڑین اور تھوڑی دیر کیلیئے اسکو سکتہ سا ہو گیا لیکن وہ دیر کرنیوالی عورتون مین سے نہ تھی - اُسنے آناً فاناً طے کر لیا کہ اسکو کیا کرنا ہے - سکینہ مشکل سے دس قدم کے فاصلہ پر رہی ہوگی کہ مریم گھر مین گھس گئی اور اندر سے دروازہ بند کر لیا - دنیا اسکو چاہے کتنا ہی وحشیانہ سلوک کیون نہ سمجھے لیکن اب وہ کسی طرح اسکو گوارا نہ کر سکتی تھی کہ مان بیٹے آپس مین ملکر اپنا اپنا دل ٹھنڈا کرین ایسی حالت مین کہ وہ خود اندر اندر جھلس رہی ہو

گلشن نے چاہا کہ دروازہ کھٹکھٹائے لیکن سکینہ نے روک دیا مریم کے قرینہ سے اسکو معلوم ہو گیا کہ اس مکان مین اسکو کس قسم کے آؤ بھگت کی اُمید کرنا چاہیئے - اب ادریس سے ملنے کی بجز اسکے اور کوئی سبیل نہ تھی کہ ادریس خود رام نگر آئے - سکینہ ادریس کی جان کی خیر مناتی ہوئی اُلٹے پاؤن واپس گئی گلشن نے اسکو بہتیرا سمجھایا لیکن سکینہ کے آنسوؤن کا تار کسی طرح نہ ٹوٹتا تھا

(۱۷)

رات کے کوئی آٹھ بجے ہونگے - ادریس کا بخار ہلکا تھا اگرچہ اسکی رگ رگ ابھی تک اسی طرح بیچین تھی - اسکو کسی طرح نیند نہین آ رہی تھی - مریم اسکی پٹی کے پاس بیٹھی تھی لیکن اپنی جگہ پہلو بہ پہلو وہ بھی بدل رہی تھی - شام کے واردات ابھی اسکے پیش نظر تھے اور اب اسکی سمجھ مین نہ آتا تھا کہ اُسنے اچھا کیا یا برا کیا جو سکینہ کی پذیرائی نہ کی - سب سے بڑا سوہان اسکے لئے یہ تھا کہ اگر ادریس کو تمام باتون کا علم ہو گیا تو آئندہ وہ مریم کی صورت بھی کبھی نہ دیکھیگا - مگر ہونیوالی بات ہو چکی تھی اور اسکا تدارک ناممکن تھا -

سارے گھر پر ایک ماتمی سکوت چھایا ہوا تھا - ادریس کو دفعتاً ایسا معلوم ہوا کہ کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے اور اسکا نام لیکر پکار رہا ہے - اُسنے ایک بار اور کان لگا کر سنا اور مریم سے کہا "دروازہ کھول دو - ممتاز ہین" مریم کا جی سن سے ہو گیا اور اس کا سارا جسم کانپنے لگا

ممتاز نے آتے ہی ادریس کو اس طرح مخاطب کیا جس طرح ایک نبی اپنی مردود قوم کو جسکی اصلاح امکان سے باہر ہو گئی ہو "ادریس ابتک تمنے جو کیا اسکو مین ایک معمولی لغزش سمجھتا تھا جو ہر انسان سے سرزد ہو سکتی ہے - لیکن اب معلوم ہوا کہ تم سفاک ہو

خبیث ہو۔ جہنمی ہو۔۔۔۔"

ادریس نے مداخلت کرتے ہوئے کہا " کہین میرے بخار کا ہذیان تم پر تو نہین طاری ہوگیا؟ آخر بات کیا ہے؟ ہوا کیا؟"

"ہوا کیا؟ جو ہونا تھا وہ ہوا اور جو تم چاہتے تھے وہ ہوا ۔ تمنے مان پر اس طرح دروازہ بند کرلیا کہ کوئی کتے بلی کیلئے روا نہین رکھ سکتا ۔ وہ تم دونون کو لینے آئی تھین ۔ وہ تمھاری خطاؤن کو معاف کرنے آئی تھین اور تمنے اُنکے ساتھ یہ سلوک کیا ۔ تم پر لعنت ہے ۔ اب سر پر ہاتھ رکھکر تمام عمر روتے رہو تو بھی تمکو مان کا سایہ نہین نصیب ہو سکتا ۔ وہ یہان سے لوٹی جارہی تھین جنگل مین سانپ نے ڈس لیا اور وہ چند گھڑیون کی مہمان ہین"

ادریس کود کر بستر سے زمین پر آرہا ۔ اسکو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اسکا خون جسم کے اندر جمتا چلا جارہا ہے ۔ پہلے تو اسکی سمجھ مین کچھ نہ آیا کہ ممتاز کیا بک گیا جب اُسنے ممتاز کے چہرہ کو اچھی طرح دیکھ لیا اور حقیقت کا احساس ہوا تو کہا " یہ مین کیا سُن رہا ہون اور تم کیا کہہ رہے ہو؟ مین نے؟ مین نے مان پر اپنا دروازہ بند کرلیا ۔ یہ کب کی بات ہے؟ مجھے تو کچھ یاد نہین آتا ۔ وہ یہان کب آئی تھین؟" ادریس کی حالت دیکھتے دیکھتے ایسی ہو گئی کہ دیکھنے والے سے دیکھی نہین جاتی تھی ۔ ممتاز کو بھی ترس آگیا ۔ مریم سے بھی نہ رہا گیا ۔ اُسنے جرأت کی اور ادریس کے قدمون پر گر کر بولی " یہ سب کچھ میرا کیا دھرا ہے ۔ مین یہ نہین کہہ سکتی کہ مجھے معاف کیجئے ۔ نہین مجھے جو سزا چاہئے دیجئے"

ادریس اپنے ہوش مین نہ تھا ۔ اُسنے مریم کو اس زور سے ٹھکرایا کہ اگر ممتاز سنبھال نہ لیتا تو وہ سیدھی دیوار سے جاکر ٹکر کھاتی ۔ ادریس نے دوڑ کر پھر مریم کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا " بدبخت مجھے معلوم تھا کہ تو موت اور غارتگری کی دیوی ہے ۔ تو مجسم " بت" تھی ۔ مین نے تجھکو اپنے دل مین جگہ دی ۔ اسکی سزا پاگیا ۔ اب مین تیرا سایہ بھی دیکھنا نہین چاہتا ۔ جا اور اب رؤف کا خون چوس جسکی گود اسدن ٹھنڈی ہو رہی تھی" ادریس نے ایک بار مریم کا سر اُٹھا کر حقارت کے ساتھ دیکھا اور ممتاز کے ساتھ رام نگر چلا گیا ۔ مریم کی آنکھون مین دنیا تیرہ و تار تھی ۔ وہ سارے گھر مین "ہائے ہائے" کرتی پھر رہی تھی ۔ بڈھا رسول شاہ بھی لڑکھڑاتا ہوا اسکے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور اسکو سمجھا رہا تھا مگر معلوم ہوتا تھا کہ مریم کے کانون مین آواز ہی نہین جاتی ۔ وہ اسی طرح اپنے بال نوچتی رہی اور کپڑے پھاڑتی رہی

رؤف شام سے جنگل مین مریم سے ملاقات کی اُمید مین گھوم رہا تھا اسکو ایک آدمی سے سارے واقعات معلوم ہو چکے تھے ۔ ادریس کو گئے ہوئے ایک گھنٹہ ہوا ہوگا کہ رؤف مضطر و بیتاب رسول شاہ کے گھر مین داخل ہوا اور بے خوف و خطر مریم کو گود مین لیکر کہنے لگا " مریم! مین جبتک زندہ ہون تمکو اس حال مین نہین دیکھ سکتا ۔ مین دنیا و عقبیٰ دونون تم پر نچھاور کردونگا ۔ اور تمھاری زندگی کو از سر نو خوش و خرم بنانیکی ہر ممکن تدبیر کرونگا ۔ تم صرف اتنا کہدو کہ تم میرے ساتھ رہنا گوارا کروگی ۔ پھر جہان کہو تم کو لیکر چلا چلوں یقین مانو اگر سات سمندر پار بھی تمکو چین ملے تو مین وہان بھی چلنے کے لئے تیار ہون ۔ لیکن مریم! میری شہزادی! ۔ للہ یون جان نہ کھو!"

مریم تھوڑی دیر تک پاگلون کی طرح ٹکٹکی باندھے ہوئے رؤف کو دیکھتی رہی ۔ اور پھر اس سے لپٹ کر کہنے لگی " ہان رؤف میان مجھے لے چلو ۔ یہان سے دور اگر جہنم مین بھی لے چلو تو اب مین چلونگی ۔ ابھی چلو مین چلنے کیلئے تیار ہون ۔ آہ! مین پاپن ایسا جلی نہ کوئلا بھی نہ رکھا!"

رؤف نے بیتابانہ مریم کا منہ چوم کر کہا " اس طرح بدحواس نہ ہو مین تمھارا ہون ۔ میری دولت تمھاری ہے ۔ تم جو چاہو مجھ سے کرالو ۔ آج بھور کے وقت تم تیار رہنا مین تمھارے ساتھ یہان سے نکل چلونگا ۔ تین بجے صبح گومہر سے ایک گاڑی لکھنؤ کو جاتی ہے ۔ ہملوگ فی الحال لکھنؤ کا ٹکٹ

لین گے" مریم نے کہا "اچھا اب جاؤ اور جلد سے جلد اپنا سامان درست کرلو"

(۱۸)

رؤف کو رخصت کرکے مریم نے تمام واقعات پر بیٹھکر تبصرہ کرنا شروع کیا وہ اب اتنا تڑپ چکی تھی کہ اب اسمین زیادہ تڑپنے کی تاب نہ تھی ۔ ناچار اُس نے سوچنا شروع کیا ۔ اور رفتہ رفتہ اسکے حواس درست ہونے لگے اور اُسکی عقل کام کرنے لگی ۔ اب رؤف اسکو ایک بہکانیوالا شیطان معلوم ہورہا تھا جو اسکو کمزور پاکر اپنی اس ہوس کو آسودہ کرنا چاہتا تھا جسکو ایک مدت سے اپنے دلمین پرورش دے رہا ہے ۔ اس خیال کے آتے ہی مریم پھر وہی سرکش مریم تھی ۔ نہین وہ ہرگز رؤف کو اپنے اوپر قابو نہین دے سکتی ۔ لیکن آخر پھر کیا کرے ۔ مریم کا دماغ تیزی سے اپنا کام کررہا تھا ۔ دفعتاً وہ مسکرائی جیسے کوئی بڑی مہم سر کرلی ہو ۔ وہ اُس جگہ گئی جہان ادریس کے لکھنے پڑھنے کا سامان تھا اور بیٹھکر ادریس کو یہ خط لکھا

"پیارے ۔ تم کہہ گئے ہو کہ مین تمکو اپنا سایہ بھی نہ دکھاؤن ۔ اسکا مین نے معقول انتظام کرلیا ہو جسکے بتانیکی ضرورت نہین ۔ بس آئندہ تم میری منحوس صورت نہ دیکھوگے چلتے چلتے بعض ایسے واقعات سے صحیح طور پر تمکو اطلاع دیدینا چاہتی ہون جن سے ابتک تم بیخبر ہو ۔ مین نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم میرے ساتھ شادی کرکے خوش نہ ہوگے اور وہی ہوا تمنے خوانخواہ مان سے بگاڑ کیا ۔ مین منع کرتی رہی ۔ بعد کو مین نے بہت چاہا کہ تم اپنا غم بھول جاؤ لیکن تم پر کوئی اثر نہ ہوا ۔ تم خود اس کوفت مین اور نہ جانے کس کس کوفت مین گھلتے رہے اور بے وجہ مجھے بھی گھلاتے رہے ۔ آخر کار مین نے سوچا کہ کسی طرح تم اپنی مان سے ملجاؤ ۔ اسکے لئے ایک دن تم سے چھپکر رام نگر گئی اور تمھاری مان سے ملی ۔ مین نے جس عاجزی کے ساتھ تمھاری مان سے خوشامدین کین شاید تم سے بھی نہ کرتی لیکن مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ بڑی بیدرد ہین ۔ اُنھون نے مجھے کتے بلی سے بدتر سمجھکر نکالدیا ۔ مین نے تم سے اسکا ذکر اسلئے نہین کیا کہ خوانخواہ تمھارا ملال بڑھیگا ۔ مگر مین بھی انسان ہون اور اپنی عزت آپ کرتی ہون ۔ مین نے قسم کھالی کہ اب جہانتک ہوسکیگا تمکو مان سے کبھی نہ ملنے دونگی ۔ مجھے یقین ہوگیا تھا کہ جہان تم مان سے ملے کہ میری زندگی اور بھی تلخ ہوجائیگی ۔ چنانچہ جب مین نے اُنکو ایک عورت کے ساتھ اپنے گھر کی طرف آتے دیکھا تو سمجھ گئی کہ وہ تمکو لینے آرہی ہین اور تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہوجاؤگے ۔ مین اسکو گوارا نہ کرسکتی تھی اسلئے مین نے دروازہ بند کرلیا ۔ میرے فرشتون کو بھی خبر نہ تھی کہ وہ ہم دونون کو لینے آئی ہین ۔ اور مین تمھاری مان کی قاتل نہین ٹھیرائی جاسکتی ۔ اب ایک بات اور رہگئی ہے جس مین مجھے اپنی صفائی کرنا ہے اور وہ رؤف سے میرے تعلقات ہین ۔ تم یقین کرو یا نہ کرو ۔ مجھے اب اسکی پروا نہین رہی ۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ مجھے رؤف سے کوئی سروکار نہ تھا جیسا کہ پہلے بھی تم سے کہہ چکی ہون ۔ اُسدن تمنے یا تمھارے دوست نے مجھے رؤف کی گود مین دیکھا ۔ یہ مین اقرار کرتی ہون مجھے اس حالت مین نہ ہونا چاہیے تھا ۔ مگر اسوقت مین اپنے ہوش مین نہ تھی ۔ مجھے کسی بات کا احساس نہ تھا ۔ تم مجھ سے لڑکر بستی چلے گئے تھے ۔ مین اپنی قسمت کو کوستی ندی کے کنارے چلی گئی تھی اور اس ٹیلہ تک پہنچی جہان پہلے پہل تمنے اپنی بے بنیاد محبت کا اظہار کیا ۔ رؤف نے مجھ سے ہمدردیان شروع کین ۔ مجھے کوئی حس نہ تھا کہ مین کہان ہون اور کیا کررہی ہون ۔ لیکن مجھے رؤف کے ساتھ ایک وقتی راحت ضرور ملی ۔ گنہگار در اصل مین بس اسقدر ہون ۔ ہان اس سے پہلے دو ایک بار یہ خیال ضرور آچکا تھا کہ اگر آج تمھاری جگہ رؤف ہوتا تو شاید میری یہ گت نہ ہوتی ۔ سو یہ ایک نسائی کمزوری تھی جسکی بنا پر مجھے کوئی سزا نہین دیجا سکتی ۔ بس مجھے اسی قدر کہنا تھا ۔ اب اگر میرے خدا نے چاہا تو نہ تم مجھے دیکھوگے اور نہ مجھ سے کچھ سنوگے ۔ ہان یہ پہلا اتفاق ہے کہ مین تمکو "تم" کہہ کر پکار رہی ہون ۔ اسکی وجہ یہ ہے

کہ آج مین اپنے کو ساری دنیا سے اور خاصکر تم سے بہت بلند چیز سمجھ رہی ہون - اسکی وجہ خود میری سمجھ مین نہین آتی - آخر مین یہ بھی کہدیتی ہون کہ اگر مین اب بھی کسی کو چاہنے کا دعویٰ کر سکتی ہون تو وہ تم ہو اور میری آخری دعائین تمھاری جان کے ساتھ ہین "

"تمھاری مریم"

بارہ بجے کا وقت تھا رات اندھیری تھی مریم نے خط ختم کیا اور یوسف پور جاکر نور محمد کو دیا - نور محمد اندیشہ ناک ہو کر اسکی صورت دیکھنے لگا مریم نے اسکی نگاہون سے تجاہل کرکے کہا "مین اب جاتی ہون - تم آدھ گھنٹے کے بعد اس خط کو جاکر ادریس میان کو دیدینا"

(۱۹)

ادریس کو جسوقت مریم کا خط ملا ہے اسوقت سکینہ کی تجہیز و تکفین کا سامان ہو رہا تھا - گاؤن والے جمع تھے اور "نوحۂ غم" سے "گھر کی رونق" بڑھی ہوئی تھی - مریم کا خط پڑھکر ادریس کچھ دیر کیلئے دم بخود ہو گیا اور پھر اسپر رد عمل کا دورہ شروع ہو گیا - اسکے دل مین طرح طرح کے خطرات پیدا ہونے لگے - مجبوراً اسنے ممتاز کو ہمراز بنا کر کہا "نہ جانے وہ کیا کرنیوالی ہے - میری رائے یہ ہے کہ تم میرے ساتھ فوراً نیواڑی پور چلو" ممتاز تیار ہو گیا

تھوڑی دیر مین دونون اس راستہ پر تھے جو آمی اور بریتیا کے درمیان مین ہے - آدھا راستہ طے ہو چکا تھا اور وہ ٹیلہ قریب تھا جو ادریس کی محبت کا گہوارہ بھی تھا اور تربت بھی - اس سے گذر کر ادریس نے دیکھا کہ ایک عورت بھاگی ہوئی چلی آرہی ہے اور اسکے پیچھے پیچھے ایک مرد دوڑتا ہوا آرہا ہے - عورت کہہ رہی تھی "نہین میرا پیچھا نہ کرو میری کمزوری سے فائدہ اُٹھانیکی کوشش نہ کرو - مین نے تم سے جو وعدہ کیا وہ ہوش و حواس کی حالت مین نہ تھا" ادریس نے مریم کی آواز کو پہچان لیا اور اسکی طرف لپکا - مریم نے اسکو دیکھ لیا حسرت بھرے لہجے مین کہا "آہ! مین چاہتی تھی کہ ایک بار اس ٹیلہ پر اور بیٹھ لون مگر میری قسمت مین اتنا بھی نہین" یہ کہکر وہ ندی مین کود پڑی - اسی کے ساتھ رؤف بھی کود ا جو اب مریم سے صرف چند قدمون کے فاصلہ پر رہگیا تھا

ادریس دیکھ رہا تھا کہ رؤف اور مریم باہم گتھے ہوئے غوطے کھا رہے ہین لیکن وہ سرتھامے کنارے بیٹھا ہوا تھا - جیسے اسکے اعصاب مفلوج ہو گئے ہون اور آنکھین پتھرا گئی ہون - ممتاز کھڑا غور سے دیکھ رہا تھا - رؤف ایسا تیراک نہ تھا جو ایک ڈوبتے ہوئے کو بچا سکے - چند منٹ مین مریم اور رؤف دونون تہ نشین ہونے لگے - یہ دیکھکر ممتاز بھی ندی مین کودا لیکن موقع تک پہنچنے مین اسکو دیر ہو گئی - رؤف اور مریم کی یادگار مین سطح آب پر صرف چند بلبلے رہگئے تھے

صبح ہوتے ہوتے رام نگر سے تین جنازے نکلے - ماتم دارونکی آمد و رفت جاری تھی لیکن ان مین ادریس کا کہین پتہ نہ تھا - ممتاز کی پریشانی کی کوئی حد نہ تھی - اسکو ایک طرف رابعہ اور اُسکے والدین کو سنبھالنا تھا اور دوسری طرف ادریس کو ڈھونڈ کر نکالنا تھا - دوپہر ہوتے ہوتے وہ ادریس کے کھوج مین نکلا - ادریس آمی کے کنارے اسی ٹیلہ کے پاس بیٹھا ہوا ملا - اس کا دماغ مختل تھا اور وہ کسی بات کا جواب نہ دیتا تھا - بڑی مشکل سے ممتاز اسکو رام نگر لے آسکا

(۲۰)

ان سانحات کو قریب قریب نو مہینے ہو چکے ہین۔ اس عرصہ مین ادریس کا دماغ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ اسکی اس بےچینی اور پراگندگی کا کہین پتہ نہین ہے جو اسکی فطرت ثانی ہو کر رہگئی تھی۔ وہ اب اسطرح مطمئن تھا گویا جو کچھ ہونا تھا وہ سب ہو چکا ہے اور وہ زمین و آسمان کی آفتون سے بالکل مامون ہے۔ ادریس کو اب جو دیکھتا تھا وہ اسکو ایک نئی ہستی پاتا تھا۔ وہ ابھی تک رام نگر مین تھا۔ ممتاز بھی اسکے ساتھ رہتا تھا۔ ادریس صبح سے شام تک خاموش رہتا تھا اور صرف شام کے وقت اس ٹیلہ کی زیارت کر آتا تھا جو اسکے لئے دنیا کی بہترین اور عزیز ترین عبادت گاہ ہو گئی تھی۔ مختصر یہ کہ وہ اس شعر کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھا

چندانکہ دست و پا زدم آشفتہ تر شدم ساکن شدم میانۂ دریا قرار شد

ادریس کی اندرونی کیفیت کو سمجھنے والے صرف دو تھے۔ ایک تو ممتاز دوسری رابعہ۔ رابعہ کا باپ ایک ماہ پہلے ہیضہ کی وبا مین مر چکا تھا۔ پے بہ پے مصیبتون نے رابعہ کے دل مین ایک خستگی ایک گداز ایک گھلاوٹ پیدا کر دی تھی اور اب وہ اپنے اور ادریس کے درمیان ایک مشترک عنصر محسوس کر رہی تھی۔ وہ ادریس سے ملنے کے لئے بیتاب تھی۔ اُسنے کئی بار ادریس کو بلا بھیجا مگر ادریس اپنی خیالی دنیا مین کچھ ایسا محو تھا کہ اُسنے رابعہ کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ ایک دن ۱۲ بجے رات کو جبکہ سارے رام نگر پر ایک سکوتِ خواب مسلط تھا رابعہ خود ادریس کے پاس پہنچی۔ ممتاز سو گیا تھا۔ مگر ادریس اپنے بستر پر بیٹھا تکیہ زانوؤن پر دھرے کچھ سوچ رہا تھا۔ رابعہ کو دیکھکر اسکی پیشانی پر بل پڑ گئے اُسنے کہا

"تم کس لئے یہان آئی ہو؟ اب تمکو مجھ سے کیا کام ہے؟"

رابعہ نے اسکے تیور کی پروانہ کی اور ہاتھ جوڑ کر بولی "ادریس اس مین شک نہین کہ میرا منہ ہرگز اس قابل نہین رہا کہ تم سے ملون یا کچھ کہون لیکن مین انسان ہون اور انسان خطاؤن کا پتلا ہے خطاؤن کو معاف کرنا صفات خداوندی مین سے ہے۔ تم فیاض ہو۔ دریا دل ہو تمھاری اپنی مصیبتون نے تمکو اس قابل بنا دیا ہے کہ دوسرون کی مصیبت کو سمجھو۔ مجھے اس سے انکار نہین کہ تم کو برباد کرنے والی دراصل مین تھی لیکن میرے اچھے ادریس تم مجھکو معاف کر دو اور مجھے اپنی لونڈی بنا کر رکھ لو مجھکو معلوم ہو چکا ہے کہ اگر تمنے اپنے دامن مین پناہ نہ دی تو مجھے دنیا مین کہین پناہ نہ ملیگی۔ ادریس مین تمکو اپنا معبود سمجھکر پوجونگی مجھے معاف کر دو"!

رابعہ کا لہجہ درد بھرا تھا۔ ادریس متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اُسنے رابعہ کو بستر پر بٹھا کر کہا "ہر چند نہ مین خدا ہون اور نہ ہونا چاہتا تاہم تمھاری کلفتون کو محسوس کرتا ہون۔ اگر تم اس سے پہلے معافی مانگتین تو مین ہرگز معاف نہ کرتا لیکن اب مین اس درجہ کو پہنچ چکا ہون جہان کسی کو کسی سے شکایت نہین ہوتی۔ مین زندگی کی اصلیت سمجھ چکا ہون۔ اور تمنے جو کچھ کیا اسکو مین گناہ نہین سمجھتا پھر تمھین کہو مین معاف کس چیز کو کرون۔ رہگیا یہ سوال کہ مین تمکو اپنی پناہ مین لے سکتا ہون یا نہین سو اسکے متعلق مجھے ایک بات کہنا ہے۔ اگر تم غور سے سننے کے لئے اور سوچ سمجھکر اسپر عمل کرنیکے لئے تیار ہو تو کہون"

رابعہ سراپا گوش بنگئی۔ ادریس نے ممتاز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "مین تمکو چاہنے اور تم سے چاہے جانیکا اس بدنصیب کو اپنے سے زیادہ مستحق سمجھتا ہون اور میرا ایمان یہ ہے کہ تم کو اگر چین نصیب ہو سکتا ہے تو میرے دامن مین نہین بلکہ اسی کے دامن مین۔ تم اسکو نہین سمجھو گی۔

مگر میں خوب سمجھتا ہون۔ تمنے اسکو کبھی نظر بھر کر دیکھا بھی نہین مگر یہ تمکو اسی طرح چاہتا رہا۔ ذرا سوچو تو وہ تم کو اس حالت مین بھی چاہتا رہا جبکہ مجھکو تم سے شدید ترین نفرت تھی۔ اسلئے میری صلاح یہ ہے کہ تم ممتاز کو اپنا سرتاج بنالو۔ راحت پاؤگی۔ اس سے زیادہ نہ مین کچھ کہہ سکتا ہون اور نہ تمہارے کام آسکتا ہون۔ اگر کسی کے کام آسکتا تو سب سے پہلے اپنے کام آتا اور مریم کو یون نہ کھو دیتا۔ اگر محبت واقعی کوئی چیز ہے اور اگر مین نے کسی کی محبت کی تو وہ تمہاری نہین بلکہ مریم کی۔ اسکا یہ حشر ہوا۔ تمنے مجھکو مٹایا۔ مین نے مریم کو۔ ذرا دیکھنا کس کا انتقام کس سے لیا گیا۔ نہ جانے اب میرا انجام کیا ہونیوالا ہے" یہ کہکر ادریس نے آنکھون مین آنسو بھر کر یہ شعر پڑھا

طالع بخت مرا ہیچ منجم نہ شناخت — یارب از مادر گیتی بچہ طالع زادم!

رابعہ ساکت وصامت ادریس کا منہ تکتی رہی۔ ادریس نے کہا " اب جاؤ مین کل تمھاری مان سے آکر اس معاملہ پر گفتگو کرونگا لیکن اگر تمنے میرا مشورہ نہ مانا تو مجھے تم سے پھر نفرت ہوجائیگی" ادریس نے رابعہ کا ماتھا چومکر اسکو رخصت کردیا اور تھوڑی دیر بعد ممتاز کو بلاکر اس سے پورا واقعہ بیان کردیا

ممتاز نے کہا " تمنے بڑی غلطی کی۔ سکون کی مجھ سے زیادہ تمکو ضرورت ہے۔ اور بہت ممکن تھا خدا تمکو اسی بہانہ سکون دیتا ادریس محبت سے زیادہ سکون بخش چیز دنیا مین کوئی نہین"

ادریس نے مسکراکر کہا " مین نے اس معاملہ پر کافی غور کرلیا ہے۔ سکون واطمینان ہر شخص کے حصہ کی چیز نہین۔ یہ اپنا اپنا کردار ہوتا ہے اور اپنا اپنا نصیب جو انسان کی زندگی کو بناتا بگاڑتا ہے۔ چنانچہ یہ میرا ہی کردار تھا جسنے مجھے برباد کیا اور میرے ساتھ دو معصوم اور بے گناہ عورتون کو خاک مین ملادیا۔ خدا کی بحث میرے سامنے نہ نکالو۔ جس چیز کو تم خدا کہتے ہو مین اسکو ایک اندھی قوت سمجھتا ہون جو ایک فاتر العقل بچے کی طرح حسین چیزون کے ساتھ پہلے تو کھیلتی ہے اور پھر انکو توڑ پھوڑ کر رکھدیتی ہے۔ رہگئی محبت سو میرا خیال ہے کہ اس دنیا کے حوادث مین اسکا وجود نہین۔ اس دنیا کی محبت کے متعلق اثر نے سچ کہا ہے

واقعی کون کس کو چاہے ہے — ہر کوئی وہم مین بنا ہے ہے

ممتاز تمھارے معتقدات کچھ اور ہین۔ تمھارا مزاج تمھاری طبیعت کچھ اور ہے اسلئے تم رابعہ کے ساتھ آسودگی ضرور پا سکتے ہو مجھے چھوڑو۔ مین نے اپنی آئندہ زندگی کا نقشہ بنالیا ہے۔ میرے پاس جو کچھ ہے وہ سب مریم کی راہ مین خیرات کردونگا اور خود تیواری پور کی سی جھونپڑی مین رسول شاہ کے ساتھ رہکر کھیتی پر بسر اوقات کرونگا"

مجنون گورکھپوری

ہمیشہ یاد رکھئے

(۱) خط وکتابت مین نمبر خریداری درج کرنا (۲) جوابی امور کے لئے ٹکٹ جوابی کارڈ بھیجنا (۳) بیس تک پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع کرنا (۴) منی آرڈر کے کوپن مین نمبر خریداری درج کرنا

(مینجر نگار لکھنؤ)

تصوف اسلام پر ایک مورخانہ نظر

(بہ سلسلۂ ماسبق)

امام غزالی کے صوفیانہ تجارب امام غزالی فرماتے ہین اس دور عزلت نشینی مین مجھ پر ایسی ایسی چیزین منکشف ہوئین کہ انھین شمار نہین کر سکتے، دوسرونکے فائدہ کے لئے اتنا بتا دینا چاہتا ہون، کہ مجھے علم یقینی ہو گیا ہے، کہ صرف صوفیہ ہی سلوک الہیہ کے رہرو ہین، اور یہ کہ انکے آئین وضوابط سب سے عمدہ انکا طریقہ سب سے یقینی، اور انکے صفات سب سے پاک اور ستودہ ہین، اگر عالم کے عقلا اپنے ذہن فضلا اپنی عقل، اور قانون الہیہ کے ماہرین اسرار، اپنے علم ومعرفت کیساتھ، مجتمع ہو کر چاہین، کہ مسلک تصوف کے کسی آئین مین تغیر وتبدل یا ترمیم کرین، تو انہین اسکا موقع نہین، صوفیہ نے تمام عملیات خواہ وہ حرکت سے متعلق ہون یا سکون سے، خارجی ہون یا داخلی، شمع وحی کی روشنی سے مستفاد ہین، اور روئے زمین پر انوار وحی کے سوا، کوئی دوسری شے ایسی نہین جس سے استفادہ نورانی کیا جائے مختصر یہ کہ انکے پاک مسلک کے متعلق، جو کچھ کہا گیا، وہ یہی ہے، مسلک تصوف کی پہلی تلقین یہ ہے، کہ دماغ کو غیر خدا سے بالکل پاک وصاف کر دیا جائے، اسلئے داخلہ کی کنجی اذان نماز کی طرح (جسکا مقصد یہ ہے کہ اب نماز کے سوا، تمام اعمال ناجائز ہین) یہ ہے کہ دماغ کو سراپا خدا کی یاد مین مستغرق رکھا جائے،

ابتدًا ایک رہروطریق، کی نظرون سے حجابات (مادیہ) دور ہو جاتے ہین، اور اس کیلئے روحانی علم وعرفان کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، طریقت کا وہ رہرو، عالم بیداری ہی مین ملائکہ اور ارواح انبیا کا مشاہدہ کرتا ہے، انکی آوازین سنتا ہے، اور ان سے کسب عرفان کرتا ہے، اسکے بعد اسکی روحانی حالت ایسی ارفع ہونے لگتی ہے، کہ صور وامثال کے حجابات دور ہو جاتے ہین، اور وہ ایک ایسے نشیمن تک جا پہونچتا ہے جسکا صحیح مرقع الفاظ مین نہین پیش کر سکتے، قرب الہیہ کی وہ منزل اسکے سامنے ہوتی ہے، جسے بعضون نے "حلول" سے موسوم کیا، بعضون نے "اتحاد" اور "وصول" سے لیکن یہ تمام تعبیرات ناقص ہین، جو اس عالم شہود کی صحیح ترجمانی نہین کر سکتین،

عالم "شہود" اور کیفیت "حال" صوفیہ کا خیال ہے کہ رہرو طریقت کو یہ لذت شہود عالم "حال" مین میسر ہوتی ہے "حال" کے متعلق میکڈونلڈ لکھتا ہے، کہ اس سے وہ نفسیاتی حالت مراد ہے، جسکی تکوین نہ تو کسی سعی کا نتیجہ ہے، اور نہ کوئی ظاہری علت اسکے حدوث کا سبب ہے، یہ ایک احساس ہے، جو قوت ادراک کے مخالف ہے، یہ ایک قریبی شعور ہے، جسے مشتقات علمیہ سے تعبیر نہین کر سکتے، صوفیہ نے لفظ "احوال" کو مسرت وغم، علو وحضیض سے بھی تعبیر کیا ہے، جو عابد کے قلب مین نازل ہوتا ہے، یہ اصطلاح اپنی آخری ترقی یافتہ صورت مین وہ اعلی معنی ظاہر کرتی ہے، جسے بیخودی (Ecstacy) کہتے ہین، جسوقت صوفی احساس خودی سے گزر جاتا ہے، اسے عالم مادی کا شعور باقی نہین رہتا، اسوقت اسے صرف خدا ہی کا شعور ہوتا ہے، یہ کیفیات اسکے ارادہ سے حاصل نہین ہو سکتین بلکہ اس وقت روح آتی اور روانہ ہوتی ہے

ملاشاہ اور مراقبہ ذات

میکڈونلڈ لکھتا ہے، کہ صوفیانہ زندگی کی دوسری مثال ہم لوگون کو ہندوستان کے اس دور کی طرف متوجہ کرتی ہے، جب اکبر، جہانگیر، شاہجہان، اور اورنگ زیب سریر آرائے حکومت تھے، اس عہد مین ایک نہایت مشہور صوفی گزرے ہین، جو کچھ دنون بلخ مین رہے، کاشمیر مین آئے، اور پھر لاہور مین اقامت کرلی، فرانس کے مشہور مستشرق، وان کریمر کی بدولت آپکی زندگی، اور آپکے اقوال منصۂ شہود پر آئے فاضل مستشرق نے یہ روایات بہ سند متصل حاصل کئے ہین جنھین آپکے ایک مقرب مرید نے ایک کتاب مین جمع کردیا تھا، یہ جامع روایات (خسرو دہلوی کی طرح) صوفیانہ زندگی گزار رہا تھا، اور دربار مغلیہ مین بھی ایک معزز عہدہ پر فائز تھا، وہ بزرگ حضرت ملاشاہ تھے، جو ۱۵۸۴ء مین بمقام بدخشان پیدا ہوئے، بلخ اور لاہور مین تعلیم پائی اور سلسلہ قادریہ مین بیعت کرلی، آپ وحدت فی الکثرت کا ذوق صوفیانہ رکھتے تھے، اور لوگونکی ناراضگی اور دل آزاری کے خیال سے اسلام کے ظاہری طریقہ پر بھی عامل تھے، آپکا حلقہ اثر اسقدر مقناطیسی پہلو رکھتا تھا کہ مریدنکا ہجوم لگا رہتا، آپ کے متعلق کفر والحاد کا فتوی بھی جاری ہوا، لیکن آپ نے اورنگ زیب جیسے ظاہر بین، اور سخت گیر مسلمان کو مانوف رکھا، اور ایک پاک اور مقدس زندگی گزار کر ۱۶۶۱ء مین بمقام لاہور انتقال کیا،

آپکے مرید اور مولف زندگی کا نام توکل بیگ تھا، جسے آپنے ابتدائے شباب ہی مین صوفیانہ زندگی سے آشنا کیا، توکل بیگ کمالات صوفیانہ کے اس نقطہ پر پہونچا، جہان اس نے نور باطن کا مشاہدہ کیا، اور جہان اسے ہر شے مین وحدت کی جلوہ گری معلوم ہوتی تھی، اور جہان وہ اپنی انفرادی ہستی کو بھی فانی اور ہستی واحد مین جذب ہوکر، باقی تصور کرنے لگا تھا،

توکل بیگ خود اپنی صوفیانہ ریاضت کے متعلق لکھتا ہے، جسے وان کریمر نے فارسی سے فرنچ مین ترجمہ کیا میکڈونلڈ نے فرنچ ہی کا انگریزی ترجمہ کیا تھا، جسے اردو مین پیش کیا جاتا ہے، توکل بیگ لکھتا ہے :-

مینے تمام رات بغیر آنکھ جھپکائے گزار دی، اور ایک لاکھ مرتبہ قرآن مجید کی ایکسو بارہوین سورۃ (سورۃ اخلاص) تلاوت کرنے مین مشغول ہوگیا، یہ عمل مینے چند دنون مین ختم کیا، مشہور ہے کہ اس سورہ مین اسم اعظم ہے، جو شخص اسے ایک لاکھ مرتبہ پڑھیگا، اسکے اثر سے اسکی تمام مرادین برآوینگی، اسلئے مینے حضرت ملاشاہ کی نظر محبت حاصل کرنے کی غرض سے یہ عمل شروع کردیا، اور مین عقیدہ راسخ رکھتا تھا، کہ اس ذریعہ سے میری مراد برآویگی مینے جسوقت لاکھون مرتبہ یہ سورت پڑھی، میرے مرشد کے دل مین میری ہمدردی پیدا ہوئی، اور آپنے اسوقت سنکھین محمد اپنے خلیفہ کو بھیجکر مجھے اپنے حضور مین طلب کیا، تمام رات آپنے مجھ پر " توجہ " مبذول کی اور مین خود اپنے قلب کی طرف توجہ کرتا رہا، مگر میرے قلب کی عقدہ کشائی نہ ہوسکی،

اس طرح تین راتین گزر گئین، حضرت ملاشاہ اپنی روحانی توجہ صرف فرماتے رہے، لیکن کوئی اثر مرتب نہوا، چوتھی رات ملاشاہ نے کہا کہ سنگھین محمد اور صالح بیگ جو جذبہ "حال" رکھتے تھے، اپنی توجہ کرینگے، انہون نے اس حکم کی پیروی کی، اور مین تمام رات قبلہ رخ ہوکر بیٹھا رہا، اور اپنی تمام قوتین اپنے قلب کی طرف مبذول رکھین، صبح کے وقت کسی قدر نور اور صفائی میرے قلب مین جلوہ گر ہوئی، لیکن مین رنگ یا صورت کی تمیز نہین کرسکتا تھا،

نماز صبح کے بعد مین ان دو متذکرہ بالا آدمیون کے ساتھ اپنے پیر کے پاس گیا، انھون نے مجھے سلام کیا اور ان دونون آدمیون سے

دریافت کیا کہ میرے لئے انھون نے کیا کیا، تب وہ میری طرف مخاطب ہوئے، اور مجھ سے میرے تجارب کے متعلق سوال کیا، مینے کہا کہ مین قلب کے اندر ایک قسم کی صفائی محسوس کرتا ہون، اسپر شیخ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا، اور مجھ سے کہا کہ تمھارا قلب مجموعہ محاسن ہونیکے باوجود اس قدر تاریک ہوگیا ہے کہ سمندر ناپیدا کنار کے دو کھبوے بھی اسمین نہ تو چمک پیدا کرسکے نہ جلا، اب وقت آگیا ہے کہ مین خود دکھاؤن کہ یہ کیونکر پاک صاف ہوجاتا ہے،

اسکے بعد انھون نے مجھے اپنے نزدیک بٹھایا، میرے حواس کا یہ حال تھا کہ جیسے مین مست ہون، میرے مرشد نے مجھے حکم دیا کہ مین آپکی صورت قلب مین متعین کرون، آپنے میری آنکھون پر پٹی باندھدی، اور کہا کہ مین اپنی تمام دماغی قوتین اپنے قلب پر مجتمع رکھون، مینے ایسا ہی کیا، اور ایک آن مین خدا کی عنایت اور شیخ کے فیضان باطنی سے میرا قلب منکشف ہوگیا، مینے دیکھا کہ میرے اندر الٹے ہوئے پیالہ کی طرح کوئی چیز رکھی تھی، وہ سیدھی ہوگئی، اس سے مجھ مین بے انتہا مسرت پیدا ہوئی مینے مرشد سے کہا کہ اس حجرہ کی طرح جسمین مین آپکے نزدیک بیٹھا ہوا ہون، ایک دوسرا حجرہ خود اپنے اندر دیکھ رہا ہون، اور مجھے ایسا نظر آرہا ہے، جیسے کوئی دوسرا توکل بیگ کسی دوسرے ملاشاہ کے نزدیک بیٹھا ہوا ہے،

تب انھون نے حکم دیا کہ مین آنکھین کھول دون، مینے اپنی ظاہری آنکھون سے انھین اپنے نزدیک بیٹھا ہوا دیکھا اسکے بعد پھر انھون نے میری آنکھون پر پٹی باندھ دی، اور مینے اپنی روحانی آنکھون سے انھین اسی طرح بیٹھا ہوا دیکھا حیرت مین آکر مین پکار اٹھا، یا مرشد اخواہ مین اپنی جسمانی آنکھون سے دیکھون یا روحانی آنکھون سے صرف آپ ہی آپ نظر آتے ہین،

اسکے بعد مینے دیکھا کوئی تر مراتی ہوئی شکل میری طرف چلی آرہی ہے، جب اپنے مرشد سے مینے اسکا تذکرہ کیا تو انھون نے مجھسے کہا کہ اس صورت سے نام دریافت کرنا، مینے اپنے دماغ ہی مین یہ سوال کیا، اور اس صورت نے قلب سے جواب دیا، میرا نام عبدالقادر جیلانی ہے، مینے اپنے گوش روحانی سے یہ آواز سنی، تب میرے مرشد نے مجھے تلقین کی کہ مین ولی موصوف سے، روحانی استمداد، اور فیض باطنی کی درخواست کرون، جب مینے یہ درخواست کی تو روح نے جواب دیا کہ مین تمھین اپنی امداد تفویض کرچکا ہون، اور یہی وجہ ہے کہ تمھارے قلب کی عقدہ کشائی ہوئی ہے، جذبۂ تشکر سے سرشار ہوکر مینے ولی موصوف کی طرف سے ہر جمعہ کی رات کو کامل قرآن ختم کرلینا لازم کرلیا، اور کامل دو سال تک یہ عمل مینے کیا کبھی ناغہ نہ کیا میرے مرشد ملاشاہ نے کہا، عالم روحانی اپنے کمال حسن کے ساتھ تمھین دکھایا گیا اب بیخودی کو کامل طور سے اس عالم غائب کے مشاہدہ عجائب مین مٹاتے رہو مین سختی کے ساتھ اپنے مرشد کے ہدایات پر عمل پیرا رہتا تھا، اور روز بروز عالم روحانی کا علم مجھے زیادہ ہوتا جاتا تھا، اسکے بعد مینے ایک دن آن حضرت صلعم اور آپکے مخصوص صحابیون کی صورت دیکھی اور ملائکہ اور اولیاء اللہ کی جماعتین میری نظر باطن سے گزرتی تھین اسی صورت سے تین ماہ گزرگئے، اور مین ارتقائے روحانی کے اس نقطہ پر پہونچا، جہان رنگ مٹ جاتا ہے، اسوقت یہ تمام صورتین غائب ہوگئین، اس دور مین

Proceedings of the Psychical Research Society (ل) مین اس قسم کے اکثر واقعات پائے جاتے ہین، یورپ اور امریکہ مین روحانیات کی ترقی نے اس قسم کے بیشتر صوفیانہ خیالات کی تصدیق کردی ہے، آجکل میرے ماموں جناب مخدومی سید مظہر الحق صاحب بیرسٹر کو روحانیات کے مطالعہ کا خاص شغف ہے مطبوعات امریکہ و یورپ کی قدیم و جدید تقریباً پانچسو جلدین آپکے کتب خانہ مین اس فن کی کتابین موجود ہین فرماتے تھے کہ ایک ماہر روحانیات خود اپنا مشاہدہ لکھتا ہے، کہ اسنے امام غزالی کی روح سے ملاقات کی، اور انہین زمرد کا ہار پہنے دیکھا، دماغ ہی مین سوال کرنا اور قلب مین جواب پالینا موجودہ (قراۃ افکار) Telepathy نے ثابت کردیا ہے،

میرے مرشد نے کبھی وصل آلہی اور «باطن» صوفیانہ کی توضیح کرنی ترک نہین کی، لیکن انھون نے مجھے حقیقت کاملہ دکھانا پسند نہین کیا، البتہ ایک برس کے بعد علم حقیقت اور یہ کہ اس سے میری اصلی ہستی کو کیا تعلق ہے، مجھ پر منکشف ہوا، اسوقت میرے قلب مین مفصلہ ذیل اشعار کا الہام ہوا، اور یہان سے غیر شعوری طور پر یہ اشعار میری زبان پر جاری ہوگئے

ڈمیکڈونلڈ نے انگریزی اشعار لکھے ہین جو وان کریمر کے فرانسیسی کا ترجمہ ہے، توکل بیگ کے اشعار ملہمانہ فارسی مین تھے، انگریزی کا خلاصہ ترجمہ حسب ذیل ہے،

مجھے یہ خبر نہ تھی کہ یہ برباد ہو جانے والا جسم صرف آب و خاک کا ایک تودہ ہے، مجھے پتہ نہ تھا کہ قلب، روح، اور جسم مین کیسی کیسی قوتین مجتمع ہین، مین بہت متاسف ہون، کہ میری زندگی کا اس قدر حصہ تیرے (خدا؟) بغیر گزر گیا، مین «تم» تھا اور مجھے اسکا علم نہ تھا، جب مینے ملاشاہ سے اس شاعرانہ الہام کا تذکرہ کیا، تو وہ خوش ہوئے کہ اب «اتحاد الہیہ» کا خیال میرے دلمین ظاہر ہوا، اور اپنے احباب کو مخاطب کرکے انھون نے کہا، «توکل بیگ نے میرے منہ سے اتحاد الٰہی کی باتین سنین اور وہ کبھی اسکے رموز کی تکذیب نہین کرینگے، انکی نظر باطن منکشف ہوگئی انکے سامنے رنگ و روپ کا میدان آیا اور وہ اسکی اس منزل پر بھی پہونچے جہان الوان و صور مٹ جاتے ہین، اس شخص کو جو اتحاد الہیہ کے ان وادیون سے گزر جاتا ہے، کامل حقیقت کا علم ہو جاتا ہے، پھر نہ تو وہ اپنے شکوک سے گمراہ ہوتا ہے، نہ منکرین کی اغوا سے،

اسکے بعد میکڈونلڈ نے ملاشاہ کے دو شاہی مریدون دارا شکوہ اور اسکی بہن فاطمہ کے متعلق توکل بیگ کے بیان کا ترجمہ کیا ہے، فاطمہ نے مشاہدات باطنی، صوفیانہ تجارب، اور علوی روحانی تفصیل سے لکھے ہین ارباب ذوق چاہین تو «رلجس ایٹیچیوڈ اینڈ لائف ان اسلام» کا مطالعہ کرین،

مثال نفس کشی، «ذکر» اور اسکے اسرار

ایڈورڈ ولیم لین اپنی اقامت قاہرہ کے زمانہ کی مفصلہ ذیل روایت اپنے ترجمہ الف لیلیٰ کے نوٹ مین لکھتا ہے،

ابوالقاسم گیلانی قاہرہ مین میرے ایک دوست تھے، انھون نے درجۂ ولایت کے حاصل کرنے کیلئے جو نفس کشی اور دوسرے ذرایع اختیار کئے تھے، انکا تذکرہ مجھ سے کر رہے تھے، یہ عمل «جبر نفسیہ» اور کامل توکل علی اللہ سے متعلق تھا، انہون نے تلاش مرشد مین اپنا گھر چھوڑ دیا، اور فارس اور اسکے آس پاس کے ممالک مین (وہ اگر ضرورت ہوتی تو دور دراز مقامات مین) سیر و سفر کرنے کے لئے نکلے، بہت دنون تک وہ انسانی آبادی سے علیحدہ علیحدہ رہے، صبح سے شام تک روزہ رکھتے، اور کسی قدر گھانس یا جنگلی پھل سے افطار کر لیتے، یہانتک کہ بتدریج وہ کل اکل و شرب کے تکلفات سے بھی سبکدوش ہو گئے، پہلے انکے پاؤن مین آبلے پڑ گئے، سخت پتھرون سے جگہ بہ جگہ زخمی ہوئے، اور بالکل صلب ہو گئے، مگر غذا کی کمی کے اعتبار سے اصول فطرت کے خلاف انکا جسم اور توانا ہو گیا، اور خواہشات بڑھ گئین، آفتاب کی حدت، اور شانہ پر کالے کالے بال لٹکائے رہتے، اور عریانی جسم سے انکی صورت بھیانک اور وحشتناک معلوم ہوتی تھی، پہلے پہل جب ایک قصبہ مین انکا گزر ہوا، تو لڑکون نے انہین گھیر لیا، اور پتھر برسانے لگے، اسلئے وہ آبادی سے علیحدہ ہو گئے، اور ہمارے قدیم الایام اجداد کی طرح ایک حد تک جسم کو پتون سے چھپایا، اور قبل اسکے کہ پتے سوکھ کر جسم سے علیحدہ ہون وہ شہر چھوڑ دیتے تھے، عموماً انسانی رہگزر سے الگ رہتے، اگر کسی ریگستان مین گزر ہوتا

(جہان نہ جنگلی میوے دستیاب ہو سکتے تھے، نہ پتے) تو آبادی طرف رخ کرتے، اور ایک ٹکڑہ روٹی اور ایک گلاس پانی کسی سخی آدمی سے لیتے، ایک چیز جس سے خصوصیت کے ساتھ وہ خوف کرتے تھے، یہ تھی کہ کہین، کہ کسی فاسق یا شیطان سے (جو انسانی شکل مین ہو) مدد نہ پہونچے ایک مرتبہ ایک تپتے ہوئے ویران مقام مین انکا گزر ہوا، تین دن تک انھین کچھ کھانے کو نہ ملا، نہ گھانس کی ایک پتی ملی نہ پانی کا کوئی چشمہ، تشنگی کا سخت غلبہ تھا، انھون نے دعا کی کہ خدا کسی شخص کو ایک گھڑا پانی لیکر روانہ کرے لیکن ساتھ یہ شرط بھی کی کہ پانی بغدادی گھڑے مین ہو تاکہ مین جان لون کہ یہ تیری طرف سے ہے، شیطان کی طرف سے نہین ہے، اور جب مین اس سے پینے کے لئے مانگون، تو وہ اسے میرے سر پر ڈال دے تاکہ مین اپنے نفس امارہ کو زیادہ آسودہ نہ کر سکون، مینے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو ایک آدمی سبز بغدادی گھڑے مین پانی لئے ہوئے آرہا تھا مینے جب اس سے پینے کیلئے مانگا تو اس نے میرے سر پر بہادیا، اور روانہ ہو گیا، اللہ کی قسم ایسا ہوا، اس معجزانہ کرامت کو انھون نے درجات ولایت کا ایک حصہ سمجھا، پانی سے وہ تازہ دم ہو گئے اور منازل ریگستان طے کرنا شروع کئے، لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد پھر تشنگی کا غلبہ ہوا، اور انہین ایسا معلوم ہونے لگا کہ اب وہ بیہوش ہو جاوینگے، کہ سامنے ایک پہاڑی نظر آئی، اور اسکے دامن مین ایک جھرنا جاری تھا، انھون نے نفس کشی کی غرض سے پانی پینے کے قبل پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے کا ارادہ کیا، جہان وہ بڑی دقت سے تمام دن کی محنت کے بعد پہونچے، وہ قلہ کوہ پر کھڑے تھے کہ انہون نے سوارون کی ایک جماعت دیکھی جو دامن کوہ کے نزدیک آکر ٹھہر گئی، انکا سردار جو آگے آگے تھا، انکا نام لیکر بولا، اے ابوالقاسم اے گیلانی، نیچے آؤ، اور پانی پیو، لیکن میرے دوستنے اس خیال سے کہ وہ ابلیس ہے، اور اسکے رفقا اسکی اولاد ہین، انھون نے خواہش رد کی یہانتک کہ یہ فریبی اپنی جماعت کے ساتھ روانہ ہوا، اور نظر سے غائب ہو گیا، آفتاب غروب ہو گیا، اور انکی تشنگی مین بھی کچھ کمی ہو گئی تھی، پھر بھی انھون نے پانی کے چند قطرے پئے، دشت پیمائی کرتے کرتے انکا گزر ایک سنگلاخ مین ہوا، جہان انہون نے ایک ضعیف العمر شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا، انکی داڑھی لانبی اور سفید تھی، بزرگ نے انھین مخاطب کرکے دریافت کیا، کہ کس چیز کی تلاش ہے؟ انہون نے کہا کہ مین ایک روحانی مرشد کی تلاش مین ہون، اور میرا دل کہہ رہا ہے، مجھے جنکی تلاش ہے، وہ آپ ہی ہین، بزرگ نے کہا میرے بچے، تم سامنے ایک بزرگ کا مقبرہ دیکھ رہے ہو، یہ وہ جگہ ہے، جہان دعا کا جواب ملتا ہے، وہان جاؤ اور مقبرہ کے اندر بیٹھو، نہ کھاؤ نہ پیو اور نہ استراحت کرو، بلکہ رات دن آہستہ آہستہ لا الٰہ الا اللہ کا ورد رکھو دیکھو، ذیروح مخلوق تمھاری جنبش لب دیکھ نہ سکے، کیونکہ اس وظیفہ کے مخصوص صفات مین ایک یہ ہے کہ ورد مین لب کو کوئی جنبش نہ ہو، جاؤ تم پر سلامتی ہو" میرے دوست کہتے تھے حسب ارشاد مین وہان گیا تو دیکھا ایک چھوٹی سی مربع عمارت ہے، جس مین ایک گنبد ہے، اور دروازہ کھلا ہوا ہے، مین اندر جاکر بیٹھ گیا اور طاق اور مخروطی شکل کی عمارت کی طرف جو قبر پر بنی ہوئی تھی اپنا رخ کر لیا،

یہ شام کا وقت تھا، مینے توحید کے یہ خموش مشاغل جس طرح میرے مرشد نے ہدایت کی تھی، شروع کر دئے مینے دیکھا کہ ایک دھندلے رنگ کی کوئی صورت میرے پہلو مین بیٹھی ہے، اور مجھے میری ریاضت عابدانہ مین مدد دے رہی ہے مینے اسے مس کرنے کے لئے اپنے ہاتھ پھیلائے، لیکن مجھے معلوم ہوا، کہ یہ کوئی مادی ذات نہین باایمہ وہ صورت وہان موجود تھی، مینے اچھی طرح دیکھا، اس نظارہ سے مجھے ترغیب ہوئی، اور مین اپنے عمل مین بلا وقفہ شبانہ روز مشغول رہا، نہ مین کچھ کھاتا تھا نہ پیتا تھا، پھر بھی میری روحانی طاقت روز افزون تھی، تیسرے دن

مین مقبرہ کی سفید دیوارون، زمین اور ہوامین، اور جس طرف مین نظر اوٹھا کر دیکھتا تھا لا الہ الا اللہ لکھا ہوا پاتا، اور جب کبھی ایک مکھی مقبرہ مین داخل ہوتی، تھی تو وہ بھی اپنے رقص پرواز سے یہی کلمہ لکھ دیتی تھی، خدا کی قسم ایسا ہوا، اب میرا مقصد کامل طور سے حاصل ہو گیا مینے دیکھا کہ مجھے علم مابعد الطبیعۃ حاصل ہو گیا ہے، احباب اور ارباب تعارف کے خیالات مجھے ستاتے نہ تھے لیکن ہر دوست جو فارس، ہند، عرب، و ترکستان مین تھا، اور جو کچھ وہ کر رہا تھا میرے پیش نظر معلوم ہوتا تھا مجھے ایک ناقابل بیان مسرت حاصل ہوئی .... یہ حالت چند سال تک باقی رہی، لیکن آخر کار مین دنیاوی اغراض کے فریب مین مبتلا ہو گیا، مین اس ملک مین آیا ایک خطاط کی حیثیت سے میری شہرت ہوتی، اور حکومت نے مجھے ایک منصب بھی عطا کیا، اب دیکھو یہ شال ہے، یہ الماس کی بنی ہوئی چیز میرے سینہ پر ہے مین ضعیف ہو گیا اب خوف ہوتا ہے کہ مجھے نفس کشی کے ان مصائب کی برداشت نہ ہو گی، جن سے بہت حقیقی حاصل ہو، گو مینے ارادہ کر لیا ہے، کہ مین ایک بار کوشش کرونگا"

لین کہتا ہے، اس گفتگو کے تھوڑے ہی دن کے بعد میرے دوست منصب سے برطرف کر دئے گئے، انھین طاعون ہو گیا اور اسی مین انھون نے انتقال کیا، لین نے اسکے بعد تنقید کی ہے، اور وہ کہتا ہے، کہ میرے دوست سچ مچ کچھ عرصہ تک ایک بادیہ پیما عابد کی طرح زندگی گزار رہے تھے، اور چونکہ انھون نے نفس کشی کی تکلیفین جھیلین، جسکے ساتھ جوش عقیدت کا تلازم تھا، تو بہت ممکن ہے، انکی قوت مصورہ مین بدنظمی ہو گئی ہو، اور انھون نے سچ مچ یہ عجیب و غریب مناظر دیکھے ہون، کیونکہ جب وہ بیان کر رہے تھے تو لہجہ۔ ادا مین ایک خاص قسم کی آرزو، اور اخلاص پایا جاتا تھا، جیسے ایک کاذب عمداً انہین برت سکتا، لین ایک یورو مین تھا، جسکے لئے مادہ نوازی امر ناگزیر ہے، تخیلات کے عجائب در مابعد الطبیعۃ کا انوکھا پن اسکے نزدیک نہ تو قابل اعتماد ہے نہ لائق تسلیم اس نے ابوالقاسم گیلانی کے تجربات کو اختلال مصورہ کا نتیجہ بتایا، ہر چند اسے اپنے دوست کی حق گوئی اور راستبازی کا اعتراف ہے، اہل مذاق واقعہ کی اہمیت سمجھ لین،

طریقت کی منزل افتتاحیہ

میکڈونلڈ نے صوفی لٹریچر کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد اس بحث عنوان کی ایسی جامع تلخیص کی ہے، کہ موجودہ دور کے انگریز مستشرق ڈاکٹر نکلسن نے بھی جنکا مذاق صوفیانہ اور مطالعہ تصوف عقیدت اور پرستش کی حد تک پہونچ گیا ہے، اپنی مایہ ناز کتاب "صوفیائے اسلام" کے باب اول مین میکڈونلڈ کی اس فاضلانہ تحریر کا اقتباس دیدیا ہے، میکڈونلڈ لکھتا ہے،

رہرو طریقت کو چاہئے کہ تعلقات دنیا ترک کر دے، اور اپنا دل ان سے خالی رکھے، اسے نہ کنبہ کا تردد ہو نہ دولت کی فکر، نہ بچون کا خیال ہو نہ گھر کا غم، یہانتک کہ علم ظاہری کی طلب، حکومت کی تمنا، اور حوصلہ مندیونکی شورش بھی مفقود ہو جائے، اسے قلب مین ایسی کیفیت پیدا کر لینی چاہئے، کہ اسکے نزدیک کسی شے کا وجود و عدم دونو یکسان معلوم ہون، اسکے بعد اسے ایک گوشہ مین بیٹھنا چاہئے، اور اپنا مذہبی عمل صرف فرائض تک محدود رکھنا چاہئے، اسوقت اسے نہ تو قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہئے، نہ اسکے معانی و مطالب پر غور و فکر، نہ احادیث کا مطالعہ کرنا چاہئے، نہ اس قسم کی دوسری کتابون کا، اسے جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ اللہ جل شانہ کے سوا کوئی دوسری شے اسکے دماغ مین داخل نہو، اور ایک گوشہ عزلت مین بیٹھکر مسلسل "اللہ اللہ" کا ورد رکھنا چاہئے، خیال اسی پر جمع رہے، عاقبت الامر اسپر ایک ایسی کیفیت طاری ہو گی، جیسے اسکے زبان کی حرکت بند ہو گئی ہے، اور اسے معلوم ہو گا گویا یہ لفظ اسکی زبان سے بہ گیا اسے اسمین استقلال رکھنا چاہئے، یہانتک کہ کامل طور سے زبان کی حرکت مفقود ہو جائے، اسمین بھی اسے مستقل رہنا چاہئے، یہان تک کہ لفظ کی شکل، اسکے حروف

اور ہیئت قلب سے نکل جائین اور صرف ایک خیال رہجائے اسے ایسا معلوم ہونے لگے، جیسے اسکے قلب مین چسپان ہے، اور اس سے علیحدہ نہین ہوسکتا، اس قدر عمل رہروطریق کے ارادہ اور مرضی پر موقوف ہے، اس کیفیت کا قایم رکھنا، اور اغوائے شیطانیہ کو مسترد کرنا، اسکے زیر تصرف ہوتا ہے لیکن رحم ایزدی کا ایصال اسکے ارادہ یا مرضی سے بالاتر ہے، اب اسے صرف ایک امیدوارانہ انتظار رکھنا چاہئے، کہ خدا اسکے قلب مین کیا کشف کرتا ہے، جیسا کہ خدا نے اس طور سے انبیا اور اولیا کے ساتھ سلوک کیا ہے، اگر ایک رہرو طریقت مفصلہ بالاعمل پورا کرے تو اسے امیدوار رہنا چاہئے کہ اسکے قلب مین لمعان حقیقت کی ضیاباریان ہونگی، پہلے پہل یہ نور حقیقت نااستوار ہوتا ہے، برق کی چمک کی طرح یہ پیدا ہوکر غائب ہوجاتا ہے، گو بعض اوقات یہ قیام پذیر بھی ہوتا ہے .... اور جب یہ واپس آتا ہے، تو اسکی واپسی کبھی دیرپا ہوتی ہے، کبھی، گریزپا، جس طرح سے اولیاء اللہ کے عادات و خصائل مختلف ہین اسی طرح انکا حصول کمالات بھی مختلف ہوتا ہے۔

ڈاکٹر نکلسن نے بھی اس ضمن مین علامہ ہجویری کی کتاب "کشف المحجوب" سے مفصلہ ذیل بحث اپنی کتاب صوفیائے اسلام مین نقل کی ہے، علامہ ہجویری کہتے ہین،

طریقت صوفیہ مین جب کوئی شخص داخل ہونا چاہتا ہے، تو شیوخ اسے تین سال تک تعلیم روحانی دیا کرتے ہین، اگر وہ انکے ارشادات تربیت پر کاربند ہوتا ہے، تو بہتر، ورنہ وہ سلسلہ طریقت مین نہین داخل کرتے پہلا سال مخلوق کی خدمت مین بسر ہوتا ہے، دوسرا سال عبادت الٰہی مین، اور تیسرا سال خود اپنے جائزہ قلب مین رہرو طریق اسوقت مخلوق کی خدمت کرسکتا ہے، جب وہ خود کو ایک خادم اور تمام خلایق کو مخدوم تصور کرے، اسے بلا استثنا یہ خیال رکھنا چاہئے، کہ تمام افراد اس سے بہتر ہین، اور اسے اپنا فرض سمجھکر تمام لوگونکی یکسان خدمت کرنی چاہئے، اور وہ خدا کی عبادت اسی وقت کرسکتا ہے، جب اسکے تمام اغراض خواہ وہ موجودہ زندگی سے متعلق ہون، یا آخرت سے، مٹ جائین اور اسے چاہئے کہ خدا کی عبادت صرف خدا کیلئے کرے، چونکہ جو شخص کسی شے کیلئے خدا کی عبادت کرتا ہے، وہ خود اپنی عبادت کرتا ہے، نہ کہ خدا کی کوئی شخص اپنے قلب کا جائزہ اسی وقت لے سکتا ہے، جب اسکے خیالات مجتمع ہون، اور تمام ترددات فنا ہوجائین، اسلئے وہ اس قابل ہوجائے کہ قرب الٰہیہ مین اپنے قلب کو بے توجہی کی یورشون سے محفوظ رکھ سکے، جب مبتدی یہ صفات پیدا کرلیتا ہے، تو اسے حق ہے کہ نقال کی طرح نہین بلکہ ایک سچے صوفی کی طرح مرقع پہنے،

حضرت شبلیؒ اور جنید بغدادیؒ کا مکالمہ

"صوفیائے اسلام" مین حضرت شبلی اور جنید بغدادی کا ایک مکالمہ بھی پایا جاتا ہے، حضرت شبلی، حضرت جنیدؒ کے پاس آئے، اور کہا کہ مینے سنا ہے کہ آپکے پاس علم الٰہی کی موتیان ہین، خواہ آپ مجھے عطا کیجئے یا فروخت کیجئے، حضرت جنید نے جواب دیا، کہ مین اسے فروخت نہین کرسکتا، چونکہ تمھارے پاس اسقدر متاع ہی نہین کہ قیمت ادا کرسکو اور اگر مین تمھین یونہین دیدون تو مفت کی چیز سمجھکر تم اسکی قدر نہ کروگے جاؤ میری ہی طرح اس بحر زخار مین سر کے بل شناوری کرو، یہانتک کہ تمھین صبر و استقامت کی مدت گزارنے کے بعد وہ موتی حاصل ہوجائے حضرت شبلی نے کہا تو مجھے کیا کرنا چاہئے، کہا جاؤ ایک سال تک گندھک فروخت کرو ایک سال کے اختتام پر حضرت جنیدؒ نے کہا اس تجارت نے تمھین مشہور کردیا ہے جاؤ اب درویشی اختیار کرو، اور صرف گداگری کرتے رہو، ایک سال تک حضرت شبلیؒ بغداد کی گلیون مین مارے مارے پھرتے رہے، راہگیرون سے بھیک مانگتے، لیکن انکی طرف

کوئی کچھ نہوتا، اسکے بعد وہ اپنے مرشد حضرت جنید کے پاس آئے، وہ بول اوٹھے، اب دیکھو اہل دنیا کی نظر مین تمھاری کیا وقعت کیا ہے، تم اپنا دماغ انکی طرف متوجہ نہ کرو، اور نہ انکی باتو نکا کچھ خیال رکھو، تم چیمبرلین تھے، اور ایک عامل (گورنر) کی حیثیت سے صوبہ پر حکمرانی کی اس ملک مین جاؤ اور جن جن لوگون کے ساتھ تمنے خطا کی ہے، ان سے معافی چاہو، حضرت شبلیؒ نے چار برس تک دروازہ دروازہ جاکر سب سے معافی مانگی، صرف انھین ایک آدمی کا پتہ نہ معلوم نہ ہوسکا، مراجعت کی، تو حضرت جنید نے کہا، ابھی تک تمھارے دل مین شہرت و عزت کا خیال ہے، جاؤ ، ایک سال تک بھیک مانگو، حضرت شبلیؒ تمام دن بھیک مانگتے، اور اسے اپنے مرشد کے پاس لاتے، وہ اسے فقرا اور مساکین مین تقسیم کر دیتے، اور شبلی کو دوسری صبح تک بھوکا رکھتے، جب اس طرح ایک سال گزر گیا، تو حضرت جنید بغدادی نے انہین اپنا مرید بنایا اور یہ شرط کی کہ ایک خادم کی طرح انہین مخلوق کی خدمت انجام دینی ہوگی، ایک سال کی خدمت کے بعد حضرت جنیدؒ نے ان سے پوچھا، "اب تم خود کو کیا خیال کرتے ہو؟" شبلی نے جواب دیا "مین اب خدا کی تمام مخلوقات مین اپنے کو سب سے ذلیل سمجھتا ہون، مرشد نے کہا "اب تمھارا ایمان راسخ ہوگیا"۔

طریقت کے عملیات لازمہ | صاحب کتاب اللمع لکھتے ہین کہ طریقت مین سات "مقامات" ہین، توبہ، پرہیز انقطاع، افلاس، صبر، توکل، قناعت یہ تو تصوف کے زاہدانہ اور اخلاقی تعلیم کے متعلق ہین۔ "احوال" اسی طرح کا ایک نفسیاتی سلسلہ ہے جس مین مراقبہ، قرب (الہی) عشق، خوف، امید، خواہش، رفاقت، اطمینان، تصور، اور یقین داخل ہین "مقامات" اور "احوال" مین یہ فرق ہے، کہ سابق الذکر کا حصول سعی انسانی پر موقوف ہے، اور آخر الذکر روحانی احساسات اور اخلاق ہین جن پر انسان متصرف نہین ہوسکتا انکا ورود قلب پر خدا کی طرف سے ہوتا ہے، جب انکا نزول ہوتا ہے، تو انسان انہین مسترد نہین کرسکتا، اور جب وہ جاتے ہین تو انسان انہین روک نہین سکتا، طریقت صوفیہ اسوقت ختم نہین ہوسکتی، جب تک ایک رہرو طریق ان تمام مقامات کو طے نہ کرلے، اور جب تک ہر مقام مین کامل نہو جائے، خدا بھی اسے اس دور مین لذت "احوال" سے علی قدر مراتب مستفیض کرتا ہے، ان تمام مراحل کے طے کرلینے کے بعد صوفی، حیات شاعرو کی اس سطح عالی پر پہونچ جاتا ہے، جسے معرفت و حقیقت سے تعبیر کرتے ہین، جہان طالب ایک عارف کی شکل مین منتقل ہوتا ہے، اور اسے محسوس ہوتا ہے، کہ عرفان، عارف اور معروف (معلوم) ایک ہی شے کی مختلف تعبیرات مجازی ہین، (باقی)

سید عبد المالک آروی

تصویر زیب النسا بیگم

جو دربار عالمگیری کی ایک بے مثل مصورہ کے قلم کا رہے اور بعد تحقیق و تنقید بسیار اس کی صحت کی توثیق ہوچکی ہے یہ تصویر تین خوشنما رنگ سے طیار کی گئی ہے اور سنہ ۲۲ء کے نگار مین شایع ہوچکی ہے قیمت معہ محصول۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۸ر)

تصویر رقاصہ

بنگال کے مشہور نقاش و مصور فرمدار کی ایک بہترین تصویر جو حضرت نیاز کے مشہور مضمون رقاصہ کے گجراتی ترجمہ کے ساتھ کلکتہ کے مشہور گجراتی رسالہ نوجیتن مین شایع ہوئی تھی۔

قیمت (۴ر)۔

"مینجر نگار"

لکھنؤ کے عہد شباب کی ایک شاعرہ

نواب بیگم حجاب

جن حضرات نے تاریخ اودھ کا مطالعہ کیا ہے، وہ اس حقیقت سے بے خبر نہ ہونگے کہ نواب شجاع الدولہ سے لیکر جانعالم واجد علی شاہ تک زمانہ کیسا رنگین و عیش کوش گزرا ہے

یوں تو برہان الملک نواب سعادت علی خان ہی کے زمانہ سے صوبہ اودھ پر سلطنت دہلی کا کوئی خاص اقتدار قایم نہ رہا تھا، لیکن شجاع الدولہ نے تو کھلم کھلا اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا اور وہ تمام آزادیاں جو ایک مطلق العنان فرمانروا کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہین اوسکی طرف سے ظاہر ہونے لگین۔ اس مین شک نہین کہ شجاع الدولہ کا زمانہ بدامنی و برہمی کا زمانہ تھا اور کوئی صورت اطمینان و سکون کی ایسی ظاہر نہ ہوئی تھی کہ وہ پوری طرح داد عیش دیسکتا، لیکن اس اضطراب و بے چینی کے عالم مین بھی جب اس کو موقعہ ملا نہین چوکا اور اپنے بعد آنے والون کے لئے اس منزل کی راہ متعین کر گیا جس سے پورا لطف حاصل کرتا قدرت نے واجد علی شاہ کی قسمت مین لکھدیا تھا

بہرحال خدا معلوم سلطنت اودھ کی بنیاد کس ساعت مین ہوئی تھی کہ اس کا ایک فرمانروا بھی جذبۂ عشرت و نشاط سے معرا نظر نہین آتا اور جس وقت اسی سلسلہ مین ہم جانعالم واجد علی شاہ کے عہد پر پہونچتے ہین تو وہ تمام کہانیان جو راجہ اندر سے منسوب کیجاتی ہین ایک تاریخی حقیقت ہو کر رہجاتی ہین

یہ مسئلہ حقایق مسلمہ سے ہے کہ فرمانروا کے ذوق و مشاغل کا اثر رعایا پر بہت پڑتا ہے، اس لئے اگر واجد علی شاہ کے عہد مین سارا لکھنؤ ایک بلدۂ شعر و موسیقی، اک شہر حسن و محبت نظر آتا تھا تو جائے حیرت نہین کیونکہ خود جانعالم کی زندگی کا کوئی لمحہ اس نشۂ جان بخش سے خالی نہ گزرتا تھا۔ یہی سبب ہے کہ اس عہد کی شاعری بھی اس سے پوری طرح متاثر ہوئی اور اس کا معیار جلوۂ کوہ طور سے اتر کر نظارۂ لب بام تک آگیا۔ اور بجائے کیفیات حقیقت خروش کے جذبات معصیت کوش نظر آتے لگے

واجد علی شاہ نہ صرف اچھے مغنی اور بے مثل رقاص تھے بلکہ قادر الکلام شاعر بھی تھے اور اپنے جذبات و خیالات کو بغیر کسی اخفا کے نظم کرنے مین قدرت کاملہ رکھتے تھے، انھون نے اپنے واقعات شباب و سرخوشی کو نہ صرف پوری عریانی کے ساتھ نظم کیا بلکہ انکی اشاعت بھی چاہی جس کو جرأت اخلاقی بھی کہہ سکتے ہین اور بے غیرتی و بے حیائی بھی۔ بہرحال اُس وقت واجد علی شاہ نے ایک ایسی عجیب و غریب فضا لکھنؤ مین پیدا کر دی تھی جسے روما کے صنامی دور سے تشبیہ دی جاسکتی ہے اور کوئی گھر ایسا نہ تھا جو اس احساس سے خالی رہا ہو

که دور شاه شجاع ست مے دلیر بنوش

گھر گھر مجالس لطف و نشاط کا قیام، گوشہ گوشہ مین رندان بادہ کوش کا اژدہام، ہر ہر بام سے حسن دلنواز کی جلوہ فروشی

اور ہر ہر گلی مین عشق کی تپش اندوزی ہر شام کو شب عیش کے اسباب کی فراہمی مین وہ افراط گویا صبح تک زندہ رہنا نہین اور ہر صبح آیندہ شام کے لئے وہ اہتمام کہ شاید کبھی مرنا نہین۔ گدا سے لیکر شاہ تک کی آنکھ مین سرسون پھولی ہوئی تھی اور جدہر دیکھئے قاقم وسنجاب کے پردون کے اوٹ مین ایرانی قالینون پر، حریری چادرون کے اندر حسن وشباب اس طرح مدہوش پڑے تھے، جیسے اس رات کی کبھی صبح ہونا ہی نہین ہے ظاہر ہے کہ جب سارا شہر اس رنگ مین رچا ہو تو...... خود جانعالم نے حسن وشباب سے انتقام لینے کے لئے کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ اور اس کے ماحول مین جتنی بھی رنگینی رہی ہو کم ہے

جانعالم کے حریم خاص مین جن نازنینان پری پیکر کا ہر قت جمگھٹ رہتا تھا اُن مین سے ہر ایک بادشاہ کے ذوق کو پورا کرنے والی تھی اور یہی سبب ہے کہ ان مین مغنیہ اور شاعرہ اکثر تھین

بادشاہ کے محلون کے علاوہ شاہی خاندان کی خواتین اور امرازادیان بھی اس ذوق سے خالی نہ تھین اور انھین مین سے ایک شاہ غازی الدین حیدر کے وزیر نواب معتمد الدولہ بہادر کی پوتی اور داروغہ اعظم علیخان کی بیٹی بھی جس کا نام نواب بیگم عرفیت چھوٹی بیگم اور تخلص حجاب تھا

بعض تذکرہ نویسون نے جن مین سے ایک ہمارے عزیز دوست مولوی عبدالباری آسی بھی ہین لکھا ہے کہ یہ واجد علی شاہ کی بیوی تھی اور مٹیا برج ان کے ساتھ گئی تھی، حالانکہ یہ بالکل خلاف حقیقت ہے۔ نواب بیگم کا نہ واجد علی شاہ کے نکاح مین آنا تاریخ سے ثابت ہے اور نہ حرم مین داخل ہونا ظاہر ہوتا ہے - تذکرہ چمن انداز مین واجد علی شاہ کی ایک بیوی کا ذکر جس کا تخلص عالم تھا۔ حجاب کے تحت مین کر دیا ہے اور اس کے بعد ہی نواب بیگم حجاب کا ذکر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب آسی نے دونون حجاب کے واقعات وحالات کو ایک کر دیا اور اس طرح یہ غلطی رونما ہوئی۔

نواب بیگم حجاب کا دیوان جس مین ۱۰۵ غزلین معہ تین تضمینون اور دوچار قطعات ورباعیات کے پائی جاتی ہین سنہ ۱۲۹۰ مین مطبع حسینی اثنا عشری لکھنؤ مین "حسب ارشاد نواب مرزا علی امجد خان قیصر معروف بہ قیصر مرزا نبیرۂ نواب احمد علی خان خزانہ دار نواب آصف الدولہ طبع ہوا اور اس کا تاریخی نام تحریر عاشق رکھا گیا جس سے سنہ ۱۲۸۹ کے عدد نکلتے ہین۔ یعنی سنہ ۱۲۸۹ھ مین یہ دیوان مرتب ہوا اور سنہ ۱۲۹۰ مین چھپ کر طیار ہوا۔ چونکہ حجاب کی ولادت سنہ ۱۲۵۹ھ مین ہوئی تھی جیسا کہ اس کے تاریخ تولد اور سجع کے حسب ذیل شعر سے ظاہر ہوتا ہے

وقت نزول آیۂ تطہیر کھُل گیا زہرا کو رب نے آج کیا اشرف النساء
۱۲ ۸۹ھ

اس لئے طبع دیوان کے وقت حجاب کی عمر ۳۰ سال کی ہوگی

حجاب کے دیوان مین ایک مخمس، واجد علی شاہ کی بیوی عالم کی غزل پر بھی پایا جاتا ہے اور شروع مین عالم کے بعد اعلی اللہ سلطنتہا کے الفاظ بھی درج ہین جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نواب بیگم حجاب واجد علی شاہ کی بیوی نہ تھی ورنہ وہ اپنی سوکن کی غزل پر تضمین نہ لکھتی اور لکھتی بھی تو مساوی درجہ رکھنے کی حیثیت سے اعلی اللہ سلطنتہا کے الفاظ کا اضافہ نہ کرتی

حجاب کا یہ دیوان اب کمیاب ہے اور بالکل اتفاق سے ہاتھ آگیا ہے اس لئے مناسب سمجھتا ہون کہ اسکا مختصر سا انتخاب

یہان دیدیا جائے۔

حجاب کا رنگ شاعری وہی ہے جو اُس زمانہ مین ہر جگہ نظر آتا تھا، لیکن بعض بعض اشعار خوب ہین۔ حجاب خود شاعر تھی اس کے ثبوت مین صرف ایک غزل پیش کرنا کافی ہے جو شروع سے آخر تک نسائی لب ولہجہ اور نسائی جذبات سے معمور ہے۔ وہ غزل یہ ہے

خفا ابھی سے نہ ہو مدعا سنو تو سہی — قبول کرنا نہ کرنا بھلا سنو تو سہی
رقیبون کی تو شب روز سنتے ہو باتین — ہماری بھی کبھی اے مہ لقا سنو تو سہی
نہین یہ خوب کہ سنتے نہین کسی کی تم — یہ دیکھو تو کہ مین کہتا ہون کیا سنو تو سہی
خطا تو میری بتاؤ جو روٹھے جاتے ہو — بگڑتے کس لئے ہو کیا ہوا سنو تو سہی
جواب دو کہ نہ دو اے بتو نہین پروا — کہون جو کچھ وہ برائے خدا سنو تو سہی
نہ رحم آئے جو تم کو تو میری قسمت ہے — تم اپنے دل سے میری التجا سنو تو سہی
معاف کرنے کو کہتا نہین مین صاحب سے — یہ چاہتا ہون کہ عذر خطا سنو تو سہی

حجاب کو تو زمانہ مین جانتے ہین سب
مگر جو کہتے ہین تمکو ذرا سنو تو سہی

بعض بعض شعر لکھنوی رنگ سے ہٹکر کہے گئے ہین اور خوب ہین مثلاً

آگے سے بھی ہے زیادہ بیقراری اندنون — شکل پہچانی نہین جاتی ہماری اندنون

جو اس نے کہا گو وہی کرتے گئے ہمتو — اسپر بھی نگاہون سے اترتے گئے ہمتو
وہ خُلق سے پیش آئے یہ تھی ان کی عنایت — گردن کو جھکائے ہوئے ڈرتے گئے ہمتو

خود کبھی پوچھین وہ احوال یہ عادت ہی نہین — ہم جو کچھ آپ سے کہتے ہین گلا ہوتا ہے

خط دلدار کے آنے سے کیونکر دل مرا ٹھیرے — خدا جانے کہ پھر وقت ملاقات اس سے کیا ٹھیرے
رہے بتخانہ مین برسون نہ کعبہ مین ذرا ٹھیرے — غرض تھی دل کے بہلانے سے جس جا دل لگا ٹھیرے

کہین گے اس کو نہ اچھا برا حجاب کبھی — بیان کرینگے کسی سے نہ اپنے یار کا حال

بعض اشعار اور قابل داد ہین مثلاً

مین نے تو کوئی بات نہین ایسی کہی تھی
غیرون سے بھرا تھا کہ جو وہ بندہ پہ برسا

تم سے بتلائین کیا کہ فرقت مین
صدمے دلپر گزرتے ہین کیا کیا
بُت کو خوفِ خدا حجاب نہین
ہم صنم سے بھی ڈرتے ہین کیا کیا

اے حجاب آج تو سوتا ہے وہ غافل کیسا
بخت جاگے ہین ذرا یار کو دیکھا ہوتا

دامن محبوب تک پہونچا نہ جب دست جنون
بڑھ گیا ناچار اپنے ہی گریبان کی طرف

مہینون ہو گئے صاحب کہانتک آزماؤ گے
گلے لگ جاؤ کیا ہر روز کا جھگڑا نکالا ہے

گل پھولے ہین اس شوخ نے مہندی جو ملی ہے
جو پور ہے انگلی مین وہ لالہ کی کلی ہے

اس زمین کا یہ شعر خصوصیت کے ساتھ قابل تحسین ہے:-

کچھ خوف خدا کیجئے اس طرح نہ چلئے
سو بار تو اس چال پہ تلوار چلی ہے

تذکرون مین اس کا صرف ایک یہ شعر نظر آتا ہے:-

بنکے تصویر حجاب اس کو سراپا دیکھو
منہ سے بولو نہ کچھ آنکھون سے تماشہ دیکھو

نیاز

شہاب کی سرگزشت

جناب نیاز فتحپوری کا وہ معرکۃ الآرا افسانہ جو سیرۃ نگاری، نفسیاتی تحلیل، بلندی خیال، زور تحریر، ندرت بیان، نزاکت تخیل اور قوت انشاء کے لحاظ سے ادب اردو مین ایک بالکل نئی اور نادر چیز ہے! اول بار اسکا مطالعہ انسان کو کچھ سوچنے پر مجبور کرتا ہے، دوسری بار اسکا مطالعہ حقیقت سے قریب کر دیتا ہے اور تیسری مرتبہ کے مطالعہ کے بعد انسان اسکے لذات مین بالکل غرق ہو جاتا ہے۔ اگر پسند نہ ہو تو مطالعہ کے بعد واپس کر دیجئے اور اپنی قیمت لے لیجئے عہ محصول ڈاک (عہ) مین ملیگا۔

"مینیجر نگار، لکھنؤ"

حکومت برطانیہ کی وسعت کا راز

اور

قبضۂ ہندوستان کی دلچسپ داستان

(بہ سلسلہ ماسبق)

ہم ہندوستان پر کس طرح حکومت کرتے ہین

مین نے اس تعلق کی نوعیت پر جو ہندوستان کو انگلینڈ کے ساتھ حاصل ہے غور کیا ہے اور یہ ظاہر کر چکا ہون کہ کیونکر بغیر معجزہ کے ایسا تعلق پیدا ہونا ممکن تھا۔ اب ہم ایک قدم اور آگے بڑھتے ہین اور اس مسئلہ پر غور کرتے ہین کہ آیا یہ تعلق اُسی طرح قائم رہیگا یا یہ کہ ہندوستان مین انگریزون کی حکومت کو ہم ایک سیاسی شعبدہ سمجھین جو اپنے زمانۂ قیام تک تو ہمارے لئے موجب حیرت ضرور ہے لیکن اسکا قیام پائدار نہین۔ سب سے بڑی دشواری ہندوستانی معاملات کے مطالعہ مین ایک طالب علم کو یہ پیش آتی ہے کہ وہ اس قدر عجیب اتنے بعید اور ایسے وسیع واقعات کے چکاچوند کردینے والے اثر سے متاثر ہوکر یہ سمجھنے لگتا ہے کہ ہندوستان مین معمولی اسباب کی بناپر واقعات کا رونما ہونا ممکن ہی نہین ہے، بلکہ اس خطہ مین جو کچھ ہے سراسر معجزہ ہے۔ تاریخ نویسی کا ادیبانہ انداز تحریر اس فریب کو اور مزید تقویت پہونچاتا ہے کیونکہ سلطنت ہند کے حیرت انگیز اور عجیب خط وخال کی نمائش کا شوق مورخین کو بہت زیادہ ہوتا ہے جس سے نتائج تک پہونچنا اور زیادہ دشوار ہوجاتا ہے۔

چنانچہ اسی مغالطہ کی بناپر ہم خیال کرنے لگے ہین کہ ہندوستان پر ہمارا تسلط عام قواعد سے مستثنیٰ بالکل ایک سیاسی معجزہ ہے جس کا فخر انگریزی قوم کی دلیرانہ خصوصیات اور اسکی فطری قابلیت حکمرانی کو حاصل ہوتا ہے۔ جب تک ہمارا خیال یہ رہیگا ہم اُسکے قیام کی مدت کے متعلق کوئی رائے قائم کرنے سے قاصر رہین گے۔ جو چیز ابتدا مین معجزہ تھی یقیناً آخر تک معجزہ رہیگی۔ اگر عام اصول اس معاملہ مین معطل تھے تو کون کہہ سکتا ہے معطل کب تک باقی رہیگا۔ مین نے سلطنت کے آغاز پر متانت کیساتھ غور کرنیکی کوشش کی ہے۔ مین نے فتح ہندوستان کے مسئلہ پر بہت غور کیا ہے، اور اس مین شک نہین کہ فتح اس معنی مین ضرور حیرت انگیز تھی کہ ہمارا تجربہ ایسی کوئی بڑی نظیر پیش نہین کرتا۔ کیونکہ ایشیائی سوسائٹی کا انقلاب قدرتاً یورپ سے مختلف ہوتا ہے۔ لیکن اس معنی مین ہرگز حیرت انگیز نہین ہے کہ اُسکے اسباب ناقابل فہم ہین یا انکا پتہ لگانا مشکل ہے۔ اب مین دریافت کرونگا کہ ہندوستان مین ہماری سلطنت آیا اس معنی مین حیرت انگیز ہے یا نہین

اگر ہم یہ تصور کرلین کہ ہندوستان محض ایک مفتوح ملک ہے اور انگریز اُسکے فاتح ہین تو بظاہر یہ خیال صحیح معلوم ہوگا۔ مگر کون نہین جانتا کہ ایک مفتوح قوم کے جذبۂ بے اطمینانی کو دبانا کس قدر دشوار ہوتا ہے۔ اگرچہ فاتح قوم کی فوج بلحاظ تعداد وعمدگی مفتوح قوم سے برتر ہی کیون نہ ہو لیکن نتیجہ کے لحاظ سے بارہا اس کو ناکامی ہوئی ہے اہل اسپین بڑے بہادر سپاہی تھے اور حکومت اسپین اُس وقت کی ساری

عیسائی سلطنتون سے زبردست تھی تاہم ([illegible]) مین ناکامی رہی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ جب قومیت کا جذبہ یا
غیر مذہب ہونے کا احساس کسی قوم کے تمام افراد مین ساری ہو جاتا ہے اور صرف لڑنے والے افراد تک محدود نہین رہتا تو شجاعت اور عسکریت
دونون سے کہین زیادہ کار آمد ثابت ہوتا ہے، آیئے اب ہم ہندوستان کی حالت کا اٹلی سے مقابلہ کرین جس جگہ یورپ کے نقشہ مین اٹلی
واقع ہے، اُسی جگہ ایشیا کے نقشہ مین ہندوستان پایا جاتا ہے یہ بھی ہندوستان ہی کی طرح برّاعظم کے جنوب مین ایک جزیرہ نما ہے جس کے
اوپر سر بفلک پہاڑون کا سلسلہ ہے اور نیچے مغرب سے مشرق کی جانب ایک بحرِ ذخار موجین لیتا ہے۔ حالات کے لحاظ سے یہ اور بھی ہندوستان
سے مشابہ ہے کیونکہ یہ بھی صدیون تک غیر ملکی حملہ آورون کا شکار بنا رہا۔ ابھی زیادہ زمانہ نہین گزرا کہ اٹلی آسٹریا کے زیر حکومت تھا۔ اس کے
باشندے اور فوجین آسٹریا سے بہت ہی کم جنگجو اور تربیت یافتہ تھین۔ حالانکہ آسٹریا بالکل ملحق ہے۔ اگرچہ اٹلی کا پلہ لڑائی مین ہمیشہ ہلکا
رہتا تھا پھر بھی آج وہ آزاد ہے۔ اٹلی لڑائیون مین عموماً شکست ہی کھایا کرتا تھا لیکن قومیت کا جذبہ ملک کے اندر اتنا زبردست تھا اور
اسکی وجہ سے غیرون کی اتنی قوی ہمدردی اُسکے ساتھ تھی کہ آخر الامر وہ کامیاب رہا اور اجنبیون نے اسکو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ ہر نقطۂ نظر
سے ہندوستان کا محل وقوع اُسکے لئے اٹلی سے زیادہ مفید ہے۔ اسکی آبادی انگلینڈ سے تقریباً ۸ گنا زیادہ ہے، وہ کرۂ زمین کے دوسرے
سرے پر واقع ہے۔ علاوہ ازین انگلینڈ کوئی فوجی سلطنت ہونیکی مدعی نہین ہے، باوجود اس کے ہندوستان اُسکی غلامی کا جوا اپنے کندھے پر
رکھے ہوے ہے۔ ہم وہان پر بغاوت کی کوئی خبر نہین سنتے۔ سلطنت ہند کے انتظام مین ہمکو دقتین پیش آتی ہین لیکن خاصکر مالی یا اقتصادی
وقت جو آسٹریا کو اٹلی مین پیش آئی ہمارے سامنے نہین ہے یعنی ہمکو ایک مفتوح قوم کے جذبہ مخالف کو دبانا نہین ہے۔ واقعی کیا یہ ایک
معجزہ نہین ہے؟ کیا اس معاملہ مین عام اصول بالکل بے اثر نہین معلوم ہوتے۔ یا اس سے ہم یہ سمجھین کہ یا تو ہندوستانیون کی اطاعت شعاری
کی انتہا نہین ہے یا پھر انگریزون کی قابلیت حکمرانی کی۔

اصل سوال یہ ہے کہ ہندوستانی مین قومیت ہے یا نہین اور یہ کہ اس قومیت کو انگلینڈ نے مفتوح کر لیا ہے یا نہین۔
سوال کے جزو اول کا جواب اثبات مین دینا سخت غلطی ہے، ہم یورپ کے باشندے دیکھتے ہین کہ یورپ کا نقشہ مختلف ملکون مین تقسیم
ہے۔ ہر ملک کی ایک خاص قومیت اور ایک خاص زبان ہے۔ چونکہ ہم ان باتون کے خوگر ہین اسوجہ سے ایسی زبردست غلط فہمی مین مبتلا ہین۔
ہمارا خیال ہے کہ ہر ملک خواہ وہ یورپ کے اندر ہو یا باہر اگر اسکا کوئی نام ہے تو ضرور اپنی قومیت رکھتا ہوگا۔ لیکن اسی کے ساتھ ہم قومیت کا صحیح
مفہوم سمجھنے اور اسکی تعریف بیان کرنیکی زحمت نہین گوارا کرتے۔ جس طرح ہم یہ کہکر اپنی تشفی کر لیتے ہین کہ اہل انگلینڈ فرانسیسیون کی محکومی سے
اور اہل فرانس جرمنون کی محکومی سے کبھی خوش نہین ہو سکتے اُسی طرح ہمارا یہ خیال ہے کہ ہندوستانی انگریزون کی محکومی کو سخت ذلت محسوس کرتے
ہونگے لیکن یہ داستان نہین ہے بلکہ بدیہی امر ہے کہ ہر آبادی کی ایک قومیت نہین ہوتی، انگریز اور فرانسیسی محض ایک آبادی سے عبارت نہین
ہین بلکہ خاص طریقہ اور خاص قوتون سے متحد ہین۔ اس لئے دیکھنا چاہئے کہ وہی قوت ہندوستانی آبادی مین بھی کارفرما ہے یا نہین
پہلی قوت متحد النسل ہونا ہے جب نسلی اتحاد وسیع پیمانہ پر ہوتا ہے تو لسانی اتحاد پیدا ہوتا ہے۔ انگریزون سے مراد وہ قوم ہے جو انگریزی
زبان بولتی ہے اور فرانسیسیون سے وہ جو فرانسیسی زبان بولتی ہے۔ کیا ہندوستان کے باشندے بھی ایک زبان بولتے ہین؟ اسکا جواب نفی مین ہے

جس طرح یورپ کے تمام باشندے ایک زبان نہیں بولتے اسی طرح ہندوستان کے باشندے بھی ایک زبان نہیں بولتے۔ علمائے علم السنہ نے سنسکرت اور دیگر زبانون کے ساتھ اُسکے قریبی تعلق کے بارہ مین بہت زور تحریر دکھلایا ہے لیکن مین یہ کہے بغیر نہین رہ سکتا کہ لسانی اتحاد کیلئے جو شرط سب سے مقدم ہے وہ زبانون کا قابل فہم ہونا ہے نہ کہ انکا باہمی پوشیدہ تعلق۔ چنانچہ اہل اٹلی اسٹریا والون کو اجنبی ہی سمجھتے تھے کیونکہ وہ جرمن زبان نہین سمجھ سکتے تھے انکو اس سے کوئی بحث نہین تھی کہ جرمن اور اطالوی زبانین انڈو یورپین زبانین ہین جس طرح یورپ کی مختلف زبانون مین قریبی تعلق ہے اُسی طرح ہندوستان کی متعدد زبانون مین بھی ہے۔ ہندی زبانون کو یورپ کی (Romance) زبانون سے تشبیہ دیجا سکتی ہے کیونکہ یہ زبانین ایک ہی اصل سے نکلی ہین۔ لیکن بنگالی مرہٹی اور گجراتی زبانون کا قریبی تعلق اُنکے بولنے والون کو ایک قوم نہین بنا سکتا۔ "ہندوستانی" زبان مسلمانو کی فتح کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ مسلمان حملہ آورون کی فارسی زبان ہندوستانیون کی ہندی زبان سے گڈمڈ ہو کر ایک نئی زبان ہندوستانی پیدا ہو گئی۔ لیکن جنوب مین ہم ایسا لسانی اختلاف پاتے ہین جسکی مثال یورپ مین بھی نہین ملتی۔ کیونکہ وہان کی بڑی بڑی زبانین تامل تیلگو کناری انڈو۔ یورپین (Indo - European) زبانین نہین ہین۔ اور اُنکے بولنے والون کی تعداد یورپ کی اُن اقوام سے بہت زیادہ ہے جو انڈو یورپین زبانین نہین بولتی ہین

صرف یہی اس بات کی کافی وجہ ہے کہ ہندوستان کو فرانس یا انگلینڈ کی طرح نہین شمار کرنا چاہیے کیونکہ یہ دو قومیتون کے نام ہین۔ ہندوستان کی مثال یورپ سے دیجا سکتی ہے جسکے اندر بہت سی قومین آباد ہین اگرچہ کسی طبعی تقسیم سے ان قومیتون کا ایک مشترک نام پڑ گیا ہے۔ یورپ کی طرح یہ بھی ایک جغرافی اصطلاح ہے لیکن کبھی اس مفہوم مین اسکا استعمال نہین ہوا ہے۔ یورپ کا لفظ اس معنی مین ہیروڈوٹس (Herodotus) کے زمانہ سے مستعمل ہوتا آرہا ہے لیکن ہندوستان سے جو مفہوم ہم اس وقت سمجھتے ہین بہت قدیم نہین ہے چونکہ سارا ملک کوہ ہمالیہ اور کوہ سلیمان کے سلسلون سے بقیہ ایشیا سے علیحدہ ہے اسلئے قدرتی طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ایک نام ہو۔ لیکن ہمیشہ سے یہی خیال نہین رہا ہے۔ چنانچہ یونانیون کا اس ملک کے متعلق بہت مبہم خیال تھا، وہ عرصہ تک یہی سمجھتے تھے کہ انڈیا سے صرف انڈس (Indus) کا صوبہ مراد ہے کیونکہ وہ اسی سے مشتق ہے۔ جب وہ کہتے ہین کہ سکندر نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس سے انکی مراد صوبہ پنجاب سے ہوتی ہے۔ کچھ زمانہ کے بعد اُنکو گنگا کے دوآبہ کے حالات معلوم ہوے لیکن دکن کے متعلق انکو کچھ علم نہ تھا۔ خود ہندوستانیون کو سارے ملک کے لئے ایک نام استعمال کرنا اتنا قدرتی نہین معلوم ہوتا جتنا ہمکو کیونکہ اسکے شمالی اور جنوبی حصون مین بہت نمایان فرق ہے۔ آرین قوم جو سنسکرت بولتی تھی اور جسنے برہمنیت کی بنیاد ڈالی خاص کر پنجاب مین وہ گنگا کی وادی مین آباد ہوئی ابتدائً زیادہ جنوب کی سمت نہین پھیلی۔ اسلئے لفظ ہندوستان صحیح طور سے اُسی شمالی خطہ کا نام ہے۔ جنوب مین یعنی جزیرہ نمائے ہند مین دوسری قومین آباد ہین جنکی زبان غیر آرین ہے (اگرچہ اب برہمنیت وہان بھی پھیل گئی ہے) سلطنت مغلیہ اپنے عروج کے زمانہ مین بھی اس خطہ مین زیادہ دور تک نہین پھیل سکی تھی

اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان کوئی سیاسی نام نہین بلکہ یورپ یا افریقہ کی طرح ایک جغرافی اصطلاح ہے اُسے کسی خاص قوم اور زبان کا ملک نہین سمجھا جاتا بلکہ بہت سی قومون اور زبانون کا۔ یہ ہے اساسی فرق ہندوستان اور دوسرے ممالک مین

قومیت ایک سے زیادہ عناصر سے مرکب ہوتی ہے جس کا ایک عنصر ہم خون ہونے کا احساس ہے اور دوسرا عنصر اشتراک مفاد کا احساس اور ایک سیاسی جمعیت قائم کرنیکی صلاحیت ہے ۔ یہ عنصر اگرچہ ہندوستان مین کلیتہً مفقود نہین تھا لیکن کمزور ضرور تھا ۔ ملک کے طول وعرض کو دیکھکر اس عنصر کا موجود ہونا ناممکن معلوم ہوتا ہے لیکن وہ حد فاصل جو ہندوستان کو باقی دنیا سے علٰحدہ کرتی ہے اتنی مضبوط ہے کہ باوجود خلقی تقسیم کے اُسکے ایک کُل، ہونے کا مفہوم بہت قدیم سے چلا آرہا ہے ۔ محمود غزنی سے پہلے کی جو تاریخ ہے اسمین اکثر لکھا ہے کہ فلان بادشاہ سارے ہندوستان کا مالک تھا، فلان بادشاہ کے قبضہ مین کل ہندوستان تھا، اس کے اسلامی حکومت کے دور اول مین اور سلطنت مغلیہ کے عہد میں سارے ہندوستان کا قبضہ تسلیم کیا جاتا تھا، حالانکہ سلطنت مغلیہ کی وسعت کے متعلق بھی یہ خیال مبالغہ سے تہین چہ جائیکہ اس کے پیشتر ۔ غور کرو کہ سلطنت مغلیہ کی مدت کتنی مختصر تھی، اسکی ابتدا ۱۵۲۴ء سے قبل نہین کہی جاسکتی، یہ وہ سنہ ہے جب بابر نے لاہور پر قبضہ کیا ۔ بالفاظ دیگر سلطنت مغلیہ کی ابتدا ہنری ہشتم کے عہد حکومت سے ہوی ۔ واسکوڈی گاما نے جب ہندوستان مین قدم رکھا سلطنت مغلیہ کا وجود بھی نہین تھا ۔ اور اُسکے اندر نمایان اور سریع انحطاط ۱۷۰۷ء یعنی ملکہ این کے عہد سے شروع ہوگیا تھا ۔ ان دونون تاریخون مین دو صدی سے بھی کم کا زمانہ ہوتا ہے پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ ہندوستان مین بابر کے داخل ہوتے ہی سلطنت مغلیہ نہین شروع ہوگئی ۔ بلکہ اسوقت جب مغلون کے حدود سلطنت مین ترقی ہوئی ۱۵۵۹ء مین جب اکبر تخت نشین ہوا یعنی ملکہ الزبتھ کی تخت نشینی کے دوسرے سال سلطنت مغلیہ کے اندر صرف پنجاب، دہلی اور آگرہ کے صوبے تھے ۔ اکبر ۱۵۷۶ء سے قبل بنگال نہین فتح کرسکا سندھ اور گجرات کے صوبے ۱۵۹۱ء اور ۱۵۹۲ء کے درمیان فتح ہوے، اسوقت البتہ اکبر کی سلطنت وسیع پیمانہ پر تھی اگر ہم بجاے ۱۵۲۴ء کے ۱۵۹۲ء کو سلطنت مغلیہ کے آغاز کی تاریخ قرار دین تو اسکی مدت ایک صدی سے کچھ ہی زیادہ ہوتی ہے

اب پھر یہ امر قابل غور ہے کہ اس عروج کے زمانہ مین بھی سلطنت مغلیہ کے اندر ہندوستان کے تمام علاقے نہین شامل تھے، اگر ہم اسکے برعکس خیال کرتے ہین تو ہندوستان اور انڈیا ([illegible]) کے دو الگ الگ مفہوم خلط ملط ہوجاتے ہین ۔ ۱۵۹۵ء مین اکبر کی سلطنت دریاے نربدا تک پہونچی تھی یعنی اس نے ابھی دکن مین قدم نہین رکھا تھا ۔ اسلئے وہ ہندوستان کا شہنشاہ تھا انڈیا کا نہین اکبر نے اپنی حکومت کے آخری سالون مین دکن پر حملہ کیا، اس زمانہ سے نصف جنوبی ہند مین مغلون کی چالبازیان شروع ہوئین ۔ لیکن اورنگ زیب کی مہم دکن سے قبل (۱۶۸۳ء) یہ کہنا کہ دکن فتح ہوچکا تھا کسی طرح درست نہین ہے ۔ اس وقت سے البتہ ہم کہہ سکتے ہین کہ دکن سلطنت مغلیہ مین داخل تھا یعنی کل ہندوستان صحیح معنون مین ایک حکومت کے ماتحت تھا، ہرچند دکن کی فتح محض برائے نام تھی کیونکہ مرہٹے برابر زور پکڑتے جارہے تھے ۔

فتح دکن کے بعد سلطنت کی حیات صرف چند ساعت کی تھی مغلون نے اس توسیع کے بدلے اپنی ساری سلطنت کی تباہی مول لی صرف ۲۴ سال کے اندر اسکا زوال نمایان ہونے لگا اور جیسا کہ میرا خیال ہے یہ تباہی اُسی اولوالعزمانہ مہم کا نتیجہ تھی سلطنت مغلیہ کو ہمیشہ ایک استوار بنیاد اور قومی مرکز کی ضرورت تھی، اُسکے قوٰی کے اضمحلال کی وجہ اسکی توسیع کی احمقانہ کوشش تھی

مختصر یہ کہ انڈیا سواے انگریزون کے کسی کے زمانہ مین ایک حکومت کے ماتحت نہین تھا ۔ اور انگریزون نے بھی یہ کام لارڈ ڈلہوزی کی گورنر جنرلی سے قبل تک، جسکو ۸۰ سال ہوے، مکمل نہین کیا تھا ۔ اسلئے کہ لارڈ موصوف ہی کے عہد مین پنجاب، اودھ اور ناگپور کے صوبے برٹش گورنمنٹ سے ملحق ہوے

قومیت کا دوسرا امتیاز عنصر اتحاد مذہب ہے۔ یہ عنصر یقیناً ہندوستان مین کلیۃً مفقود تہین ہے برہمنیت (ہندو مذہب) سارے ہندوستان مین پھیلی ہوی ہے لیکن یہان صرف یہی ایک مذہب نہین ہے۔ ہندوستان مین ۵ کروڑ سے کم مسلمان نہین ہین، یہ تعداد حکومت ترکی کے مسلمانون سے بھی زیادہ ہے۔ کچھ سکھ مذہب کے لوگ ہین یہ مذہب ہندویت اور اسلام کی آمیزش سے پیدا ہوا ہے! تھوڑے سے عیسائی بھی آباد ہین۔ سیلون اور نیپال مین بودھ مت کے لوگ ہین لیکن برہمنیت غالب آبادی کا مذہب ہے۔ اسکی بنیاد نہایت مضبوط ہے کیونکہ متعدد بار اسکو خطرناک حملون کا مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ دنیا کے تبلیغی مذاہب مین بودھ مذہب کا بڑا درجہ ہے۔ یہ ہندوستان ہی مین پیدا ہوا لیکن دور دور تک پھیلا۔ ہمارے پاس اسکا ثبوت موجود ہے کہ چوتھی صدی قبل مسیح مین یہ مذہب ہندوستان مین بڑے عروج پر تھا اور یہ عروج ساتوین صدی عیسوی تک باقی رہا۔ لیکن برہمنیت نے اسکو مغلوب کر لیا اور آج یہ مذہب ایشیا کے باقی حصون مین بہ نسبت اس ملک کے کہین زیادہ سرسبز ہے جسنے اسکو پیدا کیا تھا۔ اسکے بعد برہمنیت کو ایک دوسرے طاقتور اور جابر مذہب سے مقابلہ کرنا پڑا جسکے آگے زردتشت نے سپر ڈالدی اور جسکے مقابل مشرق مین عیسائیت کو چند قدم پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ مذہب اسلام تھا اس موقع پر بھی برہمنیت اپنی جگہ قائم رہی اسلامی حکومت سارے ہندوستان مین پھیل گئی لیکن یہان کے باشندون کو مسلمان نہ بنا سکی

اب میرے خیال مین مذہب ہی سب سے قوی اور اہم عنصر قومیت کی تشکیل مین ہے۔ اور یہ عنصر ہندوستان مین موجود ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ ہندوستان بمقابلہ فرانس یا انگلینڈ یورپ سے زیادہ مشابہ ہے تو ہمکو فراموش نہین کرنا چاہئے کہ یورپ بلحاظ عیسائی مذہب ہونے کے اپنے اندر ہمیشہ سے ایک قسم کا اتحاد رکھتا آیا ہے۔ جو خطرہ کے وقت فوراً اور واضح طور پر رونما ہو گیا۔ چنانچہ قرون وسطی مین جب یورپ کو ایک جونخوار اور سلامذہب دشمن کا خطرہ لاحق رہتا تھا اس اتحاد کا اظہار ہو جایا کرتا تھا۔ اس سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ برہمنیت مین ایسے جراثیم ہین جن سے جلد یا بدیر قومیت پیدا ہو سکتی ہے شاید ایسا ہو لیکن اس صورت مین تو اس قومیت کو بہت پہلے پیدا ہو جانا چاہئے تھا۔ کیونکہ اسلامی حملون کے اندر، جو پیہم صدیون تک جاری رہے، ان جراثیم کی نشو و نما کے لئے کافی مواد تھا۔ اسلام کے مقابلہ مین برہمنیت کیون اپنی جگہ قائم رہی کیون متحد نہین ہوی؟ اسلئے کہ اُسنے کبھی اِسکی اہلیت نہین دکھلائی اور نہ کبھی ایسا کیا۔ برہمنیت کو ہندوستان مین فروغ ہو چکا ہے۔ سیواجی سترھوین صدی کے وسط مین پیدا ہوا۔ وہ ایک سردار تھا، اُسنے بمبئی کے عقب مین دو ایک پہاڑی قلعون پر قبضہ کر کے مرہٹہ سلطنت قائم کر لی۔ یہ ایک خالص ہندو تحریک تھی اور جون جون اسکی قوت بڑہتی گئی اسمین برہمنون کا اثر و نفوذ ترقی کرتا گیا۔ سلطنت مغلیہ کے زوال سے اس جمعیت کو بڑی قوت پہونچتی گئی یہان تک کہ اٹھارھوین صدی کے وسط مین اسنے قریب قریب سارے ہندوستان کو ڈھک لیا اس سے اندازہ ہو سکتا تھا کہ اس جمعیت کے اندر وہ تخم موجود ہے جس سے ہندوستانی قومیت کا پودا اُگے گا اور برہمنیت ہندؤن کیلئے وہ کام کریگی جو دوسرے مذاہب نے اپنے پیرؤن کیلئے کی ہے۔ لیکن یہ کچھ نہوا اور اسنے حب الوطنی کا جذبہ تک نہ پیدا کیا اس کا سبب یہ ہے کہ بوجہ جامعیت کے کمزور ہونیکے برہمنیت دراصل مذہب نہین ہے بلکہ کئی مذاہب کے درمیان ایک ضعیف سی مفاہمت ہے اور یہی وجہ ہے کہ اُسکے اندر اجتماعی اصول کمزور ہے۔ بہر کیف مرہٹون کی تحریک مین کوئی ایسی خصوصیت نہین تھی جسکی وجہ سے ہم اسے ایک علی اور قومی تحریک کہہ سکین۔ یہ شروع سے آخر تک غارت گری اور لوٹ مار تھی

الغرض ہندوستان میں قومیت نہیں ہے اگرچہ اسکے اندر ایسے جراثیم موجود ہیں جنسے ہندوستانی قومیت پیدا ہوسکتی ہے۔ یہی ہے وہ حقیقی سبب جسکے باعث ہندوستان میں ہماری سلطنت قائم ہے ورنہ انگریزی قوم کو کوئی ایسی اعلیٰ فوقیت حاصل نہیں ہے۔ اگر ہندوستان میں اٹلی کی طرح قومی تحریک پیدا ہوجائے، تو انگریزی حکومت اسکا آدھا بھی مقابلہ نہ کرسکے جتنا آسٹریا نے اٹلی میں کیا تھا۔ بلکہ فوراً اس کے سامنے فنا ہوجائے، کیونکہ انگلینڈ کے پاس، جو فوجی سلطنت بھی نہیں ہے، کون ایسا سامان ہے جس سے ۲۰ کروڑ رعایا کی بغاوت کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جس طرح ہمنے انکو پہلے فتح کیا تھا اُسی طرح پھر فتح کرلیں گے۔ لیکن میں بیان کرچکا ہوں کہ تم نے انکو فتح نہیں کیا ہے میں بتلا چکا ہوں کہ جس فوج نے انکو مفتوح کیا اسکا ۵/۴ حصہ دیسی سپاہ پر مشتمل تھا۔ چونکہ ہندوستان میں قومیت نہیں تھی اسلئے ہکو کرایہ پر سپاہی وہاں دستیاب ہوگئے۔ اب اگر قومیت کا کمزور جذبہ بھی پیدا ہوجائے اور اگرچہ اُنکے اندر اجنبیوں کو ملک سے نکال باہر کرنے کی پُرزور خواہش نہ بھی پیدا ہوجائے تو بھی تمام رعایا کے دل میں یہ خیال پیدا ہونا ناگزیر ہے کہ اپنے ملک پر حکومت کرنے میں غیروں کی امداد کرنا نہایت شرمناک ہے۔ جونہی یہ خیال پیدا ہوا ہماری حکومت کا خاتمہ ہے۔ کیونکہ وہ فوج جو ہکی پشت پناہ ہے ۵/۴ دیسی سپاہ پر مشتمل ہے تم سوچو اگر حکومت آسٹریا اٹلی پر، اطالوی فوج کی مدد سے قابض ہوتی تو اہل اٹلی کیلئے اسکو اپنے ملک سے خارج کردینا کتنا آسان ہوتا۔ اب فرض کرو کہ ہندوستان میں دیسی سپاہ کی بھرتی ناممکن ہوجائے، تو ایک ہی لمحہ میں ہندوستان پر قابض رہنے کی حقیقت کھل جائیگی۔ ہمارا قبضہ قطعی ناممکن ہوجائیگا۔ ہندوستان میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اُسپر بغیر محنت کے قابض رہا جاسکتا ہے جس طرح انگریزی قوم نے بغیر خاص کوشش کے اسکو فتح کیا اسی طرح وہ اسپر متصرف بھی رہیگی۔ ہم اسکو برقرار رکھنے کے لئے کروڑوں روپیہ اور بے شمار فوج نہیں قربان کرسکتے اور نہ اسکے لئے تیار ہی ہیں جس وقت ہندوستان حقیقی طور سے اپنے کو مفتوح سمجھنے لگے گا، جیسا کہ ہم ابھی تک بے پروائی سے سمجھ رہے ہیں، اُس وقت ہکو معلوم ہوجائیگا کہ اسکا قبضہ میں رکھنا ممکن نہیں ہے۔

الغرض نظر غور کے سامنے حیرت واعجاز کا وہ طلسمی سراب جو اس سلطنت کے گرد نظر آتا ہے فوراً غائب ہوجاتا ہے علی الخصوص اُس وقت جب ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ باوجودیکہ ہم غیر ملکی حکمران ہیں لیکن ایسے فاتح نہیں ہیں جسکا انحصار اعلیٰ طاقت پر ہو اور چونکہ ہم ہندوستان کے باشندوں کی مرضی کے مطابق حکومت نہیں کرتے اسلئے لازماً انکی مرضی کے خلاف حکومت کرینگے۔ آزادی کی محبت کے لئے پہلی شرط سیاسی بیداری ہے جس ملک میں یہ نہیں ہوگی وہاں کے باشندوں میں غیر ملکی حکومت کا احساس نہیں ہوگا اور حکومت عرصہ تک بغیر جانفشانی و تدبر کے سرسبز رہیگی جو ملک اکثر مفتوح و مغلوب ہوتا رہا ہے اسکے اندر یہی مجہول احساس جڑ پکڑ لیتا ہے۔ بسا اوقات مستبد سے مستبد حکومتیں جن کے پاس بغاوت کے مقابلہ کا کوئی ذریعہ نہیں تھا صدیوں تک قائم رہی ہیں محض اس وجہ سے کہ انھوں نے رعایا کی عادات میں دخل نہیں دیا، کیونکہ رعایا طبعاً اطاعت پسند تھی۔ روس کی سولھویں صدی کی تاریخ پڑھو۔ ایک بڑی آبادی نے زار کے مظالم اور تشدد کو کیوں چپ چاپ برداشت کرلیا۔ اسکا جواب بالکل سادہ ہے۔ اہل روس دو صدی تک برابر تاتاریوں کے پاؤں تلے روندے جاتے رہے، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انکی طبیعتیں اطاعت مجہول کی خوگر ہوگئیں

اسی طرح ہندوستان کی پوری تاریخ میں کہیں احساس آزادی کا پتہ نہیں چلتا۔ اہل اٹلی اپنی گزشتہ تاریخ میں جمہوریت رومہ کو

دیکھتے تھے۔ رینزی (Rienzi) نے صرف لیوی (Livy) سنا سنا کر انھین بغاوت پر آمادہ کر دیا ہندوستانی لیڈر کے پاس کوئی ایسی کتاب نہین جسے وہ اپنی قوم کو سنائے۔ ہندوستان مین انگریزون کی آمد سے قبل سات سو برس تک صرف ظالم ہی نہین بلکہ غیر ملکی مستبد حکمران بادشاہت کر چکے تھے۔ البتہ ایسے ملک کے لئے تعجب انگیز بات یہ ہوگی کہ وہان اس امر کا احساس پیدا ہو جائے کہ حکومت کا قیام و انحصار رعایا پر ہے، اور حکومت پر نکتہ چینی کرتے، اسکے استیصال کے ذرائع سوچنے یا اسکی مخالفت مین تنظیم پیدا کرنیکی عادت پیدا ہو جائے

ہندوستان مین ہماری حکومت دو صورتون مین معجزہ کہی جا سکتی۔ اول تو اس صورت مین کہ ہندو اپنے ہی ہم ملکون کی حکومت کے عادی اور حکومت سے مقابلہ کرنیکے خیال سے آشنا ہوتے۔ لیکن ہندوؤن مین یہ بات نہین چنانچہ وہ غیر ملکیون کی اطاعت کرتے ہین۔ تاریخ مین ہوتا آیا ہے کہ وسیع آبادیون نے ایسی حکومتون کی اطاعت قبول کر لی جنکو وہ چاہتیں تو بآسانی جڑ سے اُکھاڑ پھینکتین۔ چین آج بھی ایک تاتاری حکومت کا مطیع ہے، خود ہندوؤن نے انگریزون کی آمد سے قبل مغلون کی حکومت کے آگے سر جھکا دیا تھا۔ بیشک ہندوؤن پر مغلون کے تسلط سے یہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ ان پر ہمارے غلبہ کے لئے ضروری نہین ہے کہ ہمارے اندر سیاست کی غیر فطری لیاقت ہو۔ کیونکہ مغلون کی تاریخ پڑھکر ہر شخص کو وہی بات کھٹکے گی جو حکومت انگریزی کی تاریخ مین کھٹکتی ہے۔ یعنی یہ کہ مغلون نے بھی قریب قریب بغیر ظاہری وسائل کے ہندوستان فتح کیا سلطنت مغلیہ کا بانی بابر جب ہندوستان آیا تو اسکی پشت پر کوئی زبردست قوم نہین تھی، اور نہ اسکو کسی طاقتور ریاست کی تنظیم پر بھروسہ تھا۔ وسط ایشیا مین ایک چھوٹی سی تاتاری ریاست اسکو وراثت مین ملی لیکن وہ بھی ازبک حملہ آورون کی نذر ہو گئی۔ کچھ دنون تک وہ ادھر ادھر گھومتا رہا پھر افغانستان مین ایک چھوٹی سی ریاست پر قابض ہو گیا۔ سلطنت کا یہ ابتدائی تخم سب سے زیادہ بے حقیقت تھا۔ اس تاتاری نے کابل مین افغانون پر حکومت کرتے ہوئے ایک ایسی سلطنت قائم کر لی جو تقریباً ۰ سال مین نصف ہندوستان پر پھیل گئی، اور ایک صدی مین قریب قریب کل ہندوستان پر (اگرچہ برائے نام ہی سہی) مین یہ نہین کہتا کہ وسعت و استحکام کے اعتبار سے سلطنت مغلیہ ہماری حکومت کی مقابل تھی لیکن وہ بھی ہماری ہی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ خود بخود قائم ہوئی۔ کمپنی کے پاس کم از کم انگریزی روپیہ، انگریزی فوجی فنون اور ایک غیر فانی کارپوریشن تو تھی بابر اور اسکے جانشینون کے پاس کیا تھا۔ وہ کون اسباب تھے جنکی بدولت انکی سلطنت معرض وجود مین آئی البتہ ہم صرف اتنا جانتے ہین کہ وسط ایشیا مین ایسی بے خانمان قومین بھری تھین جو فطرتاً کرایہ پر جنگ کرنا جانتی تھین۔ اسلئے روپیہ اور مال غنیمت کے لالچ مین وہ بآسانی والی کابل کی ملازمت مین داخل ہو گئین

دوسری صورت ہماری حکومت کے معجزہ ہونیکی یہ ہوگی کہ کل کے کل ۰ا کروڑ ہندوؤن مین تنہا ایک قوم کی طرح ایک ساتھ سوچنے کی عادت ہوتی لیکن چونکہ ایسا نہین ہے اس لئے ہماری حکومت کوئی معجزہ نہین ہے۔ ایک ایسی جماعت کو جسکے اندر اشتراک مفاد کا احساس نہ ہو مغلوب کر لینا بالکل آسان ہے۔ کیونکہ ایسی حالت مین ایک فرد کو دوسرے کے خلاف عمل کرنے پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔ مین بتا چکا ہون کہ ہندوؤن کے درمیان رشتہ اتحاد کس قدر ناکافی اور کمزور ہے۔ اگر تم دیکھنا چاہتے ہو کہ اس داخلی اتحاد کی عدم موجودگی نے ہماری حکومت کو کسقدر

تقویت پہونچائی تو تم صرف غدر کی تاریخ کا مطالعہ کرو۔ مین بتا چکا ہون کہ ہماری دیسی فوج مین معمولی سی بغاوت بھی ہماری سلطنت کے لئے نہایت مہلک ہوگی۔ اُسوقت تمھارے دل مین خیال گذرا ہوگا کہ باوجود ۱۸۵۷ء کے غدر کے ہماری سلطنت ابتک اسی طرح فروغ پر ہے، لیکن غور کرو مین نے ایسی بغاوت کا ذکر کیا تھا جو تحریک قومیت سے عام رعایا مین پیدا ہو کر فوج مین پھیل گئی ہو۔ ۱۸۵۷ء کی بغاوت اس قسم کی نہین تھی، کیونکہ یہ فوج مین پیدا ہوئی، قوم نے اس مین کوئی حصہ نہین لیا۔ اسکے رونما ہونے کے اسباب مخصوص فوجی شکایات تھین، حکومت غیر ملکی کے خلاف جذبات قومیت کو اس سے کوئی سروکار نہین تھا۔ اب مین دریافت کرتا ہون کہ یہ بغاوت رونما ہونے کے بعد کس طرح فرو کی گئی؟ مجھے اندیشہ ہے انگلینڈ مین عام خیال یہی ہے کہ انگریزون نے اپنی غیر معمولی شجاعت اور ہندوٴن پر اپنی ناقابل قیاس برتری کی بدولت اسکو کچل دیا۔ اب مین تمھارے سامنے کرنل چسنی (Col. Chesney) کی کتاب Indian Policy (دستور سلطنت ہند) سے اسی کے الفاظ مین اس واقعہ کی حقیقت پیش کرتا ہون۔ کرنل موصوف لکھتا ہے "بے ادبی، اپنے آقا کے خلاف جذبات منافرت اور اپنی قوت پر اس حد تک یقین کرنے مین کہ وہ انگریزون کا تختہ الٹ دینگے، ہندو اور مسلمان مین کوئی فرق نہین تھا" آگے چلکر وہ بیان کرتا ہے کہ "خوش قسمتی سے نام نہاد احاطہ بنگال مین تمام تر باقاعدہ فوج متعین نہیں تھی۔ چار بٹالین گورکھا فوج جو اس جماعتی جذبہ سے محفوظ تھی باستثناء ایک بٹالین خیر خواہ رہی ان مین سے ایک بٹالین نے برطانیہ کی خاطر جس نمایان بہادری اور اطاعت شعاری کا اظہار کیا اسکا اعتراف اُنکے انگریزی رفیقون نے بھی کیا ہے۔ وہ دو زائد رجمنٹین بھی جو پنجاب اور ہمسایہ اضلاع سے بھرتی ہوئین ثابت قدم رہین۔ لیکن زیادہ مدد پنجاب کی بے قاعدہ فوج سے ملی۔ اگرچہ اسکا نام بے قاعدہ تھا لیکن اُسکی ترتیب، تنظیم اور تعلیم ویسی ہی با اصول اور مضبوط بنیاد پر تھی جیسی باقاعدہ فوج کی ہوتی ہے۔ اس فوج مین ۶ رجمنٹ پیدل اور ۵ رجمنٹ سوارونکی شامل تھین۔ علاوہ ازین انکے اندر ۴ مقامی سکھ رجمنٹین بھی تھین جو عموماً پنجاب ہی مین متعین رہا کرتی تھین۔ یہ فوجین براہ راست اُسی صوبہ کی حکومت کے ماتحت تھین، مرکزی حکومت کے ماتحت نہین کیونکہ باقاعدہ فوج کی ڈسپلن بگاڑنے مین مرکزی حکومت کا بھی حصہ تھا۔

انھین فوجون نے اُن تھوڑے سے یورپین سپاہیون کیساتھ جو بالائی ہند مین متعین تھے پہلے پہل باغیون کا مقابلہ کیا۔ اسی اثنا مین صوبہ پنجاب کے باشندون کی ہمدردی انکے حکمرانون نے حاصل کین۔ چونکہ یہ لوگ ابھی حال مین مفتوح ہوے تھے اور اپنی فوج کے شکست ہوجانیکے باعث اپنے طبعی پیشہ سے محروم ہوگئے تھے اسلئے اُن ہندوستانی فوجون کو جو انکے ملک مین متعین تھین پسندیدہ نظرون سے نہین دیکھتے تھے۔ چنانچہ جب اُنسے اُنکے موروثی دشمنون کا تختہ الٹ دینے کی اپیل کی گئی تو بڑی مستعدی سے انھون نے اس اپیل کا خیر مقدم کیا۔ جس قدر آدمیون کی ضرورت ہوتی فوراً مہیا ہوجاتے اور جس قدر جلد ممکن ہوتا سامان اور قواعد سے آراستہ کرنے کے بعد مقام جنگ پر بھیج دئے جاتے۔ چنانچہ جب فوج بنگال کی دوبارہ تنظیم ہوئی تو اُسکے اندر اس فوج کا بہت بڑا حصہ تھا"

تم دیکھ سکتے ہو کہ ہندوستانی قومون ہی کو ایک دوسرے کے خلاف لڑا دینے کی وجہ سے بڑی حد تک بغاوت فرو ہوئی۔ جب تک ایسا ممکن ہے، جب تک وہان کے باشندون مین حکومت پر، خواہ کیسی ہی حکومت کیون نہ ہو، نکتہ چینی کرنے اور اُس سے بغاوت کرنیکی عادت نہین پیدا ہوگی، ہندوستان پر انگلینڈ کی حکومت ممکن رہیگی اور اس مین کوئی حیرت واستعجاب کی بات نہین ہے۔ لیکن جیسا کہ مین نے کہا ہے، اگر موجودہ صورت حالات مین تبدیلی پیدا ہوجاے، اور کسی ذریعہ سے ہندوستان کے باشندے ایک قومیت کے رشتہ مین منسلک ہوجائین اگر اُنکے اور ہمارے

باہمی رشتہ کو آسٹریا اور اٹلی کے تعلق سے دور کی بھی مشابہت ہو جائے، تو میرے نزدیک ہمین اپنی سلطنت سے بغیر کسی اندیشہ کے فوراً مایوس ہو جانا چاہئے۔ میرے خیال مین ہمین عالمگیر بغاوت کے خطرہ سے ڈرنا نہین چاہئے۔ بعض خوفناک رسالون مین جیسے مسٹر الیٹ کی کتاب

ہے ہندوستان کی غریب رعایا کی مفلوک الحالی اور تباہی کا ہولناک نقشہ کھینچنے کے بعد نتیجہ نکالا گیا ہے کہ ان کا انجام یقیناً عام بے اطمینانی کی شکل مین رونما ہوگا اور ہم وہان سے نکال باہر کرد یے جائینگے آیا یہ نقشہ صحیح ہے یا نہین، اُسکی تحقیق کا یہ موقع نہین ہے لیکن اگر بنظر بحث فرض کر لیا جاے کہ یہ صحیح ہے تو مجھے تاریخ مین کوئی ایسی نظیر نہین ملتی جسمین ان اسباب کی بنا پر کبھی انقلاب رونما ہوا ہو۔ مین نے بڑی بڑی آبادیون کو دیکھا ہے کہ وہ نہایت ذلیل افلاس مین صدیون تک چپ چاپ پڑی رہین لیکن کبھی بغاوت نہین کی بلکہ اگر وہ اس افلاس و نکبت کو برداشت نہین کر سکتی تھین تو فنا ہو جاتین یا جون تون کر کے زندگی کے دن کاٹ دیتی۔ انکے احساس مردہ ہو جاتے، انکی خواہشات تنگدستی سے دب کر مرجاتے آبادی وہی بغاوت کر سکتی ہے جو بلند حوصلہ ہو، جسکے اندر جذبہ امید ہو جسکو اپنی طاقت کا احساس ہو اگر اس قسم کی بیداری ہندوستان مین پیدا ہوی تو تا وقتیکہ دیسی فوج ہندوؤن کو اپنا بھائی اور انگریز افسرون کو غیر ملکی سمجھنا نہ سیکھے گی ہم اسی فوج سے اس تحریک کا گلا گھونٹ دینگے۔ برخلاف اسکے اگر ایسا احساس پیدا ہو جاے اور تمام ہندوستان اپنے کو ایک قوم سمجھنے لگے (ہمارا دور حکومت شاید تمام سابق حکومتوں سے زیادہ اسکے امکان مین معین ہے)۔ تو اسوقت اسکی ضرورت نہین ہوگی کہ سارے ملک مین خوفناک بے اطمینانی کی لہر دوڑ جائے، کیونکہ اس حالت مین دیسی فوج اس جذبہ سے متاثر ہو جائیگی جس پر ہمارا بھروسہ ہے ۱۸۵۷ء کا غدر اگرچہ خوفناک تھا لیکن اُسکے فرو کرنے مین ہم کامیاب ہو گئے، کیونکہ بغاوت فوج کی صرف ایک حصہ تک محدود تھی، رعایا نے اسکا ساتھ نہین دیا، بلکہ الٹے ہماری امداد کی لیکن اب جب بغاوت ہو گی تو یہ صرف بغاوت نہین ہو گی بلکہ عالمگیر جذبۂ قومیت کا اعلان ہوگا، اسوقت ہماری سلطنت کی سلامتی کی تمام امیدون کا خاتمہ ہو جائیگا اور قدرتاً ہونا ہی چاہئے۔ کیونکہ درحقیقت ہم ہندوستان کے فاتح نہین ہین اور نہ بحیثیت فاتح ہم اسپر حکومت کر سکتے ہین۔ اگر ہم ایسا ارادہ کرینگے تو ہمارا کامیاب ہونا قطعی غیر یقینی ہو گا

(مترجم)

عبدالقیوم رسا

سالومی

آسکر وائلڈ کے نہایت مشہور ڈرامہ کا ترجمہ جسے جناب مجنون گورکھپوری نے اُسی قوتِ بیان اور سلاست کے ساتھ کیا ہے جو آسکر وائلڈ کے خصوصیات انشا مین داخل ہین اس مین ایک مختصر مگر جامع مقدمہ بھی شامل ہے جس مین اُس ڈرامہ کی تاریخ و دیگر خصوصیات پر روشنی ڈالی گئی ہے قیمت علاوہ محصول ۱۲ار

منیجر "نگار" لکھنؤ

ازدواج مکرر

مسٹر ذکی کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی جب انھین بعض ذرایع سے معلوم ہوا کہ صفیہ نہ صرف تعلیم یافتہ بالکل ادیب بھی ہے ایک زمانہ سے ذکی کی شادی صرف اسی بنا پر ملتوی ہوتی آرہی تھی کہ اُن کے ذوق کے مطابق کوئی تعلیم یافتہ عورت نہ ملتی تھی، اور اس بات کا وہ عہد کر چکے تھے کہ جب تک کوئی خاتون اُن کے جذبات شعر و ادب کی سمجھنے والی اور اسی زبان مین جواب دینے والی نہ ملیگی وہ عقد نہ کرینگے۔ چونکہ آدمی دولتمند اور معزز گھرانے کے تھے اس لئے پیام تو بہت جگہ سے آتے تھے لیکن کوئی ان کے مرضی کے موافق نہ ہوتا تھا، وہ نہ دولت چاہتے تھے نہ جاہ و ثروت، وہ نہ حُسن کے طلبگار تھے نہ کسی اور صفت کے۔ بلکہ وہ مختصرًا یون سمجھ لیجئے کہ ایک مسلمان "سروجنی نائڈو" چاہتے تھے، جو ادب و انشاء کا نہایت پاکیزہ ذوق رکھتی ہو، اچھا شعر کہنے اور سمجھنے کی اہل ہو مضمون نگاری فسانہ نویسی، کر سکتی ہو اور زنانہ کلب یا کسی اور نسوانی جلسہ مین صدر بننے اور برمحل تقریر کرنے کی اہلیت رکھتی ہو

ان کے بعض احباب نے سمجھایا کہ کسی کمسن نوجوان لڑکی کا یہ تمام صفات اپنے ساتھ لانا تا ممکن ہے مگر ہان یہ ہو سکتا ہے کہ بعد کو رفتہ رفتہ اس مین یہ تمام باتین پیدا ہو جائین، اس لئے اگر کوئی اچھی تعلیم یافتہ لڑکی مل جائے تو شادی کر لینا چاہئے اور پھر اس کی تربیت اپنے ذوق کے لحاظ سے خود اپنا فعل ہے۔ لیکن ذکی اسپر راضی نہ ہوا۔ اس مین کلام نہین کہ وہ خود نہایت اچھا شاعر پاکیزہ ذوق ادب رکھنے والا انسان تھا، اس کی تحریر و تقریر مین ایک خاص دلکشی، نُدرت اور بلندی خیال ہوتی تھی، وہ جو چیز لکھتا تھا اس مین خاص جدت ہوتی تھی اور ملک کے رسایل و جراید اس کے مضامین کے متمنی رہتے تھے، لیکن ایک حد تک وہ ضدی تھا اور اس کے قیام مین اسکی دولت و خوشحالی نے اور زیادہ مدد کی

اس لئے جب ان کے ایک بہی خواہ مولوی مظہر نے صفیہ کیساتھ ان کے عقد کا مسئلہ پیش کیا تو انھون نے وہی سوال کیا کہ تعلیمی حالت کیا ہے۔ اور جب یہ معلوم ہوا کہ وہ شاعرہ و ادیب بھی ہے تو انھون نے فرط مسرت مین بلا کسی تحقیق و تفتیش کے اپنی رضامندی ظاہر کر دی اور شادی ہو گئی

(۲)

صفیہ ایک متوسط الحال خاندان کی لڑکی تھی لیکن وہ تمام صفات جو ایک شریف گھرانے کی لڑکی مین ہونا چاہئے اور جو ایک گھر کی ملکہ بننے کے لئے ضروری ہین اس مین موجود تھین صورت شکل کے لحاظ سے بھی بُری نہ تھی اور اُردو لکھ پڑھ لینے کی بھی کافی مشق تھی، مگر اس کو شاعرہ یا ادیب کہنا بالکل غلط تھا۔ یہ صرف مولوی مظہر کی شاعری اور مبالغہ تھا یا مصلحت اندیشی کہ انھون نے صفیہ کو اس رنگ مین پیش کر کے ذکی کو شادی کے لئے راضی کر لیا

اوّل اوّل جب ذکی نے اپنی بیوی کو دیکھا تو خاص شاعرانہ نگاہ سے اور یہ معلوم کر کے واقعی اُس کو بڑی مسرت ہوئی کہ اس کا نقشہ

اس کے خد وخال اور اس کی ادائین بہت معشوقانہ تھین اور وہ اسکو اپنی غزلگوئی کا موضوع بنا سکتا تھا لیکن اس کے بعد جب اس کے ادبی ذوق اور شاعری کے امتحان کا وقت آیا تو وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکا کہ آیا جو خبر ان کو ملی تھی وہ صحیح نہ تھی یا یہ کہ شرم وحجاب بھی کھل کھیلنے کے لئے مانع ہے۔

ذکی کے نزدیک ایک عورت کے تعلیم یافتہ ہونے کا معیار صرف یہ تھا کہ وہ غالب کے دقیق سے دقیق شعر کو پورے لطف وذوق کے ساتھ سمجھ سکے۔ درد ومیر کے جذبات تغزل پر سر دھنے اور جب اس موضوع پر گفتگو کرے تو ایک ماہر ومحقق کی حیثیت سے اور صفیہ کے متعلق ہے ابھی تک یقین نہ ہوا تھا کہ وہ اس معنی مین تعلیم یافتہ ہے یا نہین

شادی کے دوسرے دن صبح کو بالاخانہ پر چاء سے فارغ ہونے کے بعد ذکی جھولے کی کرسی پر آہستہ آہستہ جھول رہا تھا اور صفیہ چوکی پر تکیہ کے سہارے بیٹھی ہوئی چھالیا کتر رہی تھی اسوقت تک ذکی کو صفیہ کی گفتگو سے صرف اسقدر علم حاصل ہوا تھا کہ وہ صاف وسلیس اور اسی کے ساتھ بہت صحیح اردو بول سکتی ہے، دوسرے کی گفتگو سمجھنے، کسی نتیجہ پر پہونچنے اور جواب دینے مین بہت ذہین اور حاضر طبیعت رکھتی ہے لیکن خالص ادبیات کے متعلق اس کے معلومات یا ذوق کا کوئی علم اسے حاصل نہ ہوا تھا

ذکی نے جھولتے جھولتے غالب کا یہ شعر گنگناتے ہوئے پڑھا

ترے خیال سے روح اہتزاز کرتی ہے   بہ جلوہ ریزی باد و بہ پرفشانی شمع

اور پھر کنکھیون سے اپنی بیوی کو دیکھا کہ ادھر کیا اثر ہوا، اتفاق دیکھئے کہ اسی وقت غریب صفیہ کے پیٹھ پر ایک چیونٹی چڑھ گئی اور بدن مین جھرجھری سی پیدا ہونے لگی۔ ذکی سمجھے کہ یہ کیفیت پیدا ہوئی ہے غالب کا شعر سنکر بس پھر کیا تھا، قیامت آگئی صبر وضبط بات سے جاتا رہا، جذبات پر قابو نہ رہا اور بے اختیار ہو کر کہہ اٹھا "مین سمجھتا تھا کہ تمھارا ذوق شعری یقیناً پاکیزہ ہوگا اور اس وقت تک تم نے محض شرم کی وجہ سے اس کا اظہار نہین کیا، مگر چلبلی طبیعت کہین رکتی ہے، غالب کا یہ شعر سنکر آخر کار تم بیتاب ہو ہی گئین۔ اچھا ایمان سے بتاؤ کہ عرفی کے بعد ایسی پیاری قسمین کسی نے کھائی ہین جیسی غالب نے اس شعر مین پہلے جلوہ ریزی باد کی قسم کھانا اور پھر پرفشانی شمع کی جو نتیجہ ہے اول کا اور پھر سارے مصرعہ کو مشبہ بہ کی صورت مین پیش کرنا اور اول مصرعہ کو مشبہ قرار دینا حقیقت یہ ہے کہ اس انداز بیان کی مثالین اگر کہین ملتی ہین تو صرف بیدل کے ہان۔ بیدل کا یہ شعر تم نے سنا ہوگا لیکن مین تو تمھاری صورت مین ہر وقت اس شعر کو دیکھتا رہتا ہون۔ اُف،

تجدید ناز آشفتۂ رنگ لباس آرائیت   بے پردگی دیوانۂ طرح نقاب افگندنت

کیا دنیائے شاعری مین حسن بیان، رنگ تغزل اور توازن مصرعین کی کوئی اور ایسی مثال آسانی سے ملسکتی ہے، شاعری کا الہامی چیز ہونا اسی نوع کے کلام سے ثابت ہوتا ہے"

ذکی اپنے جوش ادبیت مین غالب، بیدل، عرفی، نظیری، حافظ وغیرہ خدا جانے کن کن شعراء کے کلام پر ہلکی ہلکی ادبی تنقید کرتا ہوا جا رہا تھا اور صفیہ جس نے اس کے کسی ایک فقرہ کا بھی صحیح مفہوم نہین سمجھا، حیران تھی کہ "میرے متعلق جو یہ حسن ظن ان کو قائم ہو گیا ہے، اسے کیونکر گوارا کرے" اور کچھ وہ اس خیال سے خائف تھی کہ مبادا حقیقت کا علم ہو جانے کے بعد احتراز کی کیفیت ان مین پیدا ہو جائے وہ دیر تک ایک خاص کیفیت شرم واضطراب کے ساتھ ذکی کی باتون کو سنتی رہی اور غالباً سنتی رہتی اگر وہ اسی سلسلہ مین

یہ سوال نہ کر بیٹھتا کہ

"مومن کی شاعری کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے" جب تک وہ صرف سننے پر مجبور تھی، سنتی رہی، لیکن جب اس سے سوال کیا گیا اور جواب دینا اس کے لئے ناگزیر ہو گیا تو وہ بہت گھبرائی اور اس کی سمجھ مین نہ آیا کہ وہ کیا کہے

نظم کی کتابون مین اسنے سوائے مسدس حالی اور مناجات بیوہ کے کسی اور کتاب کو نہ دیکھا تھا اور وہ مطلق اس سے بیخبر تھی کہ مومن کون کافر ہے

وہ خاموش رہی، سر کو نیچا کئے ہوئے بدستور چھالیہ کترتی رہی اور ایک ہلکے سے رعشہ بدن کے ساتھ سوچتی رہی کہ اُسے کیا جواب دینا چاہئے ذکی نے پھر اصرار کیا اور یہ اصرار زیادہ التماس محبت لئے ہوئے تھا، لیکن حسن اتفاق سے باہر سے اطلاع آئی کہ ذکی کے دوست اختر آئے ہین اور اس لئے ذکی کو اپنے سوال کا جواب حاصل کئے بغیر باہر چلا جانا پڑا - اور دوسرے روز صفیہ کا بھائی آکر اسے گھر لے گیا۔

(۳)

صفیہ کو گھر گئے ہوئے پانچ دن ہو گئے ہین اور ذکی حد درجہ بے چینی کے ساتھ اس کے خط کا انتظار کر رہا ہے اسنے چلتے وقت تاکید کر دی تھی کہ ایک خط روزانہ مفصل روانہ کیا جائے اور اسی طرح روز ایک خط کی توقع کیجائے، چنانچہ وہ پانچوین دن کا پانچوان خط جو کیسر شاعری ادب سے لبریز تھا اور حسن مین بقول غالب "شوق وصل" "و شکوہ ہجران" دونوں کی غیر معمولی شرح و تفسیر کی گئی تھی، لکھ کر روانہ ہی کر چکا تھا کہ دوپہر کی ڈاک سے صفیہ کا خط اُسے ملا چونکہ صفیہ کی بالکل پہلی تحریر تھی اس لئے اسنے نہایت بیتابی سے اُسے کھولا کہ خدا جانے کیا کیا اور کیسے کیسے بدیعہ ہائے ادب و انشاء ہات آئین گے، لیکن جب وہ اسے ختم کر چکا تو اسپر ایک ایسی کیفیت طاری تھی جس کو صرف دم گھٹنے سے تعبیر کر سکتے ہین۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

"ایک تو مین یہان آکر بیمار ہو گئی، دوسرے اس فکر مین پڑ گئی کہ آپ کی عالمانہ تحریرون کا جواب کیا دون جبکہ مین انھین سمجھ بھی نہین سکتی حقیقتاً یہ غم میرے لئے اب ناقابل برداشت ہوتا جاتا ہے کہ آپ نے جس صفیہ کو اپنی محبت کی عزت بخشی ہے، وہ غالباً وہ صفیہ نہین ہے، جو آپ کے ذہن مین تھی۔ سب سے آخری صحبت مین جو گفتگو آپ نے مجھ سے کی تھی اور جس سوال کو چھوڑ کر آپ باہر تشریف لے گئے تھے اس کا جواب اب مین تحریر کے ذریعہ سے دینا چاہتی ہون، کیونکہ میرے لئے غالباً یہ زیادہ آسان ہے کہ آپ کو اپنے سے ابتدا ہی مین متنفر کر دون بجائے اس کے کہ آپ کو عرصہ تک فریب مین مبتلا رہنے دون مین نہین کہہ سکتی کہ آپ کو کس نے اور کیون یہ یقین دلا دیا کہ میری تعلیمی حالت بہت بلند ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اُردو کی سوائے چند معمولی کتابون کے مین نے آجتک کسی شاعر کا دیوان دیکھا تک نہین بلکہ سچ پوچھئے تو مین شعر موزون بھی نہین پڑھ سکتی اس کی خوبیون کا سمجھنا تو خیر بڑی بات ہے

مجھکو جو تعلیم و تربیت دی گئی ہے وہ اس سے زیادہ نہین ہے کہ شوہر کی اطاعت کرون، اس کے آرام و آسایش کا خیال رکھون اور گھر کو ایسی صورت سے اس کے سامنے پیش کرون کہ جب وہ دنیا کی کشمکش سے خستہ ہو کر واپس آئے تو

اُس کی تمام کلفتین دور ہو جائین اور وہ محسوس کرے کہ اس دنیا مین اگر خلوص وصداقت کی آغوش کا سکون کہین دستیاب ہو سکتا ہے تو صرف گھر مین اسی کے ساتھ مجھے یہ بھی سکھایا گیا تھا کہ شوہر کی مزاج شناسی کو مقدم سمجھون اور اُس کی پسندیدگی کا لحاظ ہر ممکن قربانی کی حد تک کرون۔ لیکن میری کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ آپ کے علمی وادبی ذوق کو دیکھتے ہوئے (جو آپ کی زندگی کی تنہا مسرت معلوم ہوتا ہے) مین اپنے آپ کو اسدرجہ ناکام دپست پاتی ہون کہ آپ کو خوش رکھنے کے خیال سے میرے جسم پر رعشہ سا طاری ہو جاتا ہے۔ اور مین اپنے مستقبل کی تاریکی کو دیکھ دیکھ کر کانپ اُٹھتی ہون مجھے شعر وشاعری سے اتنا ہی بُعد ہے جتنا آپ کو اُس سے قُرب۔ اس لئے سخت پریشان ہون کہ مین آپ کو کس طرح خوش رکھ سکتی ہون اور آپ کو مجھ سے کیا آرام وسکون میسر آسکتا ہے۔ بہرحال نتیجہ جو کچھ ہو مین اس حقیقت کو ظاہر کئے بغیر نہین رہ سکتی اور بے چینی کے ساتھ نتیجہ کی منتظر ہون کہ آپ نے میری نسبت کیا فیصلہ کیا۔ اخیر مین مجھے یہ بھی ظاہر کر دینا چاہیے کہ یہ خط نہ مین نے اپنے قلم سے لکھا ہے اور نہ مضمون میرا ہے، چونکہ مین بہت بدخط ہون اور اپنے جذبات کو مناسب الفاظ مین ظاہر بھی نہین کرسکتی، اس لئے عزیزہ سے لکھوا رہی ہون"

اس وقت ذکی کی حالت بالکل اُس قیدی کی سی تھی جسے صبح پھانسی دیجانے والی ہو اور رات کو اپنی آزادی ورہائی کا خواب دیکھتے ہوئے دفعتہً اُسے چونکا دیا گیا ہو

دنیا مین امید ویقین کے خلاف کسی امر کا ظہور اسقدر تکلف دہ امر ہے کہ بعض اوقات جنون ودیوانگی کی سرحد یہین سے شروع ہو جاتی ہے، اس لئے ذکی کے کرب واضطراب کا اندازہ آسان نہین، وہ دیر تک سر پکڑ کر بیٹھا رہا اور پھر اُٹھ کر سراسیمگی کے عالم مین ٹہلتا رہا۔ اس کا چہرہ غصہ سے تمتما رہا تھا، اس کے ہات پانون مین تشنج کی سی کیفیت پیدا تھی اور اگر اُس کے آنسو نہ جاری ہو جاتے تو نہین کہا جاسکتا کہ اسکے یہ جذبات کیسی خطرناک صورت اختیار کر لیتے

ذکی اپنی فطرت کے لحاظ سے نہایت نیک نفس اور سلجھا ہوا شخص تھا، اس لئے جب جوش الم کم ہوا تو وہ تمام واقعات پر غور کر کے اس نتیجہ پر پہونچا کہ۔ صفیہ یقیناً بیگناہ ہے اور اگر گناہگار ہو تو بھی اس اعتراف کے بعد اس کو قابل الزام قرار دینا خود بدترین گناہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ مولوی مظفر نے کیون غلط بیانی سے کام لیا، ممکن ہے انھین خود اطلاع صحیح نہ ملی ہو یا میرا فائدہ سمجھ کر قصداً غلط بیانی سے کام لیا گیا ہو بہرحال اب ان سے بھی اس کی باز پرس بیکار ہے۔ ظاہر ہے کہ صفیہ کو مین چھوڑ نہین سکتا، نہ اس لئے کہ اس مین بدنامی ہے، بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ وہ واقعی اپنی خصوصیات کے لحاظ سے قابل قدر ہے، رہی تعلیم سو ممکن ہے کہ مین اس کی کمی کو پورا کر سکون اور چند سال مین وہ اس منزل پر پہونچ جائے جہان مین اسے دیکھنا چاہتا ہون۔ عورت یون بھی قدرتاً بہت ذہین ہوتی ہے اور صفیہ تو خصوصیت کے ساتھ غیر معمولی طور پر ذکی...... لفظ ذکی پر پہونچتے ہی (کیونکہ یہی اسکا نام بھی تھا) اس کے دماغ مین دفعتہً ادبی میلان پیدا ہو گیا اور اس خیال سے کہ اگر صفیہ کا نام ہی صفیہ ذکی رکھدیا جائے تو کسقدر موزون ہوگا، اس کے چہرہ پر تبسم کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اور اب وہ صفیہ نہین بلکہ

صفیہ ذکی کے مستقبل اور اس کی علمی و ادبی شہرت کے متعلق ایک خیالی کارگاہ قایم کرنے مین مصروف ہو گیا یہانتک کہ کامل دو گھنٹے اسی محویت مین صرف ہو گئے اور پھر دفعتہً کسی غیر معمولی تدبیر کے ذہن مین آجانے سے وہ اچھل پڑا اور انتہائی مسرت کے عالم مین اسنے فوراً صفیہ کو تار دیدیا کہ فوراً آجائے۔ مین بے چینی کے ساتھ منتظر ہون۔

(باقی)

نیاز

جنوری سنہ ۳۰ع سے

دار الاشاعت نگار سے ایک نئے رسالہ کا اجراء

اس رسالہ کا نام جِن ہوگا۔ جن کے لغوی معنی ہین ہر اُس چیز کے جو حواس ظاہری سے پوشیدہ ہو، اس لئے اس رسالہ مین تمام اُن امور و واقعات سے بحث ہوگی جن کا تعلق "ماورائے عالم حواس" سے ہے اور جس مین جنات ارواح خبیثہ مابعد الطبیعیات، روحانیات، وغیرہ سب شامل ہین۔ اس مین نہ صرف جنات وغیرہ کے معتبر واقعات وحکایات ہونگے، بلکہ ان پر تنقید بھی ہوگی، عالم ارواح و روحانیت کے متعلق جدید ترین تحقیقات و معلومات بھی ہونگی، اور "حیات بعد الممات" کے متعلق اس وقت تک جو کچھ دریافت ہو چکا ہے اور ہوتا جارہا ہے وہ بھی درج ہوتا رہیگا

اس رسالہ کی تقطیع $\frac{۲۰}{۸} \times ۲۶$ ہوگی اور ۲۵ سطر کے مسطر پر دو کالم مین باریک خط سے لکھا جائیگا۔ حجم فی الحال دو جزو ہوگا جسمین ۸ صفحات مستقلاً علمی تحقیقات کے لئے وقف ہونگے۔ اس رسلے مین ارواح خبیثہ اور جنات کے جتنے واقعات درج ہونگے ان سب کو مصور پیش کیا جائیگا جس کے لئے ایک آرٹسٹ کی خدمات مستقلاً حاصل کی گئی ہین۔ رسالہ کی سالانہ قیمت ہے/ تجویز کی گئی ہے اور ایک سال سے کم مدت کے لئے چندہ قبول نہ کیا جائیگا۔

جن حضرات کو اس دنیا سے دلچسپی ہو وہ براہ کرم اپنا پتہ بھیجدین تاکہ بعد اشاعت رسالہ کا نمونہ اُن کے پاس روانہ کیا جائے

اس کے ساتھ یہ استدعا بھی ہے کہ اگر کسی شخص پر اُس کی زندگی مین کوئی واقعہ ایسا گزرا ہے جسے وہ جنات یا بھوت پریت سے منسوب کرتا ہے تو براہ کرم اس کو قلمبند کرکے روانہ کردے زبان و تحریر کی پرواہ نہ کیجائے یہان اس کو درست کر لیا جائے گا اور واقعہ کے مطابق تصاویر طیار کر لی جائین گی۔ لیکن اس کا خیال رہے کہ صرف اپنا تجربہ و مشاہدہ پیش کیا جائے، دوسرون سے نقل کی ہوئی روایت نہ ہو۔

پہلا پرچہ جنوری سنہ ۳۰ع کے نگار کے ساتھ ہی ساتھ شایع ہو جائے گا

مینیجر نگار۔ لکھنؤ

مرقع چغتائی

یعنے

دیوان غالب کا مصور اڈیشن

غالب کی موجودہ شہرت، روا ہو یا ناروا اس سے بحث نہین لیکن یہ واقعہ ہے کہ ہندوستان کے اُردو شاعرون مین جو آوازہ قبول غالب کو نصیب ہوا، وہ اس وقت تک کسی دوسرے شاعر کو حاصل نہین ہو سکا مشرق مین عام طور پر کسی کتاب یا تصنیف کی شہرت و مقبولیت کا اندازہ صرف اس سے کیا جاتا ہے کہ کتنے اڈیشن اس کے شایع ہوے اور کتنی زبانون پر اس کا نام جاری ہے۔ مغرب مین بھی اعتراف کی یہ صورت جزو مشترک کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن چونکہ وہان دولت ہے، علم ہے، ذوق ہے اور فنون کی ترقی اوج کمال کو پہونچ گئی ہے، اس لئے وہان تنقید کی نوعیتین بھی متعدد ہین اور اعتراف کمال کی صورتین بھی مختلف۔ ہم اگر کسی چیز کو پسند کرتے ہین تو اس کے حصول کی خواہش بھی قوة سے فعل مین نہین آتی اور وہان اس کے حاصل کرنے کے لئے بازار مسابقت قایم ہو جاتا ہے، جس مین دولت وزر کی نمایش سے زیادہ تفوق ذوق کا مظاہرہ مقصود ہوتا ہے۔ پھر یہ ہنگامہ اسی جگہ ختم نہین ہو جاتا بلکہ اس جوش کو متلاطم رکھنے کے لئے اور اپنے احساس اعتراف کو نمایان کرنے کے لئے ہر شخص اپنے اپنے ذوق کے شمول سے اس مین نئی نئی روح پھونکنا چاہتا ہے، یہانتک کہ اگر آپ اسے ہر شخص کے نقطۂ خیال سے جدا جدا طور پر دیکھین گے تو اس کے مختلف مناظر آپ کے سامنے آئین گے اور ہر منظر آپ کو بجائے خود اک مستقل چیز معلوم ہوگا، گویا وہ فانوس خیال ہے کہ ایک ہی شمع کو آغوش مین لئے ہوئے اپنی گردش سے ہر پہلو کو ایک جدید نقش کی صورت مین پیش کر رہا ہے۔ یہان کسی شاعر کے حسن کلام کا انتہائی اعتراف وہ ہے جسے ہم زیادہ سے زیادہ "سر دھننا" سے تعبیر کرتے ہین لیکن وہان کے اعتراف کی حقیر ترین صورت بھی "ہلچل مچا دینے" سے کم نہین ہوتی۔ ہم اگر کسی اچھے شاعر کے دیوان کو دیکھین گے تو زیادہ سے زیادہ دس پانچ مرتبہ سر کو جنبش دے کر رہجائین گے لیکن وہان ایک شعر مختلف مجلسون مین پہونچکر مختلف صورتین اختیار کر لیتا ہے۔ مغنی اُسے گاتا ہے، رقاص اس پر رقص کرتا ہے، نقاش اسے نقش کرتا ہے اور اس طرح گویا ایک داستان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہر ٹکڑے کو ایک مستقل داستان بنا دیتے ہین، مثلاً خیام ہی کو لے لیجئے ہر چند حافظ نے یہ شعر اپنے ہی لئے کہا تھا کہ

زشعر حافظ شیراز می گویند و می رقصند　　سیہ چشمان کشمیری و ترکان سمرقندی

مگر وہ صادق آتا ہے خیام اور اہل مغرب پر جہان خیام کا اعتراف "می گویند و می رقصند" کے منزل سے بھی آگے بڑھا ہوا نظر آتا ہے قصہ مختصر یون سمجھئے کہ ہمارا اعتراف حسن و کمال صرف "آہ" ہے اور اُنکا "واہ" اور یہ فرق قدرتی طور پر اک متشائم (Pessimistic) اور متفاول (optimistic) قوم کے درمیان ہونا چاہئے۔

اس مین شک نہین کہ مغربی تعلیم اور مغربی اصول تنقید کے سلسلہ مین اس کمی کا احساس یہان کے لوگون مین بھی پیدا ہو گیا ہے، لیکن کوئی علمی تحریک ابھی تک اس نوع کے پیدا نہین ہوئی تھی جسے ہم بجا طور پر نشأن نہضت (Renaissance) کہہ سکین۔ اس لئے چغتائی کا یہ فخر کبھی اُن سے نہین چھینا جا سکتا کہ سب سے پہلے انھون نے اس طرف توجہ کی اور "تقدیم اقدام" کا امتیاز انھون نے اپنے لئے مخصوص کر لیا۔ غالب کے دیوان کو ایک فلسفی نے دیکھا اور اسے الہامی کتاب کہہ دیا ہر چند یہ طفلانہ جسارت سے زیادہ حیثیت نہین رکھتا تاہم ایک فلسفہ طراز کی جانب سے اعتراف کی صورت یہی ہو سکتی تھی، ایک صوفی نے اس کا مطالعہ کیا اور "مطالب غالب" کو فصوص الحکم کا ہم پایہ قرار دیا۔ یقیناً یہ تقلید تنگ ظرفی منصور" سے زیادہ اہمیت نہین رکھتا، تاہم ایک متصوف اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہے اخیر مین پنجاب کا ایک نوجوان نقاش اُٹھا اور اس نے حقیقی معنی مین صرف اپنے موقلم سے "سخنہائے گفتنی" کی تشریح اور اپنی اعتراف خلوص کو بعض خطوط و نقوش کی صورت مین پیش کیا۔ اور اس سے کسی کو انکار ہو سکتا ہے کہ اگر شاعری اور نقاشی کا امتزاج صحیح کسی وقت ہو جائے تو پھر اس کی داد دینا حیرت و سکوت کے بس مین بھی نہین۔ تو کیا چغتائی کا مرقع واقعی یہی حیثیت رکھتا ہے، کیا حقیقتاً اُسے چغتائی کی "انتہائی تمنا" اور "بلند ترین آرزو" کہہ سکتے ہین؟ اس صحبت مین مجھے اسی موضوع پر لکھنا ہے اور اسی حقیقت سے بحث کرنا

مرقع چغتائی یعنی دیوان غالب کا مصور اڈیشن یون تو تنقید کے لئے مختلف حیثیتین رکھتا ہے لیکن گفتگو مین آسانی پیدا کرنے کے لئے مین صرف دو تقسیمین کرونگا، ایک متعلق بہ دیوان اور دوسری متعلق بہ نقاشی۔ امر اول کی نسبت مجھے زیادہ نہین کہنا سوائے اس کے کہ نفیس کاغذ پر نفیس جدول و حاشیہ کے ساتھ بلاک سے چھاپا گیا ہے جس کو طباعت کی پاکیزہ ترین صورت کہا جاتا ہے۔ اخیر مین نسخۂ حمیدیہ کو دیکھ کر بعض ان اشعار کو بھی بصورت انتخاب درج کر دیا ہے جو عام مطبوعہ دیوانون مین نہین پائے جاتے، میری رائے مین جناب چغتائی اس امر مین اپنے حد سے آگے بڑھ گئے ہین اور اس کو مین اگر غیر شاعرانہ نہین تو "غیر نقاشانہ" جسارت سے ضرور کہونگا۔ ابتدا مین ڈاکٹر جیمس کزنس اور ڈاکٹر اقبال کی مختصر تمہید و تقریب انگریزی زبان مین ہے۔ ڈاکٹر کزنس نے جو نقاشی کے ماہر سمجھے جاتے ہین مختصراً چغتائی کے فن نقاشی پر روشنی ڈالی ہے اور ڈاکٹر اقبال نے ایک خاص دلکش انداز مین مجملاً شاعری و نقش کے ارتباط کو فلسفیانہ مگر سرسری انداز سے سمجھانے کی سعی فرمائی ہے۔

خود جناب چغتائی نے بھی "سخنہائے گفتنی" کے عنوان سے چند خیالات پریشان (astray thoughts) (جو کہین کہین "بکھرے ہوئے موتیون" سے کم دلچسپ نہین ہین) ظاہر کئے ہین اور اس سلسلہ مین انھون نے مشرق و مغرب کی نقاشی کا جو فرق بتایا ہے وہ بہ لحاظ انشا و خیال بہت لطیف اور بہ لحاظ حقیقت نہایت مستحکم ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر اس ایتھری (Ethereal) قسم کی انشاء کو "اُترو انا" "کیچڑ" اور "لتھڑا رہنے والے" وغیرہ ایسے الفاظ سے پاک رکھا جاتا۔ جمیل ترین چہرہ مین حقیر ترین بدنمائی بھی اچھی نہین معلوم ہوتی

اب مین اس حصہ کی طرف متوجہ ہوتا ہون جسے صحیح معنی مین مرقع چغتائی کہا جا سکتا ہے اس مجموعہ مین کُل ۴۴ تصویرین ہین ۲۴ تصویرین چار رنگون کی ہین باقی ایک رنگ کی ہین یا صرف پنسل کا خاکہ یا محض رنگین خطوط کا مجموعہ

قبل اس کے کہ مین ان نقوش پر تنقید کرون مختصراً یہ ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہون کہ چغتائی کس اسکول کے نقاش ہین، چغتائی ایرانی اسکول کے نقاش ہین اور ایرانی اسکول کی وہ خصوصیت جسے "روحانیت نقش" کہنا بہ نسبت "نقش روحانیت" کے زیادہ موزون ہے

ان کے موقلم میں تکمیل کے ساتھ ودیعت ہوئی ہے۔ ایک نقش کے عناصر بالعموم تین ہوا کرتے ہیں، ایک وہ جسے بیک گراونڈ (فضائے بعید) کہتے ہیں دوسرے تصویر کا اندرونی و ماحولی منظر اور تیسرے خود اصل تصویر جسے مرکز یا نقطۂ انشعاب کہنا زیادہ مناسب ہے پھر چونکہ نقش بجائے خود کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہ محض نقاش کے دماغ کی اپج ہے، یا یوں سمجھئے کہ ایک خیال ہے جو خطوط کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے اس لئے ایک تصویر کی خوبی یہی ہے کہ نقش کا کوئی خط، کوئی نقطہ "واقعیت" خیال کے حدود سے آگے نہ بڑھے۔ "واقعیت خیال" سے مراد وہ فطری حدود ہیں جن کی پابندی سے آزاد ترین تخییل کو بھی چارہ نہیں۔ یعنی جس طرح شعر میں حد سے زیادہ مبالغہ شعر کے لطف کو غارت کردیتا ہے اسی طرح نقش میں "واقعیت خیال" سے آگے بڑھ جانا ذوق کے منافی ہے۔ پھر جس طرح شعر کے مختلف اقسام ہیں اسی طرح نقش کی بھی کئی قسمیں ہوسکتی ہیں، اور اس لحاظ سے ان کے محاسن کی جانچ ہوتی ہے۔ اگر شعر میں آپ محاکات، معاملہ بندی، اور جذبات نگاری وغیرہ وغیرہ کی علحدہ علحدہ تعیین کرسکتے ہیں تو نقش میں بھی اسیطرح واقعیت، تخییل، رومان، اور احساسات کی جستجو ہوسکتی ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ نقش کا تعلق بہ نسبت شعر کے مادیت سے بہت کم ہے اور وہ نقاش جو صرف متنوع مادیت کے اظہار کو اپنا مقصود قرار دیتا ہے اُسے بجائے نقاش کے صناع کہنا زیادہ موزون ہے۔

فرض کیجئے کہ ایک حسین عورت کا نقش طیار کرنا ہے تو وہ نقاش جو مادہ کی حدود سے آگے نہیں بڑھتا، صرف یہی کریگا کہ اسکی صورت، اس کے خد و خال، اس کے اعضا اور اس کے ملبوس کو نہایت جمیل و دلکش بنا دیگا، لیکن وہ نقاش جو رومان و احساس کا پرستار ہے، اس کی صورت سے زیادہ اعتنا نہ کریگا بلکہ خود اپنے جذبات و تاثرات کو تصویر کے ماحول اور فضا میں اس طرح بھر دیگا کہ حسن سے زیادہ عشق نمودار ہو جائے اور مرکز انشعاب بنے ماحول میں اس طرح تحلیل ہو جائے کہ حسن و عشق کے حدود کی تعیین و تمیز آسان نہ رہے۔

اگر نقاش صرف نقال ہے تو وہ مادیت سے آگے نہیں بڑھتا اور اگر خلاق ہے تو مادہ سے گزر کر روحانیت میں پہونچ جاتا ہے، وہ مادہ کا پابند رہتا ہے اور یہ مادہ کو اپنا پابند بنالیتا ہے، اس کا موقلم منظر کے تغیر کے ساتھ ساتھ جنبش کرتا ہے اور یہاں منظر مصوّر اس کے جنبش قلم کے ساتھ ساتھ متغیر ہوتا ہے، وہ محکوم و تابع ہو کر کاغذ میں رنگ بھرتا ہے اور یہ اک حاکمانہ اقتدار کے ساتھ اپنے رنگ میں موضوع (object) کو رنگ دیتا ہے۔ اس لئے آپ دیکھیں گے کہ جتنے نقاش جمالیاتی تخلیق کے لئے مشہور ہوئے ہیں ان کے ہاں ایک نقش کے عناصر سہ گانہ میں سے مرکز انشعاب یا موضوع نقش اسقدر نمایاں نہیں ہوتا جتنا ماحول اور فضا، ایسے نقوش میں دیکھنے والے کی نگاہ، مرکز سے فضا کی طرف نہیں جاتی بلکہ فضا سے مرکز کی طرف آتی ہے۔ چغتائی کی نقاشی بھی چونکہ زیادہ تر روحانی یا احساسی قسم کی ہے اس لئے وہ لوگ جو حقیقت سے ناواقف ہیں ان کی تصویر کے مرکزی حصہ میں نقص محسوس کرتے ہیں اور وہ اس حقیقت سے بیگانہ ہیں کہ وہ تمثیل (symbol) سے ہیولیٰ (chaos) نہیں پیدا کرتا بلکہ ہیولی سے تمثیل کو نمایاں کرتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ چغتائی کی تصویروں کی آنکھ، ناک، او نگلیاں بد نما، خلاف اصل، اور مضحک ہوتی ہیں، لیکن یہ وہی لوگ ہیں جو چغتائی کے نقش کی اصل رُوح سے واقف نہیں اور جن کی پسندیدگی مادی نقاشی سے آگے نہیں بڑھتی

چغتائی نے غالب کے جن اشعار یا مصرعوں کو نقش کیا ہے وہ یہ ہیں:-

(۱) نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

چونکہ غالب کے اس شعر سے دیوان شروع ہوتا ہے اس لئے چغتائی نے بھی اس سے ابتدا کی ہے، چغتائی کا یہ نقش بالکل کارچوبی (Japanese) قسم کا ہے اور اس لئے فضا کے لحاظ سے بالکل سادہ اور ماحول کی حیثیت سے معمولی ہے۔ با الفاظ دیگر یون کہئے کہ جیسا شعر غالب کا ہے ویسا ہی اس کا نقش ہے۔ نہ شعر سے کسی خاص لطیف جذبہ مین تحریک پیدا ہوتی ہے اور نہ تصویر مین کوئی پاکیزگی پائی جاتی ہے

(۲)۔ اس کے بعد "مطرب بہ نغمہ رہزن تمکین و ہوش ہے" کا نقش ہے۔ افسوس ہے کہ یہ مصرع بھی مادی حدود سے آگے خیال کے رہبری نہین کرتا اس لئے چغتائی کو بھی زیادہ گنجائش نہ تھی، تاہم وہ مصرعہ کے پہلے ٹکڑے کو کسی حد تک اور دوسرے ٹکڑے کو بڑی حد تک نمایاں کر سکے ہیں، لیکن دونوں میں امتزاج کامل نہیں ہے۔ مطرب (مطربہ؟) ساز لئے ہوئے ہے لیکن اس سے فارغ نغمہ کا مفہوم صرف اسکے ہاتھوں اور انگلیوں سے پیدا کیا گیا ہے جس سے تالی اور چٹکی بجانے کا رنگ پوری طرح تصویر سے نمایاں ہوگیا ہے۔ دوسرے ٹکڑے کو صرف فضا کے اثر سے ظاہر کیا گیا ہے اور نسبتاً زیادہ تکمیل کے ساتھ

(۳) ہان مہ نو سنین ہم اس کا نام جس کو تو جھک کے کر رہا ہے سلام

اس کا نقش نئی چیز نہین بلکہ اس سے قبل ہلال عید کے عنوان سے پنجاب کے بعض رسایل مین شایع ہو چکا ہے اس تصویر کو اس شعر کا نقش قرار دینا میرے نزدیک بالکل ذوق کے خلاف ہے۔ جہانتک ہلال عید کا تعلق ہے یہ تصویر یقیناً اچھی ہے لیکن اس شعر سے متعلق کرنے کے بعد اس کی تمام خوبیان زایل ہو جاتی ہین۔ چاند کو دیکھ کر ایک ضعیفہ بیٹھی ہوئی ہات اٹھائے دعا مانگ رہی ہے، ایک چھوٹا بچہ اس کی گردن مین ہات ڈالے ہوے چاند کو دیکھ رہا ہے اور خود بھی اس معانقہ کی حالت مین تقلیداً ہات دعا کے لئے کھول دیتا ہے پیچھے ایک نوجوان دوشیزہ انتہائی معصومیت کے ساتھ دعا مانگ رہی ہے افق کے شفقی روشنی مین ہلال نظر آرہا ہے اور دور مسجد کے گنبد و مینار بھی نمایان ہین تصویر بہ حیثیت مجموعی اس تمام معصومیت و تقدس کو لئے ہوے ہے جو ہلال عید کے دیکھنے کے بعد ایک مسلمان گھرانے کے افراد مین پیدا ہو سکتی ہے لیکن غالب کے شعر سے اسے کوئی لگاؤ نہین ہے

(۴) غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج شمع ہر رنگ مین جلتی ہے سحر ہونے تک

یہ شعر نقاشی کا اچھا موضوع ہو سکتا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ چغتائی نے اس خیال کو بغیر کسی فضائے بعید کے پیدا کئے ہوئے نہایت خوبی سے "منقوش" کیا ہے۔ اس تصویر مین اگر ایک طرف غالب کا تکلم بالنفس (Soliloquy) ظاہر ہے تو دوسری طرف مصرعہ ثانی کو بھی پوری قوت کے ساتھ نمایان کیا گیا ہے اور مین کہہ سکتا ہون کہ اس شعر کا کوئی لفظ ایسا نہین ہے جس سے چغتائی نے کام نہ لیا ہو یا تصویر سے پیدا نہ کیا گیا ہو

ایک مرد ضعیف (جو یقیناً غالب ہے) طاق مین رکھے ہوئے چراغ کے پاس ایک خاص انداز حسرت داندوہ سے کھڑا ہوا دیکھ رہا ہے اور چراغ کا تیل جو ٹپک ٹپک کر دیوار کو داغدار بنا چکا ہے اب بھی نہایت ہی ہلکا سا شعلہ قایم کئے ہوئے ہے منظر کی تاریکی بتا رہی ہے کہ ابھی

سحر قریب نہین ہے اور اس طرح نقش کو دیکھ کر "غمِ ہستی" "جز مرگ" "علاج" اور "جلتی ہے سحر ہونے تک" سب کا سمان انفرادی اور مجموعی دونون طور پر بیک وقت سامنے آجاتا ہے اور یہ نقاش کی معمولی کامیابی نہین ہے

(۵) سب کہان کچھ لالہ وگل مین نمایان ہوگئین خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین

اس نقش کا تعلق بیشک فضائے بعید سے ہے اور اس مین کلام نہین کہ چغتائی نے شعر کے مفہوم کو واضح کرنے کے لئے جو فضا پیدا کی ہے وہ بہت مناسب ہے، لیکن اس نقش مین ایک غیر ضروری جز و شامل کرکے اس کے اثر کی قوت کو ضعیف کر دیا ہے۔ لالہ وگل کے پاس کسی انسانی ہستی کو دکھانے کی ضرورت نہ تھی، اگر وہ اس تصویر کے دو حصے کر کے ایک مین ایک مصرعہ کو اور دوسرے مین دوسرے مصرعہ کو بغیر کسی جاندار چیز کے شمول کے ظاہر کر دیتے تو اس تصویر کی رمزی (Symbolical) قوت بہت زیادہ ہو جاتی

(۶) چاہے ہے پھر کسی کو مقابل مین آرزو سرمے سے تیز دشنۂ مژگان کئے ہوئے

نہ غالب کا یہ شعر درخورِ نقش ہونے کا اہل تھا اور نہ چغتائی اس مین کامیاب ہوئے ہین۔ یہ نقش صنعت کے حدود مین آگیا ہے اور بجائے نقاش کے کسی صنّاع کے دماغ کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے

(۷) باوجود یک جہان ہنگامہ پیدائی نہین ہین چراغانِ شبستانِ دلِ پروانہ ہم

چغتائی نے ہر چند اس شعر کو صرف یک رنگ خطوط مین نقش کیا ہے، لیکن مین نہین سمجھ سکتا کہ اس سے زیادہ تکمیل کے ساتھ یہ شعر منقوش ہو سکتا ہے۔ غالب نے پہلے مصرعہ کا جیسا زبردست ثبوت دوسرے مصرعہ مین دیا ہے وہ نہایت ہی بلند و عمیق نقاشی کا مقتضی تھا اور واقعہ یہ ہے کہ چغتائی نے پوری داد اس خیال کی دی ہے۔ چراغ کے دھوین کے پیچ وتاب سے "شبستانِ دلِ پروانہ" قایم کرنا اور پھر اس مین پروانون کی سوختگی و برشتگی کے ساتھ ان کی "نیمۂ داغ و نیمہ خاکستر" حالت کو، چراغان کی صورت سے دکھانا، ایسی زبردست تخلیق فنی ہے کہ مشکل سے دوسری نظیر اس کی مل سکتی ہے

(۸) وہ فراق اور وہ وصال کہان وہ شب و روز و ماہ و سال کہان

مین حیران ہون کہ چغتائی نے اس شعر کا انتخاب کیون کیا۔ اگر یہ تصویر اُن کی پہلی تصویرون مین سے ہے اور محض مرقع مین داخل کرنے کے لئے غالب کے کسی موزون شعر کی جستجو ہوئی تھی تو کوئی دوسرا شعر تلاش کرتے۔ تصویر بُری نہین ہے لیکن اس شعر نے اس کو بہت گرا دیا ہے

(۹) نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ اگر شراب نہین انتظار ساغر کھینچ

اس نقش مین سوائے اس کے کہ ایک خاتون کی حالت منتظرہ دکھا دی ہے اور کوئی غایر جذبہ ایسا پیدا نہین ہوتا جو غالب کے اس شعر کے مطابق ہو سکے

(۱۰) رَو مین ہے رخشِ عمر کہان دیکھئے تھمے نے ہات باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب مین

یہ نقش بھی منجملہ اُن چند نقوش کے ہے جن پر چغتائی کیا دنیا کے بہتر سے بہتر نقاش کو ناز ہو سکتا ہے۔ غالب نے دوسرے مصرعہ سے

پہلے مصرعہ کے مفہوم کو جسقدر وسیع مستحکم کر دیا ہے، وہ نقش کے لئے بھی ویسی ہی عمیق و بالغ نگاہ چاہتا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ جو جلال (Sublimity) اس نقش مین پیدا کیا گیا ہے وہ اپنے مرکز، فضا اور ماحول کے لحاظ سے خیال کو اُس لانہایت (Infinity) تک لیجاتا ہے جو مشکل ہی سے غالب کے شعر سے سامنے آسکتا ہے۔ چغتائی کا یہ نقش ایک ایسا زائیدۂ خیال ہے کہ اگر اُسے اُن کے عہد نقاشی کا سرمایۂ حیات قرار دیا جائے تو بیجا نہ ہوگا

(۱۱) - اس کے بعد ایک غیر متعلق تصویر ملکۂ صحرا کے عنوان سے دی گئی ہے، جو رنگین خطوط کے دوایر، زوایا اور انحنا خطوط کا ایک پاکیزہ مجموعہ ہے۔ صحرا میں جس کی فضائے بعید مشرقی وضع کی گنبد دار عمارتوں سے ہلکے طور پر آباد نظر آتی ہے، ایک خاتون خاص انداز سے سہمی ہوئی بیٹھی ہے اس کی پشت پر ایک نہایت ہی حسین اونٹ گردن اُٹھائے کسی دور کی چیز کو دیکھ رہا ہے، محمل کی آرایش اور حریری زیبایش اس کو ملکۂ صحرا ثابت کرنے مین پوری طرح مدد دے رہے ہین۔ تصویر صحرائے نجد کی شہرۂ آفاق داستان لیلے و مجنون کو پوری تازگی کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ اگر خاتون کا بائین ہاتھ (جو ضرورت سے زیادہ سکڑا ہوا معلوم ہوتا ہے) بڑھا کر محمل کے پردہ تک لیجایا جاتا اور اس لحاظ سے اس کی انداز نشست مین تغیر کر دیا جاتا، تو یہ تصویر بہت زیادہ رومانی ہو جاتی

(۱۲) ساقی بجلوہ، دشمن ایمان و آگہی

یہ مصرعہ نقش کے لئے انتخاب کے قابل نہ تھا اور اس لئے نقش مین بھی کوئی خاص بات نہین ہے چونکہ چغتائی صرف احساسی نقاش ہیں اس لئے وہ مادی قسم کی تصاویر مین کبھی کامیاب نہین ہوتے

(۱۳) صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا ‌ ‌ آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لیکے رہ گئے

میرے نزدیک چغتائی کا یہ نقش ان کے بدترین نقوش مین شمار کئے جانے کے قابل ہے اور اس قدر سطحی طور پر اس کی تکمیل کی گئی ہے کہ مجھے حیرت ہوتی ہے انھون نے مرقع مین اسے کیون شامل کیا۔ اس مین ناکام رہنے کا وہی سبب ہے جو ابھی عرض کیا گیا

(۱۴) قطرہ مین دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو مین کل ‌ ‌ کھیل لڑکون کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

غالب کا یہ شعر بہت مشکل سے نقش پذیر ہو سکتا تھا، لیکن چغتائی اس مین پوری طرح کامیاب ہوئے ہین۔ اس شعر کے چار ٹکڑے ہین قطرہ مین دجلہ۔ جزو مین کل۔ کھیل لڑکون کا۔ دیدۂ بینا۔ اور یہ چارون حصے نہایت تکمیل کے ساتھ دکھائے ہین بچہ بُلبُلے بنا بنا کے اڑا رہا ہے، اس کے ارد گرد کچھ کھلونے پڑے ہوئے ہین، مان سامنے آنکھین بند کئے ہوئے دیدۂ بینا کی تصویر بنی ہوئی بیٹھی ہوئی ہے۔ اس تصویر کی فضا، ماحول اور مرکز سب اپنی اپنی جگہ مکمل ہین اور سب کا امتزاج بھی ایک عجیب متاملانہ کیفیت پیدا کر دیتا ہے جو اصل روح ہے اس شعر کی

(۱۵) شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد ‌ ‌ شمع بجھتی ہے تو اس مین سے دھُوان اُٹھتا ہے

اس شعر کو بھی پوری تکمیل کے ساتھ نقش کیا گیا ہے "بجھتی ہوئی شمع" اور "میرے بعد" ان دونون خیال کو ملا کر قبر سے ظاہر کرنا نہایت ہی مکمل تعبیر ہے۔ اسی طرح شعلۂ عشق کے سیہ پوش ہونے کیلئے سوگوار بیوہ کو قبر کے پائین متالم حالت مین دو زانو دکھانا

اور پھر تمام فضامین ایک حزین والم آگین تاریکی پیدا کرکے اس خیال کو اور زیادہ گہرا کر دینا، اسقدر عمیق خیال ہے کہ شاید ہی اس مین کوئی اور اضافہ ہو سکے

(۱۶) نہ گل نغمہ ہون نہ پردۂ ساز مین ہون اپنی شکست کی آواز

ہے جہان فکر کشید نہائے نقش روئے یار ماہتاب ہالہ پیرا گردۂ تصویر ہے

دونون نقش بہت معمولی ہین اور کوئی قابل ذکر لمس مُوقلم کا ان مین نہین پایا جاتا

(۱۷) دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے

اچھا نقش ہے اور شعر کی تمام کیفیات کا حامل ہے۔ ایک مرد ضعیف چند بچون سے مخاطب ہے۔ ایک طرف بچون کا تمام لاعبانہ کیفیات کے ساتھ گردنین اٹھا اٹھا کر پیر مرد کو دیکھنا اور دوسری طرف پیری واضمحلال کے تمام آثار و علائم کے ساتھ خمیدہ کمر لئے ہوئے بچون سے گفتگو کرنا خاص اثر پیدا کرتا ہے، اس تصویر کی بیک گرونڈ اور رنگ کے انتخاب مین نہایت ماہرانہ ذوق سے کام کیا گیا ہے اور انھین دونون نے اس نقش مین جان ڈالی ہے

(۱۸) دیکھو اے ساکنان خطۂ پاک اس کو کہتے ہین عالم آرائی

کہ زمین ہو گئی ہے سر تا سر روکش سطح چرخ مینائی

اس نقش مین بھی کوئی قابل التفات بات نہین پائی جاتی

(۱۹) داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی اک شمع رہگئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

چغتائی کا یہ نقش بھی غیر فانی ہے اور اسقدر زبردست رمزی (Symbolic) تصویر ہے کہ اس کی خوبی الفاظ سے ادا نہین ہو سکتی

(۲۰) جوش قدح سے بزم چراغان کئے ہوئے (۲۱) بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہائے گل

(۲۲) چمن کا جلوہ باعث ہے مری رنگین نوائی کا

(۲۳) گو ہات مین جنبش نہین آنکھون مین تو دم ہے رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

سہ رنگی تصویرون مین قابل ذکر نہین

(۲۴) مانگے ہے پھر کسی کو لب بام پر ہوس زلف سیاہ رخ پہ پریشان کئے ہوئے

(۲۵) سازیک ذرہ نہین فیض چمن سے بیکار سایۂ لالۂ بیداغ سویدائے بہار

یک رنگی تصویرون مین معمولی چیز ہین اور قابل ذکر نہین

(۲۶) یک نظر بیش نہین فرصت ہستی غافل گرمی بزم ہے اک رقص شرر ہونے تک

(۲۷) گلفشانیہائے ناز جلوہ کو کیا ہو گیا خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری ہائے ہائے

یک رنگی تصاویر میں یہ دونوں نہایت دلکش چیزیں ہیں۔ پہلے میں رقص شرر کی تعبیر اور دوسری تصویر میں خاک پر لاکاری کا رمز (Symbol) بہت عجیب و غریب ہے

نمبر متعلق یک رنگی تصویروں میں (Soliloquy) (تکلم بالنفس) بھی نہایت ہی مکمل نقش ہے

اس مرقع کی ابتدا میں ایک صفحہ پر "الاعمال بالنیات" بھی درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چغتائی اپنے ان نقوش پر "بازپرس محشر" سے خائف ہیں اور "دفع دخل" کے طور پر پہلے ہی سے اس "حدیث" کو اپنا وکیل بنا کر پیش کئے دیتے ہیں۔ اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو چغتائی کے نقوش میں کہیں کہیں خامی و لغزش کا پایا جانا بے وجہ نہیں اور جب تک وہ اس کو نیایش و عبادت سمجھکر اختیار نہ کرینگے کبھی کمال کی حد تک نہیں پہونچ سکتے۔ یہ ہے نتیجہ اُس تربیت کا جو ہمیشہ مذہب کو فنون لطیفہ کا دشمن بناتی ہے اور ایک فطری نقاش کو بھی اپنے فریب میں مبتلا کرکے "صراط مستقیم" سے ہٹا دیتی ہے

میں اپنی تفصیلی رائے مرقع چغتائی کے متعلق ظاہر کرچکا اور اس میں شک نہیں کہ بہ حیثیت مجموعی وہ بہت قابل قدر چیز ہے، لیکن اسی سلسلہ میں مجھے اس حقیقت کے اظہار سے باز نہ رہنا چاہئے کہ چغتائی اگر چاہتے تو موضوع نقش کے لئے ان سے بہتر اشعار غالب کے ان کو ملسکتے تھے اور میں ان کو مخلصانہ مشورہ دونگا کہ آیندہ وہ اس مسئلہ کو نظرانداز نہ کریں۔ مثالاً میں چند اشعار غالب کے ایسے پیش کرتا ہوں جو چغتائی کے مخصوص ذوق نقاشی کے لئے بہت موزوں ہوسکتے ہیں

جی ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

ناکامی نگاہ ہے برق نظارہ سوز
تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشہ کرے کوئی

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے
کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے

ہاں کھائیو مت فریب ہستی
ہرچند کہیں کہ ہے، نہیں ہے

ہر قدم دوری منزل ہے نمایاں مجھ سے
میری رفتار سے بھاگے ہے بیاباں مجھ سے

آغوش گل کشودہ برائے وداع ہے
اے عندلیب چل کہ چلے دن بہار کے

جبکہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

شق ہو گیا ہے سینہ خوشا لذت فراغ
تکلیف پردہ داری زخم جگر گئی

الغرض اس قسم کے بہت سے اشعار ملسکتے ہیں جن کو خارجی و ذہنی (Subjective, objective) یا مادی و روحانی دونوں قسم کی نقاشی کا موضوع زیادہ تکمیل و وضاحت کے ساتھ بنایا جاسکتا ہے میں نے جس اڈیشن کو دیکھ کر یہ تنقید کی ہے وہ ۱۶ عدد کی قیمت کا ہے، پہلا اڈیشن ایک سو دس روپیہ کی قیمت کا بھی میں نے دیکھا ہے اور ان دونوں میں کوئی زیادہ فرق نہیں پایا جاتا۔

اخیر میں مجھے یہ بھی کہنا چاہئے کہ باوجود اس اہتمام کے بھی کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں باقی رہگئی ہیں اگر ممکن ہو تو آیندہ اس نقص کو بھی دور کردینا چاہئے۔

نیاز

مومن وکلام مومن

تمہید جس طرح شہرت" دلیل کمال نہین، اسی طرح "گمنامی" نقص کا ثبوت نہیں بن سکتی شہرت کے کئی اسباب ہوتے ہین

۱- طالب شہرت ایسے ذرایع اور تمابیر اختیار کرے کہ وہ مشہور ہوجائے چاہے حقیقت موئد شہرت ہو یا نہ ہو جیسا کہ آجکل عام طور پر ہو رہا ہے۔

۲- "حلقۂ شہرت" کے نزدیک وجہ شہرت فضل وکمال نہ ہو بلکہ روایات اور پروپگنڈا ہون، اس کے افراد مین نقد وتنقید کی صلاحیت نہ ہو۔ انہین کے لئے "العوام کالانعام" کا حکم ہے

۳- کس کی شہرت یا گمنامی کسی خاص خیال اور غرض کے تحت مین ہو

۴- فضل وکمال کی بنیاد پر "شہرت" ہو، یہ اسوقت ممکن ہے جب "حلقۂ شہرت" مین فرق اور امتیاز جانچنے کا مادّہ ہو

یہ جس طرح آج مفقود ہے، زمانہ سابق مین بھی کمیاب تھا فرق صرف اسقدر ہے کہ آج بیشتر وہ لوگ مشہور ہین جو پہلی اور دوسری دفعہ مین آتے ہین، پہلے اہل فضل وکمال بھی مشہور ہوتے تھے لیکن کم ایک زمانہ ایسا بھی ماننا پڑیگا جو صرف اہل فضل وکمال کا موئد تھا۔ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ شہرت اور گمنامی کی بنیاد اگر حقیقت پر نہ ہو تو اس کا وزن کہانتک قابل ذکر ہے؟ مبصرین اور عقلا کے نزدیک اسکی کچھ حقیقت نہین

اس مین شبہہ نہین کہ ۲ و ۳ صورتون نے بہترین فضل وکمال کا گلا گھونٹ کر ان لوگون کو روشناس کیا ہے جنکی چمک باہر کے ...رون سے نہیں ایسے مواقع کے لئے کہا گیا ہے (All that glitters is not gold) ہر چمکنے والی چیز سونا نہین ہوتی

جب کبھی قوم یا کسی ملک مین خیرہ نظری کی یہ صورت رونما ہوجائے کہ ہر چمکنے والی چیز سونا، چاندی، اور جواہرات سے ...چیز ہو تو سمجھنا چاہئے کہ اس کے دن اچھے نہین زمانے نے جن لوگون کو باوجود "فضل وکمال" ابھرنے نہ دیا ان مین حکیم مومن خان مومن" بھی ہین حکیم مومن خان کو علوم وفنون کے ساتھ شاعری مین جس درجہ کمال تھا اسی قدر وہ محروم شہرت تھے اسباب گمنامی پر تذکرہ نویسون اور نقادون نے جسقدر تحقیق کی ہے بیشتر ناتمام اور تشنہ رہگئی ہے اسوقت تفصیل کے ساتھ اس پر بحث کرنے کی ضرورت ہے۔

جس طرح "آفتاب بہت دنون تک بادل مین نہین رہتا اسی طرح "کمال" پردے مین رہنے کی تاب نہین لاتا ملک مین ایسی ہستیان بھی پیدا ہوگئین جو غالب اور ذوق کے نقار خانۂ شہرت مین مومن کے کمال کے لئے آواز طوطی بنگئیں

عرصہ سے مجھ کو خیال تھا کہ مومن کے کمال کو روشناس کرنا اُردو شاعری پر بہت بڑا احسان ہے، مجھ کو اپنے اس خیال کی تائید حسرت موہانی سے ہوی کہ دنیائے شاعری مین "مومن" آفتاب تھے مین نے نواب عماد الملک مرحوم کی فرمایش اور محترم جناب مولوی

محمد عثمان صاحب فاروق وکیل کی تائید اور اصرار سے انتخاب کلام مومن کی شرح رسالہ العلم مین لکھنا شروع کی اس کے بعد بحان مین افسوس ہے کہ تکملہ سے پہلے دونون رسالے بند ہوگئے اس اثنا مین "مومن" کے موئدین کی تعداد ملک مین بڑھتی گئی یہانتک کہ نیاز فتحپوری نے اپنے رسالہ نگار اور مولوی عبدالحق صاحب نے رسالہ اُردو مین مومن کی شاعری پر مبسوط مضامین لکھوائے، ان دونون رسالون مین اکثر غیر مشہور واقعات اور ضروری مواد یکجا ہوگئے، نیاز صاحب کے رسالے مین دادِ تحقیق یقیناً "زیادہ دیگئی - مومن کا کلام ابتک جو محروم شہرت رہا اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ مومن اور اکثر شعرا کی طرح علام وفنون سے بے بہرہ نتھے بلکہ اہل فضل وکمال شعرا مین ان کا درجہ اکثر سے بلند ہے انھون نے شاعری کی جامہ مین علوم وفنون، کو اس طرح بھر دیا کہ دیکھنے اور سمجھنے والے چیستان سمجھنے لگے مثلاً کہین نجوم ہے، کہین جفر، کہین ریاضی ہے کہین فلسفہ، معانی وبیان کے اکثر مسائل کا ان کی غزلین مرقع ہین اس طرح کہ اگر ان کے اشعار ترتیب کے ساتھ یکجا کئے جائین تو یہ تمام مسائل مسلسل منضبط نظر آئین، معانی وبیان کے اعتبار سے ان کے کلام مین جو جواہر ہین ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے اور "مومن" کے فضل وکمال اور اعجاز شاعری کو تسلیم کیجئے

تفصیل وتشریح

مثلاً کہتے ہین ؟

١- ہر جا مہ ہے تیرا جلوہ لیکن | دیکھا تو کہین نظر نہ آیا
تو واحد وبے نظیر وہمتا | تو حاکم وخالق برایا
تجھ کو بھی نہ کہہ سکین ترا مثل | یان تک نقش دوئی مٹایا

پہلے دو شعر علم معانی کے مسئلہ "اسناد حقیقی عقلی" کے حامل ہین، اسناد حقیقی عقلی کی چار قسمین ہوتی ہین ان مین سے ایک وہ ہے جو واقعہ اور اعتقاد دونون کے مطابق ہو اوصاف مذکورہ پر اسلامی نقطۂ خیال سے اعتقاد بھی ہے اور انکی حقیقت بھی ہے تیسرے شعر مین علم کلام کا مسلم مسئلہ بیان کیا ہے کہ خدا کا مثل نہین "قل ہو اللہ" کی اس آیت کی طرف تلمیح ہے وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ (اس کا کوئی مثل نہین) اس مسئلہ خشک کو غزل کی رنگینی مین بیان کرنا "مومن" کا کمال ہے

اسکو بھی سمجھ لینا چاہئے، کہ مومن کٹر مسلمان تھے

٢- مسندالیہ کی تعریف علمیت کے ساتھ اس طرح کہ اظہار تعظیم کے لئے نظر ہو

تری غلامی کی دولت سے خاک پائے ہلال | سفیدۂ رخ فغفور چین وقیصر روس

یہ شعر نعت مین ہے، انصاف کیجئے نعت کا یہ مضمون آقائے دو عالم کے غلام کی شان کہان پہونچاتا ہے

٣- اظہار علمیت سے علم کا کنایہ اصلی معنی کی طرف بھی ہوتا ہے :-

آج ہوتا کمال تو کہتا | اب تخلص مرا ہے نقصانی

مثال شاعر ایرانی کا تخلص ہے یہان اصلی معنی مین استعمال ہوا

گر ترے کوچہ سے دی کعبہ کو نسبت کیا گناہ　　مومن آخر تھے کبھی اے بندۂ اسلام ہم

اس قسم کی رعایت "مومن" کے اکثر مقطعون مین ہے

تیسرا شعر دیکھئے۔

ے نام آرزو کا تو دل کو نکال دین　　مومن نہ ہون جو ربط رکھین بدعتی سے ہم

اکثر جگہ مومن نے ایک ایک شعر مین مختلف اور متعدد مسائل بیان کئے ہین، معانی و بیان بھی، فلسفہ و کلام بھی، لفظی رعایت بھی

معنوی خوبی بھی پھر لطف یہ کہ روانی اور تغزل کو ہاتھ سے جانے نہین دیا

۴۔ کبھی علم کا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ سامع کے دل مین رحم آجاے ؎

کہ ترے صدقے مری جان مومن　　جانِ مومن ترے قربان مومن

دوسرا شعر ہے۔

مومن زار کہ تھا گرم بیان　　سوزشِ سینہ سے تھا شعلہ فشان

۵۔ مسند الیہ کی تعریف موصول بنا کر ہو اس کے ایک قسم مین اشارہ ہوتا ہے کہ فلان خبر ایسی ہو گی ؎

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو　　وہی وعدہ یعنی نباہ کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

۶۔ مسند الیہ نکرہ ہوتا ہے اور تنکیر سے تجدید مقصود ہوتی ہے ؎

کوئی کہتا ہے حاشا ہے یہ گرمی غب خالص کی　　اسی جانسوز شعلے نے دھوان دل کا اُڑایا ہے

کوئی کہتا ہے ترکیب اور غالب خلط بلغم ہے　　رطوبت گر نہین تو کیون پسینے مین نہایا ہے

پہلے شعر مین بیان مسئلہ کے ساتھ الفاظ کی نشست اور معنوی تناسب کو بھی ہاتھ سے جانے نہین دیا ہے، دوسرے شعر مین طبیب کا

حرکتہ الآرا مسئلہ بیان کر کے تشریح مزاج انسانی بھی کی ہے

۷۔ مسند الیہ موصوف ہوتا ہے اور صفت اس کی توضیح کرتی ہے ؎

اُڑتے ہی رنگ رخ مرا قطرون سے تھا نہان　　اس مرغ پر شکستہ کی پرواز دیکھنا

مرغ کی صفت پر شکستہ اس لئے ذکر کی ہے کہ بیان پرواز مین ندرت ہو۔

۸۔ مسند الیہ کے عطف سے حصر پیدا ہوتا ہے، کوئی دوسرا تیسرا اچھا نہین جاتا ؎

عشق کے دیکھے ہین ہم نے عالم　　عشق جانے ہین اور عشق کو ہم

۹۔ معطوف اور معطوف علیہ مین التزام ہوتا ہے ؎

بعد یک چندے گر خدا چاہے　　مین ہون اور تیرے در کی دربانی

۱۰- مسند الیہ کے عطف سے تعجب اور حیرت کا اظہار ہوتا ہے ۔

مومن اور عشق بتان اے پیر و مرشد خیر ہے — یہ ذکر اور منہ آپ کا صاحب خدا کا نام لو

دوسرا شعر دیکھئے ۔

در تبخانہ و عشق بتان اور آپ اے مومن — یہ حضرت آگئے اکبارہ کیا طبعِ مقدس مین

۱۱- مسند الیہ پر اس لئے عطف کیا جاتا ہے کہ مخاطب راہ خطا سے صواب کی طرف پھیرا جائے ۔

قابلِ ترک تھی خوے ستم آرا نہ کہ مین — لائقِ سہو تھی یہ رنجش بیجا نہ کہ مین

۱۲- متکلم شک مین ہوتا ہے اس وجہ سے عطف کیا جاتا ہے کہ مخاطب کو شک ہوجائے ۔

نکتہ سنجون سے جی مین ہے پوچھون — کہ مین شہری ہون یا بیابانی

۱۳- صنعتِ التفات مین تکلم سے خطاب کی طرف التفات عام طور پر اور شعرا نے بھی استعمال کیا ہے لیکن مومن کا رنگ بالکل جداگانہ ہے، یہ صنعت قرآن پاک مین بہت ہے ۔

رکھے مجھکو جیسا مین اس کو عزیز — نہ معشوق و عاشق مین ہووے تمیز

نہین اب چپ کہ مومن دعا ہو چکی — بہت زاری و التجا ہو چکی

مثنوی کے اشعار ہین

۱۴- خطاب سے غیبت کی طرف التفات ۔

مومن اب ختم کر دعا پہ سخن — تا کجا لافہاے طولانی

۱۵- ایک غزل مین خطاب ۔ تکلم ۔ غیبت اور تکلم دونون ۔

غیر کو سینہ کہے سے یسم بر دکھلا دیا — تمنے کیا کچھ کس کو اتنی بات پر دکھلا دیا

زرد منہ دکھلا دیا غم کا اثر دکھلا دیا — آج ہم نے اس کو اپنا زور و زر دکھلا دیا

صبح سے تعریف ہے صبر و سکونِ غیر کی — کس نے شب مجھکو تڑپتے بیش در دکھلا دیا

موت کے صدقے کہ وہ بے پردہ آئے لاش پر — جو نہ دیکھا تھا تماشا عمر بھر دکھلا دیا

پہلے شعر مین خطاب دوسرے تیسرے مین تکلم ہے چوتھے مین تکلم اور غیبت دونون

۱۶- اضمار قبل ذکر کبھی ناپسندیدگی اور کراہیت کی بنیاد پر ہوتا ہے:-

وہ ہے خالی تو یہ خالی یہ بھرے تو وہ بھرے — کاسۂ عمر عدو حلقۂ آغوش ہوا

۱۷- تقیید مسند فعلی با شرط، کبھی تجاہل عارفانہ کے ساتھ ہوتی ہے ۔

نچوڑینگے ہم اپنا دامنِ تر — جہنم مین ہے اے واعظ اگر آگ

۱۸- مخاطب کے اعتقاد کے مطابق کلام کیا جاتا ہے

گردیتی ہون اس مین دم مین تجھکو ہو تیغ علی کی مار مجھکو +

مومن کی مثنوی کا شعر ہے

۱۹- ماضی وحال کے ساتھ اگر مسند فعلی کی تقیید شرط کے ساتھ ہو تو اس سے یقین مراد ہوتا ہے

جب سے گئے وہ ادھر نہین یاد کیا پوچھی نہین کچھ خبر نہین یاد کیا

۲۰- نکتۂ بدیعی کی وجہ سے شرط کے بعد جزا مین صیغۂ ماضی استعمال کیا جاتا ہے۔

بالطبع گر کرم ہو تو مفلس بھی ہے کریم ہوتا ہے سائے کو شجر بے ثمر سے فیض

۲۱- ذکر شرط سے تفاول منظور ہوتا ہے ؎

ہو حق وفا اد قضا نے چاہا کعبے کا سفر بخت رسا نے چاہا ہے ترک علاج ان بتون کا مومن دیکھو جا ہین گے گر خدا نے چاہا

ایک مسلمان کو ہر دم انشاءاللہ کہنا چاہئے، مومن نے اس مسئلہ کا بھی ذکر کر دیا ہے

۲۲- مقام تعظیم مین مسند کا صرف ؎

اللہ رے تیری بے نیازی یعقوب کو مدتون رُلایا

۲۳- تنکیر مسند مین مقصود بالتمثیل سائل ہوتا ہے مگر سائل کا حصر مسند الیہ پر منظور نہین ہوتا اور نہ سائل کا تعین مقصود ہوتا اسکی صورت یہ ہوتی ہے ؎

کب تلک چشم سے خون ہو جاری کب تلک درد کرے دلداری

۲۴- کبھی تفخیم کا فائدہ ہوتا ہے ؎

سچ ہے کہ یہ ایک بیوفا ہین جتنے ہین حسین بری بلا ہین

۲۵- تقدیم مسند اہمیت کی وجہ سے ؎

بیٹھین نہ اسے یہ کھول کر بال رد وین نہ یہ منہ پہ دھر کے رومال

۲۶- کبھی اس لئے تقدیم ہوتی ہے کہ بُرائی کے اظہار مین عجلت ہو

کوئی اس دور مین جیے کیونکر ملک الموت ہے ہر ایک بشر

۲۷- متعلقات فعل مین مفعول کی شان کا اہتمام اس طرح مد نظر ہوتا ہے

تجھ کو بھی نہ کہہ سکین ترا مثل یان تک نقش دوئی مٹایا

یہ شعر ایک جگہ اور دوسری خصوصیات کے ساتھ ذکر ہو چکا ہے

۲۸- موصوف پر صفت کا قصد ؎

لائقِ جور و جفا ہے وہ نہ مین مفتریِ فتنہ بلا ہے وہ نہ مین

۲۹- قصر کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ اس سے اعتقاد باطل ہو جائے تو

نہ وہ خالق ہے مگر ہے اثر باعث خلق نہ وہ رازق ہے مگر قاسم رزقِ مقسوم

اس صفت مین انکار سے اقرار کا ثبوت ہوتا ہے

۳۰- قصر کے لئے الفاظ معین ہین ان مین ایک "تنہا" بھی ہے

تھا مین اس گھات مین کہ گر اک آن ملے تنہا وہ راحتِ دل و جان

بیان انشا

۳۱- انشا مین ایک چیز تمنا ہوتی ہے تمنا چاہے ممکن الحصول شے کی ہو یا محال عقلی کی:

پہونچتے وان تو اس پردہ نشین کو دیکھے کاش ہوتے چشمِ نرگس دیدۂ بادام ہم

۳۲- استفہام کے لئے الفاظ "کیون" "کس لئے" بھی آتے ہین

کہون گر غیر سے مت مل تو کہوے طعن سے رُک کر یہ کیون؟ کس واسطے؟ ہم ایسے تیرے ہو گئے بس مین

۳۳- استفہام سے تعین زمانہ اس طرح ہوتا ہے۔

عمر رفتہ کی جستجو کب تک اپنے مرنے کی آرزو کب تک

۳۴- استفہام سے تعریف و تحسین مطلوب ہوتی ہے کیا تن تہِ خاک اللہ اللہ کیا صورتِ پاک اللہ اللہ

۳۵- استفہام سے تفصیل مطلوب ہوتی ہے کیا کرون اللہ سب ہین بے اثر ولولہ کیا نالہ کیا فریاد کیا

۳۶- استفہام سے حسرت و افسوس مراد ہوتا ہے

کہان وہ ربط بتان اب کہ اس کو تو مومن ہزارون سال ہوے سیکڑون برس گزرے

۳۷- صیغہ امر دعا کے لئے

خدایا لشکرِ اسلام تک پہونچا کہ آ پہونچا لبون پر دم بلا ہے جوش خون شوق شہادت کا

۳۸- فصل و وصل کے سلسلے مین معطوف اور معطوف علیہ کی صورت

نالہ اکدم مین اڑا ڈالے دھوین چرخ کیا اور چرخ کی بنیاد کیا

۳۹- کمالِ اتصال ہو

کہا اس بت سے، جب، مرتا ہے مومن کہا مین کیا کرون مرضی خدا کی

۴۰- جملہ حالیہ مین ایک جملہ مین ثبوت اور دوسرے مین تجدد مقصود

کب گل کھلے گا دیکھئے ہے فصلِ گل سے دور اور سوے دشت بھاگتے ہین کچھ ابھی سے ہم

ایجاز و اطناب

۴۱ - مساوات ؎ تم مرے پاس ہوتے ہو گویا جب کوئی دوسرا نہین ہوتا

۴۲ - تطویل ؎ نہ جاؤنگا کبھی جنت مین مین نہ جاؤنگا اگر نہوے گا نقشہ تمھارے گھر کا سا

۴۳ - اطناب بہ شکل اعتراض تہدید کے لئے ؎

ہم نکالین گے سُن اے موج ہوا بل تیرا اس کی زلفون کے اگر بال پریشان ہونگے

علم بیان

۴۴ - مشبہ اور مشبہ بہ حسی جس کا تعلق حس سامعہ سے ہے

دمِ مصاف ترے دشمنون کے لشکر مین صدائے نوحہ و شیون ہے شور و غلغل کوس

۴۵ - مشبہ اور مشبہ بہ حس ذائقہ کے متعلق ؎

جھوٹی شراب اپنی مجھے مرتے دم تو دے یہ آب تلخ شربت قند و نبات ہے

۴۶ - مشبہ حسی اور مشبہ بہ عقلی

بات کرنے مین رقیبون سے ابھی ٹوٹ گیا دل بھی شاید اسی بد عہد کا پیمان ہوگا

۴۷ - مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی

رنگینی بزم کا بند ہا دھیان جون بوے گل اُڑ گئے سب اوسان

۴۸ - وجہ شبہ واحد حسی ؎ بادہ کش ایسی تلخ کام کہ ہے کفِ مارِ سیہ مئی احمر

۴۹ - مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ؎ رکھے مجھ کو جیسا مین اسکو عزیز نہ معشوق و عاشق مین ہوئے تمیز

دوسرا شعر عیش وطن اندوہِ غریبان دستِ جنون سے چاک گریبان

۵۰ - وجہ شبہ متعدد ؎ بار انداز ہوا روزِ سفید نکلی وہ گھر سے کہ نکلا خورشید

۵۱ - غرض تشبیہ اک داغِ سیاہ خال سا تھا یہ لطفِ فغان شعلہ زا تھا

۵۲ - غرض تشبیہ سے لاغری مقصود ہے۔ یہ حالتِ قامتِ خمیدہ جیسے شجرِ خزان رسیدہ

۵۳ - شبہ سے غرض ہجو نفس اجل تصویر دبا تھی صورتِ فتنہ شکل بلا تھی

بات مین وہ آواز مسلسل صور کا جیسے نفخہٗ اول

۵۴ - تشبیہ سے مشبہ بہ کی شان ظاہر کیجاتی ہے اسکو اظہار مطلوب کہتے ہین

صورت وہی عظمت وہی گردش وہی گیتی حیران ہے کہ یہ چرخ ہے یا آبلہ اپنا

۵۵ - حرف تشبیہ "جون" سے مشبہ اور مشبہ بہ ایک دوسرے کے عین سمجھے جاتے ہین

گاہ آوازِ خوش سنا دینا جون سحر گاہ مسکرا دینا

۵۶- تشبیہ قریب لبریز بہار صد جنون تھا ہر سنگ وہان کا بے ستون تھا

۵۷- تشبیہ مفصل دُرد شراب و سختی قاتل تلخ سخن مانند ہلاہل

۵۸- تشبیہ مجمل داغ اس کے ز بس مثال گل تھے تھے ہاتھ کہان نہالِ گل تھے

۵۹- وجہ شبہ پوشیدہ ہے رگِ خواب سے غفلت محسوس ہو گئی طرز تجاہل کابوس

۶۰- صرف وصفِ مشبہ مذکور ہو- تھی پشت خمیدہ یا کمان تھی تھا تیر کہ آہ خونچکان تھی

۶۱- تشبیہ کفایہ ابر رحمت تپ عذاب الیم سایہ نادر احتراق جحیم

استعارہ

۶۲- استعارہ غیر متعارف دشمن مومن رہے یہ بت سدا مجھ سے مرے نام نے یہ کیا کیا

۶۳- وجہ جامع

در نایاب تو کیا خاک سے بھی منہ نہ بھرے جس کے در پر مین کرون لولوے شاداب نثار

۶۴- طرفین (مستعار اور مستعار لہ کا حسّی ہونا ہے مجھے بھی خیال طوف حرم خضر رہ گر ہو فضل رحمانی

۶۵- مستعار لہ اور مستعار منہ حسّی

اے غارتِ جان و جانِ مومن اے آفت خان و مانِ مومن

۶۶- شبہ فعل مین استعارہ

خندہ زن کس کا ہوا زخمِ دروں شدتِ گریہ مرِ پنہان کیون ہے

۶۷- کبھی مضاف الیہ سے استعارے کا فائدہ حاصل ہوتا ہے ساقیا زہر پلا دے مجھ کو شربتِ مرگ چکھا دے مجھ کو

۶۸- اقرار ہے صاف آپ کے انکار سے ظاہر ہے مستی شب نرگس میخوار سے ظاہر

آنکھ کا استعارہ نرگس سے کر کے آنکھ کے مناسب مستی اور بیخودی کا ذکر کیا ہے

۶۹- استعارہ بالکنایہ

لطف سے اس کے زمین غیرتِ باغِ فردوس خلق سے اس کے زمان رشکِ دکانِ عطار

۷۰- استعارہ تخئیلیہ

ہان جوشِ تپش چھیڑ چلی جاے کہ پر تو جھڑ جائینگے فرسودہ اگر دام نہ ہوگا

۷۱- مجازِ مرسل مین جو لفظ سبب کے واسطے موضوع ہو اس کو سبب پر استعمال کرین-

ساقیا دے چک آب آتش رنگ گرم و سردِ زمانہ سے ہون تنگ

۷۲۔ کنایہ کی تصریح ؎

چاک پردہ سے یہ غمزے ہین تو اے پردہ نشین — ایک مین کیا کہ سبھی چاک گریبان ہون گے

۷۳۔ خون کے میرے ارادہ سے ہوا ذابح سعد — قتل پر میرے کمر باندھے بہ شکل جبّار

سعد ذابح سے قمر کی بائیسوین منزل مراد ہے ؎

۷۴۔ وہ قہرمان فلک توسن و نجوم حشم — کہ ترکِ چرخ غلام اس کا مہر جا کر ہے

بترکِ چرخ مریخ سے کنایہ ہے۔

۷۵۔ کنایہ قریب ؎

مو سفیدی کے قریب اور ہے غفلت مومن — نیند آتی ہے بہ آرام مگر آخر شب

۷۶۔ تعریض ؎

مین ہی تو رہا ہون کہین شب سرخوش و خرم — مین نے ہی تو کی بادہ کشی غیر سے باہم

۷۷۔ رمز ؎ بیٹھین لب آب جو پہ اکدم — پہونچائین سبو سبو بہ اکدم

علمِ بدیع

۷۸۔ تجنیس تام مماثل ؎

یوسف سے عزیز کو کئی سال — زندانِ عزیز مین پھنسایا

۷۹۔ تجنیس مرکب مفروق ؎

وان سے جواب صاف ہی لائی — بات بنائی پر نہ بن آئی

۸۰۔ تجنیس زائد و ناقص ؎

ہم نکالین گے سُن اے موجِ ہوا بل تیرا — اسکی زلفون کے اگر بال پریشان ہونگے

۸۱۔ تجنیس مضارع ؎

بن ترے بزمِ سور مین ہین یہ قیامتین کہ ہے — نغمۂ صور کا اثر نغمۂ نے نواز مین

صور اور سور مین تجنیس مضارع ہے

۸۲۔ تجنیس لاحق ؎

سرمۂ تسخیر سے ہم خود مسخر کیون نہ ہون — آنکھ کی پتلی جو تھی جادو کا پتلا بن گیا

۸۳۔ صنعت شبہ اشتقاق ؎

کیا کیا جلی ہے بزم مین تجھ بن نہ جیب پھرے — پروانے شمع شعلہ شمائل کے آس پاس

۸۴۔ ردالعجز علی الصدامع تکرار ۔

دل اکی بار ہوا ایسی بے جگہ مائل کہ جان کو بھی ٹھکانے لگا رکھے کا دل

۸۵۔ ردالعجز علی الحشو مع الاشتقاق

ہے طبع مین ہر روز فزدون رنج فزائی اپنے مین سماتے نہین کیا دل مین سمائی

۸۶۔ صنعت سیاق الاعداد ۔

جز نہ سپہر ہین۔ مرے دشمن تو اور بھی لیکن بڑے غضب یہی دو تین چار ہین

۸۷۔ صنعت معما ۔

کیفیتِ وصال بس اب کچھ نہین رہی کیونکر نہ ہون ملول میں شب کچھ نہین ہی

شب کے معنے رات کے ہین عربی مین لیل کہتے ہین، الفاظ ملول مین سے لیل نکالا مومن رہگیا۔

۸۸۔ صنعتِ لغز ۔

نہ بولے وہ جب تک کہ کوئی بلائے نہ لفظ اور معنی سمجھ مین کچھ آئے شب و روز غوغا مچایا کرے اسی طرح سے مار کھایا کرے

اس لغز یا پہیلی سے گھڑیال مراد ہے

صنائع معنوی

۸۹۔ طباق ایجابی ۔

جب تلک باعثِ نشاط و ملال ہے وصال و فراق جانانی

۹۰۔ طباق سلبی ۔ بات اپنی وہان نہ جمنے دی اپنے نقشے جمائے لوگون نے

۹۱۔ صنعت تشابہ الاطراف ۔

زبان گنگ ہے عشق مین گوش کرے برا سنتے سنتے بھلا کہتے کہتے

۹۲۔ صنعتِ ارصاد ۔

غیر بیمروت ہے آنکھ وہ دکھا دیکھین زہر چشم دکھلائین پھر ذرا مزا دیکھین

کچھ نظر نہین آتا آنکھ لگتے ہی ناصح گر یقین نہین حضرت آپ بھی لگا دیکھین

۹۳۔ صنعت تجرید ۔ سوزِ غضب سے ہے گرہ تار سینے مین اک مشتِ خاک اور یہ کین اے فلک دریغ

۹۴۔ صنعت مقابلہ ۔ ہون مین سیہ روز کہ وہ شمع رو شام کو آیا تھا سحر کر گیا

۹۵۔ صنعت تجاہل عارفانہ ۔

تارے آنکھین جھپک رہے تھے تھا بام پہ کون جلوہ گر رات

۹۶۔ صنعت جمع وتفریق ؎ آئینہ ہے صفا سے دل میرا کیا ہوا اگر نہیں ہے حیرانی

دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلہ کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہیں

۹۷۔ صنعت رجوع ؎ خنجر تھا الٰہی یا زبان تھی خنجر سے زیادہ تر روان تھی

۹۸۔ حسن التعلیل ؎ خمیدہ کس لئے تو آسمان تھے بھلا نہ تھا ازل سے جو مدنظر ترا پابوس

۹۹۔ احتجاج بدلیل ؎ شبہ کیا عصمت تحت حجر احمد مین جب مسلم ہے کہ معصوم ہے حجر معصوم

۱۰۰۔ صنعت ادماج ؎ تیرا اقبال روز افزون ہو جیسے مومن پہ فضل رحمانی

۱۰۱۔ تبلیغ ؎ دم مصاف ترے دشمنو کے لشکر مین صدائے نوحہ وشیون ہے شور غلغل کوس

۱۰۲۔ رعزق۔ (مبالغہ قریب لعقل لعبید العادت کا نام ہے) ؎ گرگ نے دور عدل مین اس کے سیکھلی راہ ورسم چوپانی

۱۰۳۔ صنعت تعجب ؎

زخم کھایا زہر کھایا تو بھی کچھ ہوتا نہین دیر گزری مرگ کو کیا جانئے کیا ہو گیا

۱۰۴۔ صنعت تلمیح ؎ ہر آہ کہ لب پہ ہے شرر ریز دیپک کا ہے نغمۂ جنون خیز

اس تفصیلی بیان کے سلسلے مین یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ "مومن" نے اُن صنایع وبدایع لفظی ومعنوی کو لیا ہے جو فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے مستحسن اور پسندیدہ ہین اور غیر پسندیدہ صنایع سے سخت احتراز کیا ہے۔ یہ صنائع اور بدایع وہ ہین جو روانی کلام میں خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں

باقی "کیفی چریاکوٹی"

کلیات ودواوین (اُردو)

دیوان میر حسن دہلوی۔ نہایت دردانگیز کلام ہے ۔۔۔ ۸؍

دیوان مردان صفی تصوف کا رنگ کوٹ کوٹ بھر دیا گیا ہے۔ ۵؍

کلیات مومن۔ معہ تصاویر ومثنویات ۔۔۔ عہ؍

کلیات ظفر۔ ہر چہار جلد کامل دو جلد ۔۔۔ ۱۲؍

دیوان ناسخ استعارات وتشبیہ مین انکا کلام اپنی آپ نظیر ہے ۔۔۔ عہ؍

مسٹر رینالڈز کے انگریزی ناولوں کے ترجمے

فسانہ الہ دین ولیلی۔ مشہور ناول اسٹار آف منگریلیا کا ترجمہ رنگین داستانوں کے ضمن مین بہشت دوزخ کی سیر کرائی ہے پڑھکر دل دھڑک جاتا ہے۔ مترجمہ منشی امیر حسین صاحب تحصیلدار انکا کوئی قیمت ۔۔۔ عہ؍

فریب حسن۔ ناول فاسٹ کا اردو ترجمہ جس مین قصہ کے پیرایہ مین بدکرداریون کے زبون نتائج دکھائے گئے ہین۔ عہ؍ (مینجر نگار)

مرد اور عورت!

ابتکار و تقلید مین!!

کیا فریقین قواءِ عقلی مین برابر ہین؟

اپنی رفیقۂ حیات یا اپنی عزیز محبوبہ کسی سے بھی فریقین کی حقیقت کے متعلق مباحثہ کرو تو وہ اس امر کا اعتراف کرینگی کہ مستورات مردون کے مقابلہ مین عموماً قد کی چھوٹی، وزن مین ہلکی، عضلات کی کمزور، اور مصیبت کے وقت بے صبر ہوتی ہین، لیکن اگر ان سے تم اس امر کا اعتراف کرانا چاہو کہ وہ فہم و ذکا، کے میدان مین بھی مردون سے پیچھے ہوتی ہین۔ تو یہ ان کے لئے ایک ناقابل تسلیم حقیقت ہوگی

عورتون کے مقابلہ مین مردونکے تفوق عقلی پر زمانہ قدیم سے سب کا اتفاق چلا آتا ہے چنانچہ اسی وجہ سے لوگون نے جنس لطیف کو ناقص العقل کہنا شروع کردیا لیکن حقیقت مین اسوقت مستورات کا جو طبقہ قیود ماضی کی بیڑیون سے آزاد ہوچکا ہے۔ اور واقعی معنون مین زندگی کے تمام شعبون مین مکمل طور سے آزاد ہے، اس کے حیرت انگیز کارنامے، مردون کے تفوق عقلی کے اس خیالی دعویٰ کی بنیاد کو بہت کچھ کمزور بنارہے ہین

پھر اصل معاملہ کی واقعی حقیقت کیا ہے؟ کیا مرد و عورت دونون قواءِ عقلی مین ایک ہی طبقہ کے دو متساوی فرد ہین؟ جرمن کا مشہور فلسفی کاونٹ کیزرلنگ آخری دنون مین جب امریکہ کی زیارت کے لئے گیا، تو اُسنے وہان تحوّل اجتماعی کے جو روح پرور مناظر دیکھے، انکو اپنے لفظون مین اس طرح بیان کرتا ہے۔ "مین نے امریکہ مین جہان دیکھا، جن جن شعبون مین دیکھا اکثریت اور غلبہ جنس لطیف ہی کو حاصل تھا"

جرمن فلسفی کی یہ رائے حقیقت مین مشاہدہ پر مبنی ہے۔ اور یہ ضروری نہین کہ ہر مشاہدہ حقیقت کے مطابق ہو۔ کبھی مشاہدہ واقعی بھی ہوتا ہے اور کبھی حقیقت و امتحان اسکی تائید نہین کرتے، علاّمہ پاپنز پروفیسر جامعۂ کورنل (امریکہ) نے البتہ اس موضوع پر ایک علمی بحث کی ہے۔ جو نفس مسئلہ پر بہت کچھ روشنی ڈالتی ہے۔ پاپنز نے ہلین گارڈنر مشہور زعیمۂ نسوان کے دماغ کی علمی طریقہ پر باریک تحقیقات کی تو انکو ثابت ہوا کہ عورت کا دماغ رتبہ اور مرتبہ مین مرد کے دماغ سے نہ چھوٹا ہوتا ہے نہ کمزور۔ چنانچہ مسز گارڈنر کے دماغ کا مسٹر ویلڈر موسس جامعہ کورنل کے دماغ سے موازنہ کیا گیا تو دونون پلڑے برابر رہے۔ حالانکہ ان دونون دماغون کا وزن صرف ۱۱۵۰ گرام تھا جو عام دماغون کے توسط وزن سے بھی کم ہے۔ اکابر رجال کے دماغ کا وزن عموماً ۱۳۰۰ یا ۱۴۰۰ گرام ہوتا ہے۔ تاریخ مین صرف تین شخص ہین، جن کے دماغ کا وزن ۲۰۰۰ گرام تھا۔ انمین سب سے زیادہ مشہور روس کا نامور قصہ گو تورجینو ہے

جامعہ کورنل وامریکہ) مین دماغی مسائل کی تحقیقات کے لئے مشاہیر حکماء کی کھوپڑیان نہایت احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھی

جاتی ہین - امریکہ کا یہ خاص طریقہ ہے کہ مشہور ہستیان اپنی حیات مین وصیت کر جاتی ہین کہ مرنیکے بعد ہمارے دماغ اس یونیورسٹی کے سپرد کردے جائین، چنانچہ یہ مبارک رسم ابتک جاری ہے - اور اسی رسم کے مطابق مسز گارڈنر نے بھی اپنے دماغ کو اسی مجموعہ مین شامل کرنے کی حاتمانہ وصیت کی تھی،

پاپنر نے جب مسز موصوفہ کے دماغ کی نوعی تحلیل کی تو انکو ثابت ہوا کہ اس قسم کے دماغون مین مادۂ سنجابیہ کی مقدار زیادہ ہوتی ہے لیکن کسی شخص کے سر کی بڑائی یا چھوٹائی سے اس شخص کے فہم و ذکاء کو قیاس کرنا ایک ناقابل توجہ بات ہے - حجم سر سے یا دماغ کے وزن سے مرد کی ذکاوت کا صحیح اندازہ لگانا ہماری استطاعت اور بس کے حدود سے باہر ہے

تاریخی حیثیت سے جامعۂ کولمبیا کے مشہور پروفیسر استاذ کیٹل ماہر فلسفہ عقلیات نے ایک ہزار مشہور تاریخی نوابغ کے سیر و حالات جمع کئے تو انکو معلوم ہوا کہ ان نوابغ کی صف مین اکتیس ۳۱ خواتین بھی مردون کے دوش بدوش موجود ہین، ڈاکٹر کیٹل کی فہرست نوابغات مین گیارہ فرمانروا شاہزادیان ہین جنکو سلطنت و جہانبانی وراثۃً ملی تھی، اور ۸ حسن و جمال، خوبی و شمائل کی پاک دیویان ہین ۱۰، ادب و لٹریچر کی ماہرہ ہین، دو باقیات الصالحات پر ایک یونان کی مشہور شاعرہ سافو اور دوسری جان ڈارک فرانس کی بطلۂ مقدسہ ہے،

خواتین شہیرات کے سوانح حیات مین غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے مختلف لائنون مین مردون کے مقابلہ نمایان کامیابی حاصل کی ہے، اس تاریخی شہادت سے یہ پتا چلتا ہے کہ انسانی عقل و فکر کی ترقی کے میدان مین مستورات نے مردون کے ساتھ چلنے کی کوشش ہی نہین کی، ورنہ اس میدان مین مردون کے بھدے پاؤن، عورتون کے ہلکے قدمون سے بازی نہ لیجاتے

لیکن پھر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیون مستورات مین نبوغ بہت کم پایا جاتا ہے؟ بعض مرد اس کا یہ جواب دیتے ہین کہ "اسلئے اور صرف اسلئے کہ فہم و ذکاء مین مستورات مردون سے کمزور ہوتی ہین" لیکن مردون کا یہ جواب حقیقت مین غبار سے خالی نہین، جنس لطیف اسکا یون رد کرسکتی ہے کہ اگر یہ صحیح ہے تو پھر مردون نے یہ کیسے ثابت کیا کہ مدارس مین طالبات کی ذکاوت کا درجہ طلباء سے کہین زیادہ بلند ہوتا ہے - اور جنسین مین بلندی دستی کا یہ انداز سن مراہقت تک باقی رہتا ہے - مراہقت کے بعد البتہ مرد عورت سے آگے نکل جاتے ہین - باقی بلوغ کے پہلے اور اس کے بعد فریقین کے فہم و ذکاء کا اوسط کم از کم متقارب ہوتا ہے،

ماہرین فن نے جنسین کی طالب علمانہ زندگی پر غور کیا تو انکو ثابت ہوا کہ جن دروس و اسباق مین تفکیر و تحلیل، اور ابتکار کی زیادہ ضرورت نہین ہوتی، انمین مستورات زیادہ تیز ہوتی ہین - وہ ضروری باتین بلاکسی تردد یا حیرت کے اپنے حافظہ کے اعتماد پر فوراً یاد کرلیتی ہین انکو اسباب و علل کے اختلافات سے کچھ سروکار نہین ہوتا - درجات مدارس کے حصول مین ان کے غیر معمولی تفوق کا یہی اصلی راز ہے - اور نوجوان طلبہ چونکہ ہر چیز کی علت اور اسباب ڈھونڈھتے پھرتے ہین - اسی لئے وہ ہمیشہ متحیر اور متسائل نظر آتے ہین - اور یہی وجہ ہے کہ جن اسباق مین بحث و مقارنۃ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے (جیسے طبیعیات، تاریخ، اور کیمیا وغیرہ) انمین یہ زیادہ ممتاز ہوتے ہین - مختصر یہ کہ مرد کی امتیازی خصوصیت صرف اعمال قدیمہ کو علمی جامہ پہنانے کیلئے وسائل جدیدہ کا ابتکار ہے - اس بناپر یہ کہنا صحیح معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی عقل ٹھیک اسی طرح محاکاۃ و تقلید کی طرف زیادہ مائل ہے، جس طرح مرد کی عقل ابتکار و اقدام کی طرف!!

لیکن صنف نازک ان اقوال کی پھر یون تردید کرتی ہے کہ چونکہ عورتون کو فرصت اس قسم کا موقعہ نہین دیتی، کہ وہ اپنے مقدرات اور نبوغ، جوہر اور فکر کو مبرہن کر سکین، اسی لئے وہ ابتکار و اقدام مین مردون سے پیچھے نظر آتی ہین، جب کام کا وقت آتا ہے، اور مرد، مکتشفات کا اکتشاف، مستنبطات کا استنباط، آراء و مذاہب کا ابتکار کرتے ہین اور متین و پائدار بنیادون پر حضارۃ و عمران کی بنا رڈالتے ہین۔ تو اسوقت وہ اپنی عائلانہ زندگی مین نوابغ کو دودھ پلاتی ہوتی ہے

اس جواب مین اگرچہ صحت و صداقت کا ایک بڑا حصہ موجود ہے، لیکن پھر بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر مردون کے اعمال مین انکو شرکت کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ تو وہ زنانہ اعمال (فرش بیوت، زنانہ لباس، فلسفۂ اطفال کے ابتکار وغیرہ) مین کیون فائق نہ ہوئین؟ حالانکہ جن نوابغ نے عالمگیر شہرت اور جہانگیر عظمت حاصل کی اُنھون نے بھی یہ مراتب علیہ و مقدس اور حریر پر چلکر نہین پائے، بلکہ بارہا اس راہ مین انکو بھی الم و عذاب، فشل و اعراض، تکلیف و مصیبت، درد و غم کے خونخوار عفاریت سے مقابلہ کرنا پڑا، تاریخ کے صفحات اس قسم کے واقعات سے لبریز ہین۔ اگر انکو تفصیل سے عرض کیا جائے تو وہ بجائے خود ایک لمبی داستان ہوگے اسلئے ہم اسکو نظرانداز کرتے ہین۔ غرض یہ کہ تاریخ کے مشہور ترین نوابغ نے جو جو مصیبتین جھیلی ہین ان مصاعب عظیمہ کے مقابلہ مین عورتون کی عائلانہ زندگی کے بکھیڑے بہت ہی معمولی اور غیر اہم ہین

علامہ لوپا جامعۂ برن کے مشہور پروفیسر فلسفۂ عقلیات کا خیال ہے کہ دنیا مین سینکڑون ایسے عمدہ کام کرنیوالے افراد موجود ہین۔ جنکو ترقی اور تفوق کی طرف صرف انکے شعور اور احساس نے برانگیختہ کیا، ذکاوت کو اس کامیابی مین کوئی دخل نہین ہے،

عورتون کے مقابلہ مین مردون کے تفوق کی ایک یہ وجہ بھی بتائی جاتی ہے کہ: مرد چونکہ فہم و ذکا کے استعمال مین زیادہ روشن ہوتے ہین۔ اور عورتون مین روشنی کا یہ جوہر نہین پایا جاتا۔ اس لئے عورتون مین نبوغ کم ہوتا ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذکا مین عورت و مرد دونون مساوی ہین، فرق ہے تو صرف طریقۂ استعمال کا فرق ہے۔ اور حقیقت مین مردون کی اس شرف و مزیت کا اصلی سبب صرف انکی جسمانی طاقت کی زیادتی ہے کسی بیوچی جاننے والے سے اس حقیقت کے متعلق سوال کرو تو وہ تمکو بتائے گا کہ اس کا اصلی راز غدد صمّا ہین، یہی غدود ہین، جو اپنے قدرتی اثر سے جسم کے حجم کو بڑا، عضلات کو مضبوط اور عزم و ارادہ کو روشن بناتے ہین۔ چنانچہ جب کسی سبب سے یہ غدود بیکار ہوجاتے ہین تو مرد اپنے ممتاز ترین صفات رجولیہ سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، بعض ماہرین فن نے مرغ کے انھی غدود کو نکال کر مرغی کے جسم مین لگادئے تو کچھ ہی دنون مین خود مرغی کے اندر مرغ کی صفتین ظاہر ہوگئین

بہرحال! نبوغ کیا چیز ہے؟ کیا نبوغ صرف انہی اعمال عظمہ کا نام ہے۔ جو تاریخی صفحات مین جگہ پانے والے اور بظاہر نظر فریب ہین (مثلاً کسی حیرت انگیز آلہ کا استنباط، یا کسی طبیعی حقیقۃ کا اکتشاف، کسی مملکتہ کی تدویخ یا کسی مجسمہ اور تمثال کی مورت، کسی بہترین صورت کی تصویر، یا کوئی مفید اور دلچسپ نظم وغیرہ) اور کیا یہ صحیح نہین کہ لفظ نبوغ کا اطلاق ان اعمال پر بھی کیا جائے جو گھرون کے گوشے مین، مکانون کے کونے مین بلا کسی اعلان اور شور کے پورے ہوتے ہین؟ اور جن کا ترقی عمران مین ایک مخصوص اثر بھی ہوتا ہے؟

اگر یہ صحیح ہے تو پھر اسی سلسلہ مین اب ہمین ان عورتون کو بھی شمار کرنا ضروری ہوگا جو اپنی محبت و دوستی، عطف و مواساۃ،

حسن انتظام اور خوش سلیقگی مین خود مردون سے بھی خراج تحسین وصول کئے بغیر نہین رہتین،

حقیقت یہ ہے کہ ابتدا تاریخ سے لیکر آج تک طبقہ مستورات مین جو مخفی عامل کار فرما رہے، وہ انکو صرف محبت و وداد، الفت و دوستی، زوجیت و امومت مالکہ، مکان اور مربی بیت کی حیثیت سے ممتاز کرتے رہے۔ چنانچہ وہ ان فضائل مین اپنی نظیر آپ ہین اور ان کے اس عظیم الشان تفوق کا کوئی دانشمند انسان انکار نہین کر سکتا

غرض یہ کہ جہانتک مین نے غور کیا عورتون مین قلت نوابغ کا سبب اساسی صرف یہ سمجھ مین آتا ہے کہ مستورات خود نوابغ ہونا ہی نہین چاہتین، بلکہ وہ صرف "عورت" بننا چاہتی ہین اور "عورت" ہی ہونے کو اپنا بہت بڑا فخر سمجھتی ہین، ورنہ اگر وہ اس میدان مین اُترین تو یقیناً مردون سے کسی طرح پیچھے نہین رہ سکتی ہین،

"بدر اصلاحی"

تصانیف علیاحضرت بیگم صاحبہ بھوپال دام ظلہا

ان بیش بہا تصانیف کا ہر تعلیم یافتہ گھر مین ہونا لازمی ہے

کتاب	موضوع	قیمت
بچون کی پرورش	زچہ و بچہ کی ضروریات، ولادت کی احتیاط۔ زمانہ طفولیت کی بیماریان اور علاج وغیرہ۔	۱عہ؍
تندرستی	اصول حفظان صحت اور امراض متعدی سے بچنے کے طریقے بیان کئے گئے ہین۔	عہ؍
تربیت الاطفال	بچون کی تعلیم و تربیت اور اُن مین تہذیب و شائستگی و دیگر اوصاف حسنہ پیدا کرنیکے نہایت مفید ہے	۸؍
حفظ صحت	روزمرہ کے وہ تمام اصول جو عورتون کی صحت جسمانی قائم رکھنے کیلئے ضروری ہین۔	۱۳؍
سلطانیہ سلسلہ (۴ حصے)	لڑکیونکو نہایت دلکش بیان مین امور خانہ داری کی تعلیم دینے والی کتاب۔	۸ہ؍
انتظام خانہ داری (۲ حصے)	یہ مختصر رسالہ امور خانہ داری کی تعلیم کیلئے بہترین اُستاد ہے	عہ؍
جارج کوکنگ	انگریزی کھانون اور مٹھائیون اچار چٹنی وغیرہ کی مفصل ترکیبین۔	۹عہ

کتاب	موضوع	قیمت
تہذیب النسوان	امور خانہ داری تدبیر منزل کے ساتھ ساتھ مذہبی احکام مین	۸ہ؍
ہندوستانی گھر و تیمار داری	تیمار داری اور مختلف اعضاء جسم پر پٹیان باندھنے کے طریقے مع نقشہ	۸ہ؍
مُنگ (۲ حصے)	موزہ بنیائن اور بیلین بننے کی ترکیبین مع تصاویر	۸ہ؍
فرائض مادری	بچونکی تعلیم و تربیت اور حفظان صحت کے متعلق بیش بہا ہدایتین	۱۲؍
ہدیۃ الزوجین	زوجین کے شرعی و قانونی حقوق و اختیارات	۱۰؍

خطوط شبلی موسومہ محترمہ زہرا بیگم فیضی و عطیہ بیگم فیضی صاحبہ

یہ مجموعہ علامہ شبلی مرحوم کی ادبی سحر طرازی اور لطیف انشاپردازی کی آخری یادگار ہے اس مجموعہ کا ہر خط اور ہر خط کی ایک سطر جواہرات مین تولنے کے قابل ہے۔ کوئی خط ایسا نہین جسمین فصاحت اور ادبی لطافتون کے ساتھ ساتھ دل آویزی اور دلکشی نہ ہو۔ کتاب کے شروع مین مولانا کی تصویر خط کا فوٹو۔ اور مولوی عبدالحق صاحب سکرٹری انجمن ترقی اُردو کا نہایت دلچسپ اور پُر لطف مقدمہ بھی شامل ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ قیمت ایک روپیہ علاوہ محصولڈاک۔

منیجر رابعہ بُک ایجنسی نظر گنج۔ بھوپال

ایک سیاح کی ڈائری

(سیاحت نامۂ لکھنؤ کی دوسری قسط)

لکھنؤ کے محرم کا ہنگامۂ "مسرت" ختم ہونے کے بعد میرا خیال تھا کہ شاید کوئی غیر معمولی "سوگ" یہان کی فضا مین پیدا ہو جائیگا اور مجھے اس "ماتمکدہ" کو جلد چھوڑ دینا پڑیگا، لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا۔ یہان کی آبادی خواہ کسی قدر اپنے سینون کو فگار دکھانے کی کوشش کرے، لیکن دلون کے اندر ابھی تک وہی "نشاط غیر معصوم" (مگر فطری) موجزن ہے جس کی ابتدار، اولین فرمان روائے اودھ کے عہد مین ہوئی اور جس کی انتہا آخری شاہ اودھ کی اُس سیرت پر جو قیصر باغ کے ایک ایک حوض سے عریان ہو کر نکلنے والی دوشیزہ کو "موج کوثر و تسنیم" مین ڈوبی ہوئی حور سمجھکر "مالِ یغما" نہین بلکہ "حصۂ مومن" کی حیثیت سے قابض ہو جاتی تھی۔ اُس "فراموشکارِ فردا" عہد کے "ذرات مبثوثہ" یہان کے فضا مین اب بھی بالکل اسی طرح نظر آتے ہین جیسے کسی رقاصہ کی محفل سے اُٹھ جانے کے بعد اس کے زر کار ملبوس مین سے ٹوٹے ہوئے "بادلہ کے ریزے" کہین کہین فرش پر چمکتے ہوئے مل جائین

یہان کی آبادی کا دولت و جاہ والا عنصر وہ ہے جس کا اصطلاحی نام "تعلقہ داران اودھ" ہے اور جن مین ہندو و مسلمان دونون افراد شامل ہین۔ ان کی کوٹھیان، ان کے قصر، ان کے مکانات لکھنؤ کے مختلف حصون مین منتشر ہین اور جب وہ اپنی دیہی زندگی کے بے آب و رنگ مشاغل سے تھک جاتے ہین تو یہان کی متمدن فضا مین آکر قیام کرتے ہین اور تمام وہ "لوازم نشاط" جو دولت سے حاصل کئے جاسکتے ہین ان کی دسترس سے باہر نہین رہتے، ہر چند ان کی اقتصادی حالت قابل تعریف نہین، لیکن جس حد تک حکومت کے ساتھ وفادارانہ تعلق رکھنے کے بعد آزادیٔ اخلاق، کا استحقاق پیدا ہو سکتا ہے وہ سب انہین حاصل ہے اور اس کے لئے زر و مال کی کمی کی شکایت انھین کبھی پیدا نہین ہوئی۔ صوبۂ اودھ مین اس جماعت کو وہی درجہ حاصل ہے جو رُوئے زیبا پر مصنوعی خال کا ہوا کرتا ہے کہ بعض کے نزدیک وہ یکسر تصنع ناروا ہے اور بعض کے نزدیک "افزایشِ حسن"۔۔۔۔ مین نے بھی رات کے وقت ان "کاشانہائے حسن و جمال" کو برقی روشنی مین جگمگاتے دیکھا اور خیال کی ایک مکمل "کارگاہِ معصیت" مین اپنے آپ کو مرکزی حیثیت دیکھکر پورا لطف تصور بھی اُٹھایا ہے۔ حیران ہون کہ جن پر عیش و مسرت کی گھڑیان اس انداز سے ہمیشہ گزرتی رہتی ہین وہ زندہ کیونکر رہتے ہین کیا سرمایہ و عمل کی جنگ یا اشتراکیت و جماعیت کا اصول اسی نوع کے انتہائی غیر عادلانہ تقسیم فطرت کو دیکھ کر تو پیدا نہین ہوا!

یہان کا دوسرا مخصوص طبقہ جو اپنے "سقوط راس" اور "زرّہ آفتاب تا بانیم" دونون حیثیتون سے خالص لکھنوی ہے وثیقہ دارون کا ہے، جن مین بعض وہ ہستیان بھی ہین جو لاکھون کی مالک ہین اور بعض وہ متوکل نفوس بھی ہین جن کے اخلاق کا ارتقار گداگری پر ختم ہوتا ہے، متوسطین کی حالت گداگرون سے بد تر ہے کہ ان کے پاس حصول معاش کا یہ ذریعہ بھی نہین اور وثیقہ کی تنگی

انہیں جی کھولکر " افیون بیاہی " کی بھی اجازت نہیں دیتی۔ ان کا ایک ایک بال قرض میں بندھا ہوا ہے، غالب کی تنخواہ میں ہوکر صرف تہائی کا شریک ہوا تھا مگر وہ دلی کی باتیں ہیں اور دور کی، یہاں لکھنؤ میں ساہوکار تین چوتھائی سے زیادہ کا شریک ہے اور باقی چوتھا حصہ " چُنیا بیگم " کے لئے بھی کافی نہیں ہوتا، " قدر کفاف " اور " سد رمق " کا کیا ذکر ہے اس جماعت کی اخلاقی و معاشری حالت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیب و دولت " مزد " کی حیثیت سے ہٹکر صرف " دستِ غیب " " یا ترکہ " کی صورت میں ملتی ہے تو اس میں کسقدر " عفونت و گندگی " پیدا ہو جاتی ہے۔ لوگ بہو بیگم کی تعریف کرتے ہیں کہ لاکھوں کا وثیقہ ان کی ذات سے لوگوں کو ملا۔ میں کہتا ہوں کہ وہ اس سے زیادہ ظلم اہل لکھنؤ پر کوئی اور کر ہی نہ سکتی تھیں کہ اتنی بڑی جماعت کو بیکار و بے دست و پا بنا گئے رکھدیا اہل لکھنؤ کی پست ذہنیت کا بڑا سبب یہی " غلط بخشی " ہے اور یہ جو لکھنؤ سے باہر ہر جگہ یہاں کا زنانہ پن بدنام ہے، اس کی علت بھی اسی کو قرار دے سکتے ہیں جس نے تو اعمل کو بیکار کرکے عورتوں کی طرح مجہول زندگی کا عادی بنا دیا۔

میں یہاں کے ایک بڑے وثیقہ دار سے ملنے گیا جنکی آمدنی گانوں اور وثیقہ کی ملا کر ایک ہزار سے کم نہیں ہے، آبا و اجداد کا چھوڑا ہوا ایک عالی شان قصر بھی ہے موٹر بھی رکھتے ہیں، ساجب در بان بھی موجود ہیں، لیکن حالت یہ ہے کہ ان کے مکان کی فضا وہاں کا ماحول اور ایک ایک چیز پر ادبار کا گہرا سوگ برس رہا ہے اور وہاں پہونچتے ہی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید خون کی روانی رگوں کے اندر کم ہو گئی ہے۔ اور غنودگی سی رُوح پر طاری ہو رہی ہے۔ ان کے یہاں کی محافل اس میں شک نہیں کہ بڑی حد تک ان کے اسلاف کی یادگار ہیں، وہی کبوتر و بٹیر کی لت وہی فسانۂ آزاد کے صف شکن خان بٹیر کی تعریف کرنے والے مصاحبوں کا گروہ، وہی ارباب نشاط کا ہجوم اور وہی ذوقِ رقص و موسیقی، لیکن چونکہ حقیقتاً رُوح نشاط سے خالی ہے، اس لئے یہ تمام سمان بجائے سرور کرنے کے میرے دل کو دُکھا رہا تھا اور حیران تھا کہ یہ لوگ جنھوں نے تمام عمر ایک دن بھی اپنے جسم و دماغ کو محنت سے تھکا کر تفریح کے لئے آمادہ نہیں کیا وہ کس طرح اس سے لطف حاصل کر سکتے ہیں اور کیوں نہیں وہ ان تمام اسباب عیش و تفریح سے بیزار ہو کر خودکشی کر لیتے۔ اس مختصر سی صحبت میں کبوتروں کے عجیب و غریب نام، ان کے سیکڑوں اقسام، فن کبوتر بازی کی اصطلاحیں، بٹیر بازی کے بہت سے رموز و نکات، موسیقی کے مسعود دل تڑپا دینے والے ٹکڑے، مصاحبوں کی خالص لکھنوی ذہنیت کا پتہ دینے والی لکھنوی ٹکسالی زبان سبھی کچھ میں نے دیکھا اور سُنا، لیکن بالکل سرمایۂ اعتبار و بصیرت سمجھ کر اور پھر مجھ میں ہمت نہیں ہوئی کہ دوبارہ اس المناک مسرت کا اذیت کوش لطف حاصل کروں

یہاں کے وثیقہ داروں کی جماعت خواہ وہ ایک ہزار کا وثیقہ یاب ہو یا ایک روپیہ کا یکساں طور پر ایک ہی نسبت سے مقروض ہے۔ اور شب و روز ڈگریوں کے خوف سے مکان کے اندر مقفل رہنا اس طبقہ کی مشہور خصوصیت ہے، صبح کو بالائی اور باقرخانی کا ناشتہ کرنا اور شام کو تھیٹر جانا (اگر بدقسمتی سے کوئی تھیٹر موجود ہو) خواہ بیگم کا کلی دار پاجامہ ہی کیوں نہ علٰحدہ کرنا پڑے مشاہدات روزانہ میں داخل ہے جہانتک غذا کا تعلق ہے فصلی چیزوں کے باب میں ان کی نزاکت " سوء ہضم " کے حدود تک پہونچ جاتی ہے اور یہاں کا نازک سے نازک تن نواب بھی جس کے متعلق مشہور ہے کہ مولی کا پتہ بھی پانوں کے نیچے آکر زکام کا باعث ہو جاتا ہے

جس وقت گاجر، سنگھاڑا، شکر قند کھانے پر آجاتا ہے تو محکمۂ حفظان صحت کے ملازمون کے لئے ایسا ناکافی ڈھیر چھلکون کا نہین چھوڑ جاتا کہ ان کی طرف سے تن آسانی کی شکایت پیدا ہو سکے، لباس یہان کی تمام لکھنوی آبادی کا تقریبًا ایک ہی سا ہے، دوپلی سفید ٹوپی جس سے مقصود صرف مانگ کا چھپانا ہے، فیلبان سے لیکر فیل نشین تک ایک کے سر پر نظر آتی ہے۔ اچکن کا رواج بھی کثرت سے ہے لیکن بڑی پانچے اب کم نظر آتے ہین اس کی جگہ جوڑیدار پاجامے نے لیلی ہے، بہ حیثیت مجموعی ان کی وضع سے ایک نوع کی نسائیت ضرور ظاہر ہوتی ہے، علی الخصوص اس وقت جب وہ فرط نزاکت سے "زیر قدمت ہزار جانست" کے قسم کی چال دکھانے پر آجائین۔ یہان سلام کرنیکا بھی مخصوص انداز ہے، سر و گردن کے ایک ایسے خم کے ساتھ جو پشت تک موثر ہوتا ہے، داہنے ہات کو سینہ کے محاذ مین لاکر ہتھیلی اور انگلیون کو پورا پھیلا کر نانگر، کلائی کے جوڑ کو ڈھیلا کرکے مسلسل کئی بار جلدی جلدی جنبش دیتے ہین اور اس طرح سارے ہات مین تھرتھری پیدا کرنے کو رسم سلام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مین نے غور کیا کہ کہین میرزا مظہر جانجانان نے اسی "ادائے کورنش" کا ذکر تو اس شعر مین نہین کیا

دل ازین تیغ بُردن آسان نیست آہ، مظہر خمِ سلام کسے

لیکن مین مطمئن نہ ہو سکا کہ لکھنوی اندازِ سلام واقعی اسی حد تک دلربا ہے۔

ہات جوڑ کر صدر جہ اظہار عجز و انکسار کے ساتھ بات بات مین قبلہ، حضور کے الفاظ سے خطاب کرنا یہان آداب گفتگو کی خصوصیت مین داخل ہے اور اس مین شک نہین کہ بڑی حد تک مُردم فریب بھی ہے، لیکن تجربہ کرنے کے بعد وہ ایک غیر حقیقی نمائش سے زیادہ کوئی چیز نظر نہین آتی۔

یون تو ہر جگہ ایک انسان کی اندرونی اور بیرونی اخلاق و معاشرت مین فرق ہوتا ہے، لیکن لکھنؤ مین یہ فرق حد سے متجاوز ہے آپ ایک شخص کو دیکھتے ہین کہ نہایت صاف ستھرے کپڑے پہنے چوک سے گزر رہا ہے اور آپ اس کی صفائی سے بہت متاثر ہوتے ہین، لیکن اس کا گھر کسی طرح مزبلہ سے کم نہ ہوگا اور وہان کی ایک ایک چیز سے آپ کو اس کی گندگی و عفونت کا ثبوت ملیگا۔ آپ دوسرے شخص کو دیکھتے ہین کہ بہت ہی انکسار سے ہات جوڑ کر گفتگو کر رہا ہے، لیکن اس کے معنی صرف یہ ہین کہ وہ ایک لفظ بھی صحیح معنی مین استعمال نہین کرتا اور آپ سے جدا ہونے کے بعد اتنی ہی گالیان دیگا جتنی تعریف آپ کے سامنے کر گیا ہے۔ یہان کی معاشرت مین کذب و دروغ، مکر و فریب اس درجہ سرایت کر گیا ہے کہ اس کے معیوب ہونے کا احساس ہی محو ہو گیا ہے اور وہ اس طرح کام نکال لینے کو فراست و ہوشیاری سے تعبیر کرتے ہین یہان کے معمولی سودا بیچنے والون کا یہ حال ہے کہ جس چیز کی قیمت وہ پانچ روپیہ کہہ رہے ہین، اس کو وہ نہایت آسانی سے ایک روپیہ بلکہ اس سے بھی کم مین دیدینگے۔ چنانچہ یہان کا ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک اجنبی نخاس گئے وہان ایک آدمی ٹوپی کا پلا بیچ رہا تھا۔ وہ ان کی وضع و صورت دیکھ کر بھانپ گیا کہ اجنبی (یا لکھنوی زبان مین گنوار) ہین۔ انھون نے پلے کی قیمت دریافت کی، اسنے اپنی تمام دلفریب اداؤن کے ساتھ کہا کہ "حضور یہ پلا ہے تو نہایت قیمتی۔ یار کے محمد علی خان کے ہات کا کشید کیا ہوا اور اغین کے صاحبزادے میان احمد علیخان کے ہات کا کڑھا ہوا ہے۔ حضور شاید واقف ہونگے کہ یہ محمد علیخان وہی ہین جن کے کشید کئے ہوئے اور کاڑھے ہوئے

رومال ولایت جاکر ہزارون مین بکتے ہین۔ وقت پڑگیا ہے اس لئے جدا کررہا ہون، ورنہ اسی قسم کے پلّے کل ہی منولال بزازنے ایک رئیس کے ہات دس دس روپیہ مین بیچے ہین۔ آپ سے مین صرف پانچ روپیہ لیلونگا۔ زرا حضور ملاحظہ تو فرمائین کہ کیا چیز ہے، ایک ایک پتی منہ سے بول رہی ہے، پلا گیا ہے چمن کھلا ہوا ہے" وہ غریب ایک نگاہ دیکھنے کے بعد چلے گئے کچھ دور چلے ہونگے کہ اسنے پھر آواز دی کہ "اے حضور کیا آپ خفا ہو گئے، اچھا تو یارون کی چھوٹ بھی دیکھتے جایے۔ اور آٹھ ہی آنے دلوائے" وہ حیران رہگیا کہ یہ کیا تماشہ ہے اور لوٹ کر قیمت ادا کی اور پلّا لے لیا۔ جب وہ جانے لگا تو اس نے ہنسکر کہا کہ "آپ زیادہ افسوس نہ کرین، اس تم مین بھی چار آنے یارون کے کہین نہین گئے"

یہ قصہ غلط ہو یا صحیح لیکن اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ یہان کے ذہینت کیا ہے اور اہل لکھنؤ سے معاملہ کرنا کسقدر خطرناک امر ہے

لکھنؤ کے دو حصے ہین ایک مشرقی جو امین آباد سے شروع ہوکر حضرت گنج بلکہ صدر تک چلا گیا ہے اور دوسرا مغربی حصہ جو رکاب گنج کے بعد سے شروع ہوکر قریب قریب سعادت گنج تک چلا گیا ہے۔ پہلا حصہ وہ ہے جسے اہل لکھنؤ، لکھنؤ سے علحدہ سمجھتے ہین اور یہان کی آبادی کو گھسیارون، خانساماؤن، کی آبادی کہتے ہین۔ مغربی حصہ خالص لکھنؤ کہلاتا ہے اور نوابون، وثیقہ دارون، طبیبون، شاعرون، افیونیون اور دستکارون کی آبادی اس حصہ مین زیادہ ہے اور بہت سے لکھنوی تجربات یہین کی گلیون مین پھرنے سے حاصل ہوتے ہین۔ اس حصہ مین امام باڑے اور عزاخانے بھی ہین یہین بٹیرون کی پالیان قایم ہوتی ہین اسی جگہ کنکوے لڑتے ہین اور یہین شیعہ سنّی علماء کا مخزن ہے

ہرچند مجھے اس حصہ کے مطالعہ کا کم وقت ملا، لیکن اس قلیل فرصت مین بھی یہ نتیجہ نکالنا میرے لئے دشوار نہ تھا کہ وہ جرائیم جو نوابان اودھ کے عہد مین پیدا ہو گئے تھے وہ ہنوز مختلف صورتون مین یہان پائے جاتے ہین اور تاوقتیکہ یہ سارا حصہ برابر نہ کردیا جائے بقول آتش "زمین کے نشیب و فراز کا دھبہ مٹنا" بالکل محال ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ اگر زندگی کا صرف لاعبانہ پہلو پیش نظر ہو تو بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ

خدا آباد رکھے لکھنؤ کو پھر غنیمت ہے

اہل لکھنؤ کی گفتگو یقیناً اہل دہلی سے زیادہ شایستہ، شگفتہ نرم اور دلچسپ ہوتی ہے، دہلی پنجاب کے لب ولہجہ سے متاثر ہوکر اپنی خصوصیات زبان کو کھوچکی ہے اور لکھنؤ باوجود اس کے کہ بڑا حصہ یہان کی آبادی کا دہقانیون اور پوربیون پر مشتمل ہے، ابھی تک اپنی خصوصیات زبان کو سنبھالے ہوے ہے لیکن غلطی ہوگی اگر اس زبان کو کوئی علمی درجہ دیا جائے یا اس کو شعر و شاعری مین استناداً پیش کیا جائے کیونکہ ہر ملک کی علمی زبان بازاری یا کاروباری زبان سے علحدہ ہوتی ہے اور شاعری کی لطافت خیال بھی ایک مخصوص انداز بیان کی محتاج ہے جس کو روزمرہ یا کسی مختص المقام محاورہ سے صرف اس حد تک سروکار ہو سکتا ہے کہ وہ شعر خود کوئی ٹکنکل یا اصطلاحی حیثیت نہ اختیار کرے

مین ہر چند شاعر نہین ہون لیکن "عالم بالا" سے زیادہ "شعر فہمی" کا مدعی ضرور ہون اور اس بنا پر اگر لکھنؤ آنے کے بعد میرے اندر یہان کے محافل شعر و ادب، یہان کے اکابر شعراء سے ملنے کا ولولہ پیدا ہوا تو بیجا نہ تھا، یون تو رسایل کے ذریعہ سے مین یہان کے بعض شعراء اور اڈیٹرون سے واقف ہو چکا تھا لیکن جی چاہتا تھا اور بالکل بے اختیارانہ طور پر کہ ان سے خود ملون، اور ان کی باتین سنون اور ان کا مطالعہ زیادہ قریب سے کر کے کسی نتیجہ پر پہونچون۔ اجنبی ہونے کی حیثیت سے مجھے اس کی تکمیل مین ضرور کچھ نہ کچھ دشواریان اٹھانا پڑین، لیکن نہ اسقدر کہ انکا ذکر ضروری ہو

شام کا وقت تھا، امین آباد پارک کے سبزہ پر تنہا بیٹھا ہوا صبح آیندہ کا پروگرام مرتب کر رہا تھا کہ دو صاحب جن مین سے ایک دُبلے بدن کے اوسط قد والے اور دوسرے اکہرے جسم کے پستہ قامت شخص تھے مجھ سے کچھ دُور آ کر بیٹھ گئے اور گفتگو کرنے لگے انکی گفتگو کا موضوع یکسر ادبی تھا اور وہ کسی غزل پر تنقید کر رہے تھے۔ مین جسارت کر کے اٹھا اور قریب جاکر عرض کیا کہ "اگر دو شاعرون کے درمیان کسی غیر شاعر کا وجود کو برداشت کیا جاسکتا ہے تو براہ کرم مجھے اجازت دیجئے کہ قریب سے آپ حضرات کی گفتگو سنون اور نووارد سیاح ہونے کی حیثیت سے آپ کی اعانت چاہون" اس کا جواب وہی ملا جو ملنا چاہئے لیکن بجائے اس کے کہ وہ اپنے سلسلۂ گفتگو کو جاری رکھتے، انھون نے خود میرے حال کی تحقیق شروع کر دی۔ مین نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا کہ "میرا نام لیخ ہدریے، کرۂ مریخ کے ایک شہر منھنعکاز کا رہنے والا ہون، آج ہی صبح بغرض سیاحت مافوق النفسجی شاعون پر سوار ہو کر یہان آیا، تمام دن اس کوشش مین صرف ہو گیا کہ انسان بنکر باہر نکلون کرۂ زمین کا باشندہ ہونے کی حیثیت سے تفریح کرون لیکن پہلے تو گھنٹون یہی فیصلہ نہ کر سکا کہ یہان کی بہترین معیاری صورت انسانی کیا ہوتی ہے۔ کبھی ضرورت سے زیادہ ناک لمبی ہو گئی کبھی دہانہ ایک کان سے دوسرے کان تک پھٹ کر رہ گیا، کبھی ابرو آنکھ کے نیچے منگئی اور کبھی ہونٹون کے اوپر، الغرض بڑا وقت تو اسی تعمیری کام مین خراب ہوا آخر کار مین نے یہ فیصلہ کیا کہ آنکھ بند کر کے بیٹھ جاؤ اور پھر آنکھ کھولنے کے بعد جو شخص سب سے پہلے نظر آجائے اس کا نمونہ طیار کرو۔ ہر چند میرا یہ فیصلہ درست نہ تھا کیونکہ جس وقت مین نے اسپر عمل کر کے اپنے آپ کو انسان بنایا اور سڑک پر نکلا تو کسی نے پشت سے آواز دی کہ "جالب صاحب، جالب صاحب" اور اب مین سمجھا کہ کسی دوسرے کی صورت بننا بہت ذمہ داری کا کام ہے اس لئے مین گھبرا کر ایک گلی مین ہو گیا اور خود ہی اپنی ذہانت سے کام لیکر دوسری فرضی صورت اختیار کر کے یہان بیٹھا ہی تھا کہ آپ حضرات تشریف لے آئے"

مین نے یہ گفتگو صرف اس لئے کی تھی کہ تمام منازل تکلف دفعتہً دُور ہو جائین اور مین جلد سے جلد ان کی آزاد صحبت و گفتگو مین شریک ہو سکون۔ چنانچہ مین اس مین کامیاب ہوا اور اسی وقت شام کو ان مین سے ایک صاحب مجھے اپنے گھر لے گئے اور دیر تک ان سے گفتگو ہونے کے بعد یہان کے شعراء سے ملنے کا پروگرام مین نے طیار کیا۔

(باقی)

اظہارِ تمنّا

(ایک افسانہ)

ولنگٹن، پطرووچ پریدرگن نے، جو ایک قبول صورت نوجوان تھا، شام کا لباس پہنکر، اپنے نفیس، نوکدار جُوتے پہنے اور طرحدار، شاعرانہ ...پی سے آراستہ ہوکر، بدقتِ تمام اپنے جذبات کو قابو میں رکھتے ہُوے، شہزادی ویرا زیکانا کے گھر کا راستہ لیا

ناظرین! اگر آپ شہزادی ویرا کو نہین جانتے تو بڑے افسوس کی بات ہے ——— اُس پیکرِ لطافت، اور سحر طرازِ ہستی کو، جو نیلین آنکھون اور ریشمین زلفون کی مالک ہے سمندر کی موجین ساحل سے ٹکرا کر پلٹ جاتی ہین لیکن اُسکی زلفون کی موجین، سخت سے سخت پتھر کو پانی کر دیتین۔ اُسکے دلاویز تبسم، اور چھوٹے، خندان چہرے کے حُسن سے متاثر ہوکر بے قابو نہ ہونا، مردہ دلی، اور بے حسی کی نشانی ہے جو اسکو بات کرتے، ہنستے اور اُسکے سفید دانتوں کو چمکتے دیکھ کر اپنے آپکو فلکِ ہفتم پر تصور نہ کرے وہ ایک مجسمہ ہے چلتا پھرتا اور بس

وہ شہزادی کے مقابل بیٹھا، اور جذبات سے بے قابو ہو کر کہنے لگا ——— "شہزادی! کیا تم میری گفتگو سننا گوارا کرو گی؟" "ہان ہان!"

"شہزادی ——— معاف کرنا، سمجھ مین نہین آتا، کیونکر ابتدا کرون ——— تمھین اچنبھا ہوگا ...... اس طرح دفعتًا ...... خفا تو نہ ہوگی؟" ——— اُس نے اپنی جیب سے رومال نکالا، اور منہ پونچھا۔ شہزادی مسکرا رہی تھی، اور مستفسر نظرون سے اُسکی طرف دیکھ رہی تھی

"شہزادی" اُسنے سلسلۂ سخن جاری رکھا "جب سے مین نے تمکو پہلی بار دیکھا، میری روح ایک غیر مفتوح تمنّا کا شکار ہے ...... تمنّا مجھے رات دن چین نہین لینے دیتی ...... اور اگر یہ پُوری نہ ہو تو مجھے ...... مجھے سخت تکلیف ہوگی"

شہزادی نے متفکرانہ انداز سے آنکھین نیچی کرلین

"تمکو فی الحقیقت تعجب ہوگا ...... شہزادی، تم مادی اشیا سے بہت بلند ہو لیکن ...... میرے لئے تم بہت مُناسب ......" خاموشی

"خصوصًا اِس وجہ سے کہ میری جائداد، تمھاری زمین سے متُّصل ہے ...... مین بھی کافی دولتمند ہُون اور ......"

"مگر یہ سب کس لئے؟" شہزادی نے آہستگی سے سوال کیا

"یہ سب اِس لئے ہے، شہزادی" پریدرگن نے بے قابو ہوکر اپنی کُرسی سے اُٹھتے ہُوے کہا "مین التجا کرتا ہُون کہ انکار نہ کرنا ...... اپنے انکار سے میری تمام تدابیر پر پانی نہ پھیر دینا ...... عزیزِ من! مین صرف یہ تجویز پیش کرنا چاہتا ہون کہ ......"

ولنگٹن پطرووچ پھر جلدی سے بیٹھ گیا۔ اور شاہزادی کی طرف جُھک کر سرگوشی کرنے لگا

"صرف یہ تجویز ...... تجویز بہت نافع ہے کہ۔ ہم کو اپنی ملحقہ زمینون مین، اُون کی ایک باقاعدہ، مشترکہ، محدود کمپنی قائم کرنا چاہئے ...... اس طرح ہم سال بھر مین ایک لاکھ گٹھے اُون کے بہ آسانی بیچ سکین گے ...... ہے نا؟"

شہزادی نے لمحہ بھر سوچ کر جواب دیا۔ "بالکل ٹھیک بات ہے۔ اور مین اسپر راضی ہون"

عزیز احمد

باب الاستفسار

کس زبان کی شاعری ہے

جناب محمد سجاد صاحب - امیر اکدل - سرینگر

یہان کشمیر مین ایک نہایت ہی معمر شخص ہین جو ہین تو ایرانی النسل لیکن اب ایک زمانہ سے یہین رہتے ہین اور مصاحبانہ خوش باش زندگی بسر کرتے ہین - ان کو فارسی، کشمیری، عربی زبان کے ہزارون شعر یاد ہین اور جس وقت وہ اپنے ترنگ مین ہوتے ہین تو ان کو ایک خاص لحن سے پڑھا کرتے ہین - بعض مرتبہ وہ ایسے شعر پڑھتے ہین جو بظاہر فارسی کے معلوم ہوتے ہین لیکن انکا مفہوم کچھ نہین ہوتا - ان سے پوچھئے تو ہنسنے لگتے ہین اور کوئی جواب نہین دیتے - منجملہ اُن کے ایک شعر یہ بھی ہے

جو از عمت بدر مرا ہر وخ کہ شو مرا　　یک شو بیا بردم تا ببینم چتو مرا

کیا آپ بتا سکتے ہین کہ یہ کیا بلا ہے؟

نگار:- آپ کے معمر دوست سبزواری معلوم ہوتے ہین یا یہ کہ انھون نے اس زبان کا مطالعہ کرکے اس زبان کے اشعار یاد کرلئے ہین - رایل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل مین مسٹر آوانو نے اپنی تفتیش و تحقیق کی بنا پر ایک مقالہ سبزواری زبان کی شاعری پر کئی سال ہوئے شایع کرایا تھا اور اس مین سبزوار کی دہقانی زبان کی شاعری پر بھی بحث کی تھی - اس سلسلہ مین انھون نے نیر اور فیاض دو سبزواری شاعرون کا نمونۂ کلام بھی دیا تھا - آپ کے دوست کا یہ شعر فیاض سبزواری کا کلام ہے اور انتخاب مین درج ہے

پروفیسر براؤن نے بھی ایک درجن سے زیادہ ایسے ایرانی شاعرون کا نمونۂ کلام دیا ہے جو نیچے طبقہ کی دہقانی و مختص المقام زبان مین شاعری کرتے تھے - اسی طرح بدایونی نے اپنی منتخب التواریخ مین ہفت اقلیم مین امین رازی نے اور ریاض الشعرا مین والہ داغستانی نے بعض ایسے شعرا کا ذکر کیا ہے - انھین مین سے ایک ایک دانہی بھی تھا - دانہ ایک گانون ہے نیشاپور کے قریب یہین کا رہنے والا تھا اور کاشتکاری کا پیشہ کرتا تھا، لیکن اس پیشہ کو چھوڑ کر اسنے شاعری اختیار کی اور عہد اکبری مین ہندوستان آیا - امین رازی اور بدایونی نے عہد اکبری کے شعرا مین اس کا بھی ذکر کیا اور نمونۂ کلام دیا ہے - اس کے بعض اشعار (جنھین مشکل سے شعر کہا جا سکتا ہے) اکبر کی مدح کے یہ ہین اور مسٹر آوانو نے بھی انھین ان تذکرون سے نقل کیا ہے

قلم آتشوخ خرد کگ مکمنہ　　جان فدائیش کہ خوش ملک مکمنہ
شہ جلال الدین محمد غازی　　کہ دعائیش بر فلک ملک مکمنہ

صلۂ شعر شاعران گذر | یک لک و دو لک وسہ لک مکنہ
مچہ نالم ز احمد و محمود | ہر چہ مکنہ بمن فلک مکنہ

(خردگک - خرد کی تصغیر مکرر ہے - یعنی بہت ہی چھوٹا - مکنہ = میکنند - گذر = دگر - مچہ = من چہ

مسٹر اوانو نے لکھا ہے کہ ایک شاعر اور حسینا تھا جو خالص دہقانی زبان مین شعر کہتا تھا - اس کی رباعیان اضلاع سبزوار نیشاپور اور ترشیز وغیرہ مین اب بھی گائی جاتی ہین - اسی طرح ایک شخص ملا صبوحی برجندی تھا جو اب سے ایک صدی قبل پایا جاتا تھا ایران کے اور صوبون مین بھی اس قسم کے شاعر پائے جاتے تھے - والہ داغستانی نے ان مین سے عبد الحئی اصفہانی کا ذکر کیا ہے اور ایک دوسرے شاعر لطیف کا - لطیف اچھا شاعر تھا لیکن چونکہ جاہل تھا، اس لئے وہ مخیف محاورات بھی استعمال کرجاتا تھا اور وزن و تقطیع کا بھی لحاظ نہ رکھتا تھا - ایک اور طہرانی شاعر ملا سحری تھا جو طہران کی بازاری زبان مین شعر کہتا تھا - یہ تینون سترھوین صدی عیسوی کے اخیر مین پائے جاتے تھے

اصفہان کے ایک اور شاعر درویش عباس المتخلص بہ جزی تھا پروفیسر زکوسکی نے اس کی بعض نظمین مرتب کرکے شایع کی ہین - ایران کے جنوبی مغربی حصہ مین فایز، بجمہ، دفتری، محمد تقی خان، حیدر خان اسی رنگ کے شاعر گزرے ہین اور ایزدی و علی اصغر خان نہاوندی کی یاد تو اب تک وہان کے لوگون مین تازہ ہے - وسط ایران مین مشہور شاعر یغما جندقی کے علاوہ اس کا ہمعصر و رقیب نعیمہ سمنانی بھی قابل ذکر شاعر تھا

مسٹر اوانو نے نیر و فیاض کا نمونۂ کلام دیتے ہوئے لکھا ہے کہ فیاض سبزوار کے قریب ایک گانون مغیثہ کا معمولی زمیندار تھا یہ عمال و امراء عصر کی تعریف مین شعر کہا کرتا تھا - نیر کا اتنا حال بھی نہین معلوم ہوسکا - فیاض اور نیر دونون معمولی قسم کے شاعر تھے جو دیہ و شہر کے ملی جلی زبان مین شعر کہتے تھے - لیکن نیر زیادہ ذہین معلوم ہوتا ہے

آپ نے جو شعر لکھا ہے وہ فیاض کا ہے - مین اس کو یہان مکرر درج کرکے اس کی اصلی ہئیت بھی پیش کرتا ہون تاکہ سمجھنے مین مدد ملے

جو از غمت بدر مرہ ہر صح کہ شو مرہ | (یعنی) | جان از غمت بدر میرود ہر وقت کہ شب میشود
یک شو بیا بہ دم تہ ببینم چیتو مرہ | | یک شب بیا برم تا ببینم چہ طور می شود

اسی غزل کے اور شعر مسٹر اوانو نے یہ درج کئے ہین:-

گر بندوزم نگا بگلزار رخسار شں | | گر بیند ازم نگاہ بگلزار رخسار شں
چوہی طبق زدیک دی چشموم گلو مرہ | (یعنی) | جوئی طبق زدیک دو چشمم گلاب میرود
اگر برہ سمت رقیب بردہ بکو کہ ہو | | گر بر سمت رقیب مرد بگو کہ بلی
ور گوئی کہ نے دلم از قصہ آو مرد | (یعنی) | ور گوئی کہ نے دلم از غصہ آب میشود

نیر کی شاعری کا بھی نمونہ ملاحظہ فرمائیے:-

به پہلئی رخ یاقیت زنگش رخ سودائی
به نزدیک آدحیوتش حیرچه بیه

(یعنی)

به پہلوئے رُخِ یاقوت رنگش ریخت سودائے
به نزدیک آب حیاتش حور چولای ست

اس غزل مین یہ تین شعر بہت فحش لکھے ہین :-

بشیخ شیخی نظر کردم میون جفتهٔ مستش
بدیدوم بلبلیش از خشتک تمبوش منویه

که ناگه ململیم ورجبر ف توقال سیمنیش
چو قوشی که زبندش سردہی رقال بلویه

که ناگه ہیشکا فوم دردرش رف تانافش
زجاورجبں ورسرزه که کےزیه وکے گیه

ان کے معنی اس لئے نہین لکھتا کہ ان کی عریانیان عام نہ ہو جائین

آپ اپنے دوست کو یہ اشعار سنائے ممکن ہے اس کے بعد کچھ اور کلام آپ کو سنائین اگر ایسا ہو تو میرے پاس یہ تمام اشعار ضبط کرکے بھیجدیجئے

اگر مین مسٹر اوانو کے مضمون کو اس سے قبل نہ دیکھ چکا ہوتا تو مین قطعاً کوئی جواب آپ کے استفسار کا نہ دیسکتا تھا۔ آپکا استفسار پڑھتے ہی میرے ذہن نے یہ مرتسمات پیش کردئے جو آپ تک پہونچا تا ہون

نیاز

علم کیمیا کا کرشمہ — **کایاپلٹ ہیر آئیل** — حیرت انگیز معجزہ

کہنے کو صرف یہ تیل ہے لیکن اپنے اثرات کے لحاظ سے اکسیر کو بھی مات کرتا ہے۔ یہ تیل نہایت قیمتی و نادر الوجود نباتاتی و کیمیاوی اجزائے سے جدید اصول پر طیار کیا گیا ہے جس کی تصدیق بڑے بڑے سائنسدانون نے کی ہے۔ اس کے فواید کی تفصیل مختصر اشتہار مین ناممکن ہے۔ مختصراً یون سمجھ لیجئے کہ گھر مین اس کی ایک شیشی رکھنا گویا بہت سے امراض کو دفع کر دیتا ہے۔

اگر۔ سر یا چندیا کے بال گر گئے ہین یا گر رہے ہین۔ یا بالخورہ اور گنج ہو گیا ہے

اگر۔ نزلہ دردسر یا شقیقہ، دوران سر، ضعف دماغ وضعف بصر، بے خوابی یا نسیان کی شکایت ہے

اگر۔ سر اور جسم کی پھوڑیان، پھنسیان، گرمی دانے، خارش یا دیگر امراض جلدی کا دفع کرنا مقصود ہے

اگر۔ کنٹھ مالا، سل اور دق وغیرہ سے محفوظ رہنا ہے

تو

ان سب کا واحد علاج **کایاپلٹ ہیر آئیل ہے**

جو نہ صرف خوشبو بلکہ اپنی مقدار و وزن کے لحاظ سے بھی بازار کے تمام خوشبودار تیلون سے اچھا اور ارزان ہے۔

ڈاکٹر تیج بہادر سپروالہ آباد سے اپنی تحریر مین تصدیق فرماتے ہین کہ اس تیل کے فواید اشتہار کے مطابق پائے گئے ہین اور مرزا جعفر علی خانصاحب بی اے ڈپٹی کلکٹر رائے بریلی نے دوامی آرڈر ہر ماہ ایک شیشی کا دیدیا ہے۔ اور بھی متعدد سرٹیفکٹ موجود ہین۔

جوابی امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ضروری ہے

قیمت فی شیشی ۔۔۔۔۔۔ (ایک روپیہ) محصول

مینیجر کایاپلٹ ہیر آئیل۔ لکھنؤ

الہام شعر

جب شب کی سکون پرور تاریکی دنیا پر چھا جاتی ہے
سرشار ہوا کی ہر جنبش راحت کے ترانے گاتی ہے

تارون کے فسون موسیقی سے ہوتی ہے، مسحور فضا
جان بخش مے آسائش بے تخصیص پلائی جاتی ہے

خاموش ہوائین، بیخود موجین، صحرا گم، خوابیدہ چمن
کچھ غور میں اس دنیا کی ہر شے محو سی پائی جاتی ہے

غفلت کی پریشان جمعیت ہوتی ہے یہان تک ضبط شکن
احساس عمل کی بیداری، خود تاج ظفر پہناتی ہے

ہر چیز رہین خواب گران، ہر سمت سکوت و بیخبری
اک نقطۂ ساکن پر کھنچکر، بیچین فضا آجاتی ہے

اس وقت مین اپنی خلوت مین، اک پیکر حسرت ہوتا ہون
تصویر نشاط عہد تمنا آنکھون مین پھر جاتی ہے

کیا تجھکو بتاؤن مین ہمدم، کیا دل پہ گذرتی ہے میرے
آلام کی آتش افروزی کن شعلون کو بھڑکاتی ہے

سینہ مین تلاطم ہوتا ہے دل کی اُبھرآتی ہین چوٹین
ہر موج صبا اک تازہ پیام حسرت و عبرت لاتی ہے

ہر چیز پہ گرد و پیش مرے ہوتی ہے خموشی چھائی ہوی
دھندلی سی فقط اک شمع مری حالت پر اشک بہاتی ہے

ناگاہ بجھا دیتی ہے اسے بھی موج سبک رفتار صبا
مین اور انیس غم میری اب تاریکی رہجاتی ہے

اس تلخ دھندلکے مین کچھ یون دم گھٹنے لگتا ہے میرا
جس طرح سے قید جسم مین روح حیوانی گھبراتی ہے

اک چشم زدن مین لیکن پھر اس طرح بدلتا ہے یہ سمان
مین غرق تحیر ہوجاتا ہون جنبش دل تھم جاتی ہے

ہوتا ہے مجھے محسوس کچھ ایسا گویا میرے ہر جانب
ہلکی سی نظر افروز تجلی حلقہ کرتی جاتی ہے

ہوجاتی ہین خیرہ میری نگاہین اور ادھر تاریکی مین
یہ موج ضیا بڑھتے بڑھتے تا حد نظر چھا جاتی ہے

رہتا ہے یہ منظر کچھ لمحے، یکبار درون خلوت دل
خوابیدہ حسین کروٹ لیتی ہین، روح مین قوت آتی ہے

ہوتا ہے حریم ہوش و خرد پر پردۂ کیف بیخبری
اور پیش نگاہ صرف تحیر، برق سی اک لہراتی ہے

کچھ نغمۂ شیرین دھیمے سرون مین جس سے پیہم اُٹھتے مین
وہ جن کی لطافت رگ رگ مین اک لہر نئی دوڑاتی ہے

جو مجھکو بتایا جاتا ہے پیغام وہی مین دیتا ہون
سنتا ہون جو کچھ اس عالم مین کاغذ پہ اسے لکھ لیتا ہون

سید علی اختر - اختر

مشاہدات

(۱)

حوض مین مستانہ بط کے تیرنے سے جس طرح — کائی مین پڑتا چلا جاتا ہے خطِ رہگزار
حافظے پر یون ھین اک بیدار کن گہری خراش — ڈال دیتی ہے شبِ مہ مین پپیہے کی پکار!

(۲)

مسکرایا خواب مین اس طرح اک طفلِ صبیح — ہو گیا دل دیکھنے والون کا شادو باغ باغ
اور اس نرمی سے جیسے بتکدے کے طاق مین — جھٹپٹا ہوتے ہی روشن کر دیا جائے چراغ!

(۳)

شادو فرحان ہین نئے احباب تیرے لطف سے — سرد مہری سے قدیم احباب کا رُخ زرد ہے
یہ تری سیرت ہے ایسے تیز موٹر کی طرح — جسکے آگے روشنی ہے، اور پیچھے گرد ہے!

(۴)

رکھے ہوے سونے کا طبق ناز سے سر پر — کہرے مین نظر آتی ہے یون صبحِ درخشان
ہو جاتی ہے جس طرح کہ انسان کی شرافت — ہنگامۂ افلاس مین کچھ اور نمایان!

(۵)

سر سے نزدیک ہو کے اک طائر — یون اُڑا صبح نیند جیسے آئے
نصف ملنے کے واسطے مجھکو — نغمے اس طرح شہپرون کے سنائے
ذہن سے جس طرح کہ بات، کوئی — یاد آتے ہی محو ہو جائے!

(۶)

شب کو اکثر کھلی تاریکیان میدان کی — روح پر کرتی ہین طاری اس طرح خوابِ گران
دل سمجھتا ہے کہ ہے غم کی گھٹا چھائی ہوی — جس طرح کہرے پہ ہو جاتا ہے بارش کا گمان!

(۷)

خاکِ گلشن پہ دُھندلکے کی المناکی مین — یون ہین پامال شگوفون پہ نقوشِ بیداد
عید کے چاند کی ہلکی سی چمک سی جس طرح — دل مین معصوم یتیمون کے ہو مان باپ کی یاد!

(۸)

سب سے پہلے عشق کی شب مین دلِ عشاق کو
صبح پچھلی نیند سے جس طرح چونک اُٹھنے کے بعد
چٹکیون مین یون مسلتا ہے خیالِ رُوئے یار
کمسنی کی پھول سی آنکھون مین چبھتا ہے خمار!

(۹)

وداعِ طفلی و قُربِ شباب کے باعث
بدل رہا ہے جو پہلو ضمیرِ شاعر مین
تری "نگاہ" ہے، یا وہ "خیالِ دل افروز"
اور آب و تاب سے موزون نہین ہوا ہے ہنوز!

(۱۰)

کیا بتاؤن کہ وہ درِ گلگشت
جیسے کلیون پہ رشحۂ شبنم
کس طرح سے قدم اُٹھاتی ہے
جیسے آنکھون مین نیند آتی ہے

جوش

حجابات

عصمتِ جذبۂ تقدیس کی تصویر ہون مین
عشق اک خواب ہے - اور خواب کی تعبیر ہون مین
مست ہو جاؤن تو تقدیر ہے پابند مری
ہوش مین آؤن - تو وابستۂ تقدیر ہون مین
خلشِ عشق کبھی دل سے یہ کہہ اٹھتی ہے
تو مجھے درد سمجھتا ہے مگر تیر ہون مین
عیشِ امروز ہے پیغامبرِ آزادی
غمِ فردا کا اشارہ ہے کہ زنجیر ہون مین
یہ محبت کی لطافت ہے تو شاید اکدن!
مری تصویر ہو تو - اور تری تصویر ہون مین
حسن اور عشق نے ترتیب دیا تھا جس کو
اسی "افسانۂ معصوم" کی تفسیر ہون مین
یون تو دل - تیری محبت مین رہا ہے معصوم
تو اگر چاہے تو ہان ——— قابلِ تعزیر ہون مین
ابتدا تھی مری تخلیقِ نظامِ ہستی
انتہا میری کہ شرمندۂ تدبیر ہون مین
صبر آجائے مجھے بے اثری پر اپنی!
اے خداوند! نہ منت کشِ تاثیر ہون مین
اے روش! "جلوہ گہ حسن" ہے دنیا میری
میری قسمت کہ "محبت کا جہانگیر" ہون مین

روش صدیقی

شالامار باغ

جسے خواہش ہو بزم عشق کے آثار کو دیکھے
یہان کشمیر مین آکر وہ شالامار کو دیکھے
چمن مین ساغرِ گل سے مئے عشرت چھلکتی ہے
جدہر جاؤ اسی جانب کلی دل کی مہکتی ہے
خوشی کا دور ہے مسرور ہین سب صحنِ گلشن مین
طرب کی روح پھیلی ہے ہر اک دل کے نشیمن مین
نہ ہون کیون روح کے سادہ ورق رنگین ہونے کو
کہ آمادہ ہے دل اب داغِ ناکامی کے دہونے کو

عیان حسنِ مجازی ہے یہان وحدت سے کثرت مین
ہزارون حسن کے جلوے ہین رقصان بزم الفت مین
نئے انداز سے چلنا روش پر مہ جبینون کا
گلون کے بیچ مین مستانہ وہ ٹھکھیلیان کرنا
مہک وہ بھینی بھینی اور وہ منظر خیابان کا
وہ ٹھنڈی چاندنی راتون مین اک عالم گلستان کا
چمن کے سینۂ رنگین سے بوئے یاسمن نکلی
نقاب اُلٹے ہوے گویا کوئی تازہ دلھن نکلی

جو سر سے کوہ کے وہ برف رہ رہ کر پگھلتی ہے
وہی آغوش مین گلشن کے آ کر مچلتی ہے
دکھائی ہے نئی ترکیب صنّاعون نے پانی کی
عجب ترتیب ہے کچھ آبشارون کی روانی کی
کسی مین شکل بنتی ہے گھنے پھولون کے چادر کی
کنارے پر دو رویہ بیلین بنتی ہین برابر کی
کسی کے چہرے پر زرتار ساری بنتی جاتی ہے
ہر اک پہلو مین پھولون کی کیاری بنتی جاتی ہے

چمن کے وسط مین اک خوشنما رنگین عمارت ہے
اور اسکے پاس چارون سمت فوّارون کی کثرت ہے
انگھٹے تین نشو اسی کبھی جب رقص کرتے ہین
جدہر دیکھو اسی جانب ہزارون گل بکھرتے ہین
اُسی کے آگے ہی اک خوشنما دیوار اُٹھی ہے
جو اُونچی چار گز ہے۔ اور صدہا گز وہ لمبی ہے
چڑھی ہین اُس پہ دو رویہ کئی بیلین برابر سے
ڈہکی ہے سر سے پاؤن تک گھنے پھولون کی چادر سے

جدہر دیکھو اسی جانب برابر پھول پھولے ہین
جڑون سے پتیون تک ہر جگہ پر پھول پھولے ہین
ہویدا اصاف ہر سو ہے ہر اک کی چشم حیران سے
ہزارون پھول کھینچ کر آگئے صدہا گلستان سے
عروس نو سنوارا ہو جسے قدرت کے ہاتھون نے
جسے آغوش مین پالا جہان کی ٹھنڈی راتون نے
بیان ہو کس طرح سے اسکے چہرے کی صباحت کا
ملا ہو حسن کی دیوی نے جب غازہ ملاحت کا

مہک دوشیزگیِ گلشنِ فطرت کی پھیلی تھی
فضا وہ تھی کہ میری رُوح تک پرواز کرتی تھی

محمود الہ آبادی

یاد محبوب

شاہدِ دوراں کی زلفِ عنبرین برہم سی ہے چاک ہے گل کا گریبان چشمِ شبنم نم سی ہے
کشتیٔ امید کچھ ساحل سے نامحرم سی ہے جنبش امواج مین اک شورشِ پیہم سی ہے

اضطراب دل مرا ہنگامہ در آغوش ہے
ضبط کہتے ہین جسے اک نالۂ خاموش ہے

شانہ سینہ چاک ہے زلفِ معنبّر کے لئے آئینہ حیرت مین ہے اک روئے انور کے لئے
پس گیا سرمہ کسی چشمِ فسون گر کے لئے ہاتھ ملتی ہے حنا پا بوسِ دلبر کے لئے

جس کو شانہ کی ضرورت تھی وہ گیسو ہی نہین
سرمہ کیسا اب وہ چشمِ رشکِ آہو ہی نہین

بار تھا طبعِ سبک پر گیسوئے پرفن کا بوجھ اُٹھ نہ سکتا تھا کمر سے جنبشِ دامن کا بوجھ
اف وہ نازک جسم اور خاکِ سرِ مدفن کا بوجھ وائے قسمت بوجھ اور وہ بھی ہزارون من کا بوجھ

زیب جس کے جسم پر دیتا تھا رنگین پیرہن
آج سر سے پاؤن تک پہنے ہے اک سادہ کفن

اب وہ آنکھین بند ہین سوتی تھین جن مین بجلیان ہین وہ لب پژمردہ جن پر کھیلتی تھین شوخیان
گل کھلی تھی جو کلی وہ ہو گئی نذرِ خزان ہائے رنگ بوستان اے وائے رنگ بوستان

اڑ گئی یک لخت رنگینی جو رخسارون مین تھی
پڑ گئے سرد آتش افروزی جن انگارون مین تھی

تاقب جالندھری

غزلیات

اثر رحمانی رام پوری

دل کا مقابلہ ہی کیا تیرِ نگاہِ ناز سے
کیسے بچاتے ہم اسے عشق کے ترکتاز سے

قابلِ احترام ہے ہمتِ اہلِ عشق بھی
گھس گیا سنگِ آستان ناصیۂ نیاز سے

اتنے حواس تھے کہ مین خود تو وہان سے آسکا
دل کو مگر نہ لا سکا اُن کے حریم ناز سے

غیرتِ عشق کے سبب آگے نہ بڑھ سکا قدم
بچ کے ذرا چلا تھا مین جادۂ امتیاز سے

افسر صدیقی امروہوی

شمع کے زیرِ قدم لاش ہے پروانے کی
انتہا خوب ہوئی عشق کے افسانے کی

کوہ و صحرا نے دیا نعرۂ وحشت کا جواب
گئین خالی نہ صدائین ترے دیوانے کی

اے جنون کون سے عالم مین گنون آپکو مین
نام گھر کا ہے مگر شکل ہے ویرانے کی

صورِ عالمِ فانی کو نہ دے دل مین جگہ
دیکھ پڑ جائیگی بنیاد صنم خانے کی

عالمِ ہوش مین آجاؤن اگر مین افسر
جوشِ وحشت کی قضا موت ہے دیوانے کی

عشق رامپوری

غلط کہ الفتِ بیداد گر نہین ہے مجھے
مگر ہے یہ بھی کہ اپنی خبر نہین ہے مجھے

کسی کی دید کا خواہان ہون کیا قیامت ہے
یہ جانتا ہون کہ تابِ نظر نہین ہے مجھے

تمھارے ظلم سے تعبیر لطف کرتا ہون
یہ اور کیا ہے محبت اگر نہین ہے مجھے

نہ پوچھ دل کی مصیبت کا حال کچھ مجھسے
یہی خبر ہے کہ کچھ بھی خبر نہین ہے مجھے

وفائے عہد و قول و قسم غلط تسہی
سکون قلب میسر مگر نہین ہے مجھے

فراق گورکھپوری

قتل یون ہونے محبت کے گنہگار آئے — ہین یہ تیور کہ انھین نیند سے بیدار آئے

ہین یہی اے نگہِ ناز ترے قدر شناس — بید لون پر تجھے اللہ کرے پیار آئے

بادِ صرصر بھی تھمی آبلہ پا بھی ٹھہرے — دشتِ غربت مین نظر شام کے آثار آئے

یا تو یہ ہو کہ مین اُس شوخ کو دیکھون ہی نہین — یا جو دیکھون بھی تو اتنا نہ مجھے پیار آئے

اے فراق آؤ کرین کھوئے ہوئے دل کی تلاش — بعد مدت کے سرِ کوچۂ دلدار آئے

ناطق جیلانی

جنھین ذوقِ شورِ وجود تھا وہ اسی ہوس مین فنا ہوئے — جو اُٹھے تو اُٹھ کے کہین نہ تھے یہ ہوا کہ بانگِ درا ہوئے

جو تمھین اِدھر ہو تمھین اُدھر تو کہان گئے مرے ہم نظر — دمِ جلوہ تمنے یہ کیا کیا وہ جو دیکھتے تھے وہ کیا ہوئے

یہ بنائے دیر نگاہ کر یہ نہین حقیقتِ بندگی — جو بیانِ اہل مجاز ہے تو ہمین بتون کے خدا ہوئے

یہ مآلِ اہل حسد ہوا کہ وبالِ جان ہوئی زندگی — یہ حریف ایسے تھے نا سزا کہ جو آپ اپنی سزا ہوئے

ہمین ہمسفر سے خلش رہی یہ رہِ طلب کی روش رہی — نہ کسی کو راہ نما کیا نہ کسی کے راہ نما ہوئے

یہ نمازِ اہل نیاز ہے کہ کبھی پڑھین نہ قضا کرین — اُنھین فکرِ قیدِ رسوم کیا جو بذوقِ نار فنا ہوئے

وہ ہمارے گھر جو نہ آئین گے تو ابو الحسن ہمین جائین گے — کوئی ہمتو اُن سے خفا نہین وہ ہوا کرین جو خفا ہوئے

طرزِ زندگی

اپنی خوبیون کے لحاظ سے عدیم النظیر تصنیف

مصنفہ سید محمد نسیم نہٹوری مدیر [illegible]

یہ کتاب نصیحت اور عبرت کا مرقع ہے۔ اور پھر خوبی یہ کہ ایک بار پڑھ کر آپ مکرر و سکرر پڑھنے کے لئے مجبور ہون گے۔ زن وشوہر کے تعلقات خوشگوار رہنے کے اصول نہایت ہی سادہ پیرایہ مین اس عنوان سے بیان کئے گئے ہین کہ دل پر نقش ہو جاتے ہین۔

یہ تصنیف عورتون مردون اور بچون کے لئے یکسان مفید ہے۔ پہلے اڈیشن کا اختتام ہو رہا ہے آپ آج ہی اپنی فرمائش روانہ کر دین۔ قیمت - - - - - - - - - - ۱۲؍

منیجر نگار لکھنؤ

ثاقب جالندھری

یہ پست و بلندِ عالم ہے یہ ناز و نیاز ہستی ہے
لوگ اس کو بلندی سمجھے ہین جو حق مین ہمارے پستی ہے

بس ٹوٹ گیا بس ٹوٹ گیا ہر تارِ نفس مین ساز جو تھا
اب کس کو سناتے نغمہ ہو اب کونسی ایسی ہستی ہے

ہم عشق کرین وہ ہم سے کھنچین یہ دہر مین ہوتا آیا ہے
آباد انہی دو چیزون سے تو عالم کی یہ بستی ہے

آباد کبھی وہ دل بھی تھا برباد جسے اب دیکھتے ہو
سنسان نظر جو آتی ہے وہ ایک پرانی بستی ہے

ہے حسنِ ازل ہر ایک جگہ خالی نہین اس سے کوئی فضا
کیون دیر و حرم کے گوشون تک محدود تلاشِ ہستی ہے

جرعاتِ محبت پیتے ہی ثاقب یہ ہمارا عالم ہے
ہر وقت ہے پیشِ چشم کوئی آنکھون مین ہمیشہ مستی ہے

نوٹس

ہندوستانی اکاڈمی صوبہ متحدہ الہ آباد کے مطبوعات

ازمنۂ وسطیٰ مین ہندوستان کے معاشرتی اور اقتصادی حالات

ازعلامہ عبداللہ یوسف علی۔ ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ ایم۔ سی۔ بی۔ ای

مجلد	۴عہ
غیر مجلد	عہ

زیر طبع

(۱) مغلون سے پہلے عرب و ہندوستان کے تعلقات۔ (از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی)

(۲) مسلمانون کے تمدن پر ہندوؤن کا اثر۔ (از مولانا محمد امین صاحب عباسی)

(۳) ازمنۂ وسطیٰ کا ہندوستانی تمدن۔ (از رائے بہادر مہامہوپادھیا گوری شنکر ہیرا چند صاحب اوجھا)

(۴) ہندی شاعری۔ (از ڈاکٹر اعظم صاحب کریوی)

جنرل سکریٹری ہندوستانی اکاڈیمی الہ آباد

معلومات

سرزمین عجائبات

دنیا مین چار نزہت گاہین سب سے زیادہ مشہور ہین۔ شعب بوان، صغد ثمرقند، نہر اُبلہ، اور غوطۂ دمشق۔ مگر یہ کل دلکش مقامات بطور "سینی ٹوریم" (تفریح گاہ) کے ہین ان مین بجز سبزہ زار، آبِ روان اور میوہ دار درختون کے کوئی عجیب و غریب بات نہین۔ ذیل مین ہم ایک ایسے عجیب و غریب خطہ کا ذکر کرتے ہین جو اپنے محیر العقول عجائبات کے باعث (Wonder Land) مشہور ہے

دی یلو اسٹون پارک (The Yellow Stone Park) (اس مقام کا نام ہے) یہ پہلے ریاست وؔیومینگ کے قبضہ مین تھا۔ مگر ۱۸۷۲ء سے امریکہ کے قبضہ مین آگیا ہے یہ پارک عام تفریح گاہ کے طور پر استعمال نہین کیا جاتا نہ اس پارک سے وہ پر لطف باغ مراد ہین جو شہرون مین ہوتے ہین۔ اسکا کل رقبہ ۳۳۰۰ مربع میل ہے اور غالباً دنیا مین کوئی اسقدر مختصر خطہ اتنے زیادہ عجائبات کا قابض نہوگا

ہم اس مین شمالی راہ سے داخل ہوتے ہین اور تقریباً پانچ میل پہاڑی راستہ کو طے کرکے گرم چشمون کے قریب پہنچتے ہین۔ یہان سے ایک رہبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہان کا بوقلمون منظر! سبحان اللہ! اس نظارہ کو دیکھکر آنکھین کھلی کی کھلی رہجاتی ہین۔ کٹورے کی طرح تالاب بھرے ہوئے ہین جن پر کُہر کا لطیف سائبان ہر وقت معلق رہتا ہے۔ جب اسکے پار نگاہ گزرتی ہے تو صدہا دلاویز مختلف رنگ نظر آنے لگتے ہین۔ تالاب کے خوشنما کنارون پر گرم گرم پانی کی بلورین موجین آکر لگتی ہین تو سفید سفید کف جمع ہوجاتا ہے۔ "سطح آب کا یہ سحر کار منظر ایک قسم کے خوشنما پود و نگار مین منت ہے جو اسکے اندر اُگے ہوئے ہین" ان الفاظ سے رہبر سیاح کی حیرت کو رفع کرتا ہے۔ چشمون سے آگے بڑھکر ایک عجیب سرزمین نظر آتی ہے جسکو (Goblins Land) یا ارضِ شیاطین کہتے ہین۔ اسکے متعلق روایت ہے کہ پہاڑ کی ایک جانب سے شیطان اور دوسری جانب سے اسکی بیوی کے پھسل پڑنے سے اس مقام کی ایسی ہیئت ہوگئی ہے اور اسی مناسبت سے یہ مشہور ہے۔ واقعی یہ عجیب سرزمین ہے اور یہ بلند پہاڑ ہے جس کے دامن مین بڑے گہرے غار ہین۔ گورنمنٹ امریکہ نے ارض شیاطین مین سے سڑک نکالنی چاہی تھی مگر غارون کی وجہ سے کامیابی نہوئی

گرم چشمون سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہم ایک سڑک پر سے گزرتے ہین جو ٹھوس شیشے کی بنی ہوئی ہے اسکے ایک سمت بیور جھیل کا نیلا پانی جھلکتا نظر آتا ہے اور محاذ مین پہاڑی حصار ہے۔ سڑک کے دوسری طرف شیشے کا ایک ٹھوس پہاڑ کھڑا ہے جسکی سیاہ سطح چکنی اور نہایت چمکدار نظر آتی ہے اس پہاڑ کے دامن مین سڑک بنانا بھی بہت دشوار امر تھا کیونکہ سیاہ کانچ کے بڑے بڑے تودے ہر طرف پڑے تھے جنکو نہ بارود سے اڑایا جاسکتا تھا نہ اوزارون سے توڑا جاسکتا تھا۔ چنانچہ یہ ترکیب کیگئی کہ انکو پہلے خوب گرم کردیا گیا اسکے بعد ان پر پانی ڈالدیا جس سے پاش پاش ہوکر رہگئے

اسکے بعد ہم (Geysers) دیکھنے بڑھتے ہین "جیسر یا گیسر" کی حقیقت سمجھنے کے لئے اسکو "چشمہ آتش فشان"

کہنا چاہئے - زمین کے اعماق مین پانی جمع ہوجاتا ہے اور وہان حرارت سے بھاپ بنکر نہایت شدت سے اُبل پڑتا ہے - "جیسرز" گرم پانی کے بڑے بڑے تالاب ہین - جسوقت اُن مین اشتعال آتا ہے تو پانی کے علاوہ کیچڑ تک کا پتہ نہین چلتا - یہ کیفیت ہمیشہ نہین رہتی ہے مگر اسکا بھی کسی کو علم نہین کہ کب دفعتہً پانی مین آگ لگ جائے - ان چشمہ ہائے آتش فشان مین (Norris) بڑا ہے جسکا کھولتا ہوا نیلا پانی دور سے نظر آتا ہے - اس سے تھوڑی سی دور دوسرا چشمہ ہے جسکا نام (Monarch) ہے جو اِن تمام چشمون کا بادشاہ معلوم دیتا ہے - اسکی وسیع سطح گردونواح مین خوشنما پہاڑون کا منظر پھر پانی کھولنے کی ترنم ریز آواز بخارات کے لطیف بادل عجیب دلکش سینری پیش کرتے ہین اسکے اشتعال کا بھی کوئی وقت مقرر نہین جب چاہتا ہے اپنے دہانۂ آبی سے آگ اُگل دیتا ہے

یہان سے سیر کرتے ہوئے ہم ایک عجیب دہشتناک مقام پر پہنچتے ہین جسکا نام (Hell) یا سقر ہے واقعی یہ سرزمین نمونۂ سقر ہے - یہان کے وحشت خیز مناظر اور بھیانک چیزون کو دیکھکر گمان ہوتا ہے کہ یہ جن یا شیاطین کا مسکن ہے - کہر اور بھاپ کے دل یا دل ہمارے سرون پر معلق ہوجاتے ہین - تمام فضا "گوگردی" بُو سے پُر ہے جسمین سانس لینا سخت دشوار ہے - دم گھٹنے لگتا ہے اور ضیق کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے - پھیپھڑون مین خراش و سوزش ہونے لگتی ہے - ہر طرف چھن چھن کی آوازین اس طرح آتی ہین گویا کسی گرم گرم بڑے برتن پر پانی پڑ رہا ہے - خود زمین اسقدر گرم رہتی ہے کہ پیر جھُلس جاتے ہین الغرض سقر کی تمام صعوبتین یہان آکر محسوس ہونے لگتی ہین

یہان سے چلکر (Excelsior) کے پاس پہنچتے ہین جو دنیا مین سب سے بڑا چشمۂ آتش فشان ہے - وہ عرصہ سے خاموش پڑا ہوا ہے - اسوقت اسکے اندر نیلا کھولتا ہوا پانی بھرا ہوا ہے جس کے کنارون پر سفید کف کا حاشیہ بہت بھلا معلوم دیتا ہے - اسکے قریب ہی ایک اور چشمہ ہے جسکا نام (Fountain) ہے - اسکا پانی اسقدر صاف و شفاف ہے کہ ۱۵ - ۱۶ فیٹ تک گہرائی مین نظر پہنچ جاتی ہے - اسکی تہ مین سے پانی کے بڑے بڑے بلبلے اس طرح سطح پر آکر پھوٹتے ہین گویا دیگ مین پانی کھول رہا ہے

(Morning glory) "یا چشمۂ نور سحر" ان تمام چشمون مین دلفریب ہے - پانی کا ایک صاف چشمہ ہے جہان صبح کے آثار اُس کی بلورین لہرون مین جذب ہوکر مختلف رنگون مین رونما ہوتے ہین بوقلمونی رنگ کی آبی تہ، جسمین سے آفتاب کی پہلی شعاع گزر کر سینکڑون قوس و قزح کے مناظر پیدا کردیتی ہے ایسا دلاویز نظارہ ہے کہ طبیعت پھڑک اٹھتی ہے - جب سطح ساکن ہوتی ہے تو یہ معلوم دیتا ہے گویا تمام تالاب مین نقرہ یا منجمد پارہ بھرا ہوا ہے - اسکے ساتھ ہی یہ تمام فریب کار منظر، یہ نقرئی سطح نہایت خطرناک بھی ہے - تھوڑی ہی دیر بعد وہی کھولتا ہوا پانی اور اُٹھتی ہوئی بھاپ کے گرم گرم بھبکے پھر موجود ہین - فطرت کی یہ فریب کاری معصوم جانورون کی جان بھی لے لیتی ہے بھولی بھالی چڑیان، اس دلفریب منظر کی شیدائی، کلیلین کرتی ہوئی اس گرم چشمے مین غسل کرنے آتی ہین اور مر کر نکلتی ہین - کئی آدمی بھی ان چشمون مین گر کر بھُن گئے - یہ تمام سرزمین اس قسم کے چشمون سے بھری پڑی ہے، اِن تمام کی سیر کرنے کو ایک عرصہ چاہئے - ان مین (Giantess) بھی بہت مشہور ہے - ایک شخص اُسکے اشتعال کا چشم دید

حال اِن الفاظ مین بیان کرتا ہے

"جسوقت یہ قریب وہ ساکن سطح دفعتہً متلاطم ہوئی اور ساتھ ہی غضبناک ہوکر پانی اُبلا تو ایسا معلوم دیتا تھا گویا ہزارون جن اور دیو بڑے بڑے برتنون مین پانی بھر بھر کر آسمان کی طرف پھینک رہے ہین۔ پہلے تو ایکدم زمین لرزی اسکے بعد سطح آب سے بلبلے جنمین دھوان اور بھاپ بھری ہوئی تھی اُٹھنے شروع ہوئے پھر ایک مقام پر سے پانی فوارہ کی طرح بہت بلند ہوکر گرنے لگا۔ اسکے بعد تمام آبی وسعت مین سخت تلاطم پیدا ہوگیا اور کھولتا ہوا پانی نہایت غیظ وغضب کے ساتھ آس پاس کی خاموش فضا مین گونج اور شور پیدا کرتا ہوا اڑنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا گرم گرم پانی مین کئی اژدہے تہلکہ مچاتے ہوئے دوڑتے پھر رہے ہین دفعتہً اشتعال بہت شدید ہوگیا اور ایک ایسی سُرعت کے ساتھ کہ میرا خیال بھی اسکے پیچھے رہگیا تمام سطح آب ایکدم بلند ہوئی اور ہوا مین اڑ گئی۔ پانی ہوا مین بلند ہوتا جاتا تھا یہانتک کہ آسمان کے نیچے ایک عظیم الشان دریا بہتا ہوا نظر آرہا تھا۔ گرج اور آواز بدستور ہورہی تھی بھاپ کے بادل جنگل کی طرف اُڑے چلے جارہے تھے اور چشمے کی تہ مین سے پھر پانی کی موٹی موٹی دھارین اُبل رہی تھین۔ عجیب سین تھا اسکی خوفناکی لفظون مین ناقابل بیان ہے"

جب ہم اس خوفناک چشمے سے دور مقام پر کھڑے ہوتے ہین تو وہان بھی پانی کے کھولنے کی صاف آواز آتی ہے اور ہوا کے جھونکون کے ساتھ بھاپ کے بھپکے ہمارے کپڑے اور چہرے کو تر کرتے ہوئے نکل جاتے ہین۔ اِن تمام چشمون کو چھوڑ کر اب ہم پھر "یلو سٹون پارک" کے دوسری طرف آتے ہین۔ اس جگہ ایک آبشار نظر آتا ہے جو ([illegible]) نیاگرا کے آبشار سے بلند ہے۔ آفتاب غروب ہوتے وقت یہانکا منظر قابل دید ہوتا ہے۔ پانی کی چادر پر بیشمار قوس قزح نظر آنے لگتے ہین۔ پہاڑی پر سے یہ سمان عجیب دلکش معلوم دیتا ہے۔ میلون تک آبشار کا شفاف پانی بہتا ہوا چلا گیا ہے یہان تک کہ ایک سبزہ زار کے مخملی پردون مین گم ہوجاتا ہے

اس پارک مین اور بھی بیشمار عجائبات ہین۔ کوہستانی سلسلہ کے درمیان مین بہت سی چمکتی ہوئی چھوٹی جھیلین ہین۔ کئی دلدل ہین جنکے اندر صدیون سے قد آور درخت پتھر کا کوئلہ بنے پڑے ہین۔ کئی سدا بہار دلکش صحرا اور جنگل ہین جنکی بہار خزان ہر وقت تھکے ماندے دلونکو بشاش کرنے کو تیار رہتی ہے۔ اس پارک مین ایک عجیب وغریب بات یہ ہے کہ یہ بہت سے جنگلی جانورون کا مسکن بھی ہے۔ یہان شکار کی ممانعت ہے۔ صدہا قسم کی جنگلی بکریان، ہرن بھینسے قدرتی سبزہ زار کو روندتے پھرتے ہین۔ وہ انسانون سے نہین ڈرتے کیونکہ انکو معلوم ہے کہ وہ مارے نہین جاسکتے۔ چیتے بھیڑیے ریچھ وغیرہ بھی انسان سے اسقدر مانوس ہورہے ہین کہ بلا ستائے کسی پر حملہ نہین کرتے۔

الغرض یہ پارک بہشت کا نمونہ ہے اور جہنم کا بھی۔ اگر ایک ایک جگہ کی سیر کی جائے تو بہت وقت کی ضرورت ہے

قیسی

مطبوعات موصولہ

نظم و نثر

افسوس ہے کہ مین مطبوعات موصولہ کو اس وقت تک دیکھ سکا اور نہ ان پر تبصرہ کرنے کے لئے اس ماہ مین جگہ نکال سکا۔ غالباً ماہ آیندہ کی اشاعت مین اس کی تلافی ہو سکے۔ لیکن مین ایک کتاب کا ذکر مختصراً اس مہینے مین ضروری سمجھتا ہون اور وہ **تاریخ ادب اردو** ہے

اصل کتاب مسٹر رام بابو سکسینا نے انگریزی مین تحریر کی تھی اور اب اسکو نولکشور پریس نے اُردو زبان مین منتقل کرا کے شایع کیا ہے۔ اس کتاب کے ترجمہ کی خدمت ہمارے فاضل دوست مرزا محمد عسکری صاحب بی۔ اے کے سپرد کی گئی تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انھون نے اس خوبی کے ساتھ اس کام کو انجام دیا ہے کہ اگر بجائے مترجم کے ہم انھین مُرتب کہین تو بیجا نہین۔

اصل کتاب مین جہان کہین تسامحُ پایا جاتا تھا اس کو ترجمہ مین دور کر دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اسقدر مزید حواشی و اضافے اس مین کر دیئے گئے ہین کہ اصل کتاب انگریزی سے بہت زیادہ جامع حیثیت اس نے اختیار کر لی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسوقت تک اس موضوع پر کوئی کتاب ایسی بسیط نہین لکھی گئی اور دنیائے ادب کو جناب عسکری صاحب کے ذوق علم کا ممنون ہونا چاہئے کہ انھون نے ایسی مفید خدمت زبان کی انجام دی۔ اس کتاب کے دو حصہ ہین۔ ایک نثر سے متعلق ہے دوسرا نظم سے۔ متعدد تصاویر بھی دی گئی ہین اور کتابت و طباعت مین بھی خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مجلد شایع ہوئی ہے اور تقریباً ۸۰۰ صفحات کو محیط ہے۔ قیمت للعہ اور ملنے کا پتہ۔ نولکشور پریس لکھنؤ

عود ہندی اور اردوئے معلی کا عطر

یعنی

ادبی خطوط غالب

جنکو

مرزا محمد عسکری صاحب بی اے لکھنوی نے نہایت محنت اور عرقریزی سے کتب مذکورہ بالا سے اخذ کر کے باضافہ ایک بسیط اور مفید مقدمہ و رمرزا غالب کے اکثر مکتوب الیہم کے دلچسپ حالات اور نمونہ کلام کے مرتب کیا ہے حجم ۲۶۸ صفحات تقطیع ۲۰×۲۲ قیمت مع تصویر غالب ۔ ۔ ۔ (عہ)

تذکرۂ خندۂ گل

یا

ظریف شاعرون کا تذکرہ

مکمل ہو کر شایع ہو گیا ہے اور ان حضرات کے نام روانگی ہو چکی ہے جنکی پیشگی رعایتی رقم وصول ہو چکی تھی اور رعایتی میعاد خریداری جو ختم ہو گئی اسلئے اب جو صاحب طلب کرین گے انسے مع محصول للعہ لئے جائین گے، یہ تذکرہ اُردو زبان مین بالکل نئی چیز ہے جسمین ۳۰ سے زاید ظریف شاعرونکے حالات، انکے لطائف اور کلام کا انتخاب دیا گیا ہے۔ یہ کتاب تنہائی کی بہترین مونس، غمزدہ دل کیلئے باعث تفریح اور ایک محقق کیلئے نادر خزینہ ہے حجم معہ فہرست و سرورق ۲۹۲ صفحات

مینیجر نگار۔ نظیر آباد۔ لکھنؤ

پرتاب ۱۲/
ردھنی ۱۰/

مولانا شرر مرحوم

جنید بغدادی عہ/
ملکہ زنوبیہ ۳/
قرۃ العین ۳/
مخدرات
جویائے حق
لعبت چین عہ/
فاتح مفتوح
بابک خرمی
الفانسو ۱۲/
ایام عرب ۶/
قیس ولبنیٰ
یوسف و نجمہ
زوال بغداد
مینا بازار
مقدس نازنین
رومتہ الکبریٰ
قلپاترا
شوقین ملکہ
منصور موہنا
حسن انجلینا
ملک العزیز ورجنا ۱۲/
فردوس برین
حسن کا ڈاکو
دربار حرام پور ۱۰/
حبیب وان ولمن
بدر النساء کی مصیبت

میوۂ تلخ ۸/
نیکی کا پھل

شوق قدوائی مرحوم

ترانۂ شوق
قاسم و زہرہ
نیرنگ جمال

میر ولی اللہ بی اے

بندگی ۶/
کاس الکرام ۳/
لسان الغیب جلد اول ۳/
" دوم ۶/
" سوم ۶/
" چہارم ۶/
نمکدان فصاحت
بادۂ ناب

ظفر عمر بی اے

چوروں کا کلب ۹/
نیلی چھتری
بہرام کی گرفتاری

مولانا نیاز فتحپوری

گیتان جلی ۶/
گہوارۂ تمدن ۶/
نگارستان ۶/
صحابیات ۶/
تاریخ الدولتین

سید سجاد حیدر بی اے

زہرا ۱۳/
جلال الدین خوارزم شاہ
خیالستان
ثالث بخیر

حکایات و احتسابات

دلچسپ تاریخی و جاسوسی ناول

سراب فیشن ۸/
بالشوک شہزادی ۸/
شہید وفا ۸/
ممتاز بیگم ۸/
شعلۂ رنگین ۸/
محاصرۂ پیرس
شیخ چلی
بہادر ترک ۸/
بہرام کی واپسی
انقلاب فرانس
حسن بنارس ۸/
فطرتی جاسوس
ترکی حرم سرا ۸/
جنگ طرابلس ۸/
بہرام چور
زر پرست
کنجی کا راز
عبدالرحمٰن ناصر ۶/
عروس مصر ۶/
سیلاب خون
کرشمہ
وفادار دلہن
طوفان زمین

سیاحت زمین
سیاحت
نازنین مراکش ۸/
سمندر کی سیر
اسرار بالشویزم
روح لیلیٰ ۳/
امین بک
حجاج بن یوسف
یوسف پاشا
انقلاب عثمانی
نیلی چھتری
بہرام کی آزادی ۱۲/
بہرام کی گرفتاری
بہرام کی سرگزشت
پر اسرار قتل ۶/

ادبی کتابیں

مکمل شرح دیوان غالب ۳/
بزم خیال
مشاطۂ سخن
انشار نسوان ۶/
مکاتیب محسن الملک
لیلیٰ مجنوں ڈراما ۸/

مراثی

مراثی دبیر
مراثی انیس
مراثی ضمیر

مراثی مونس ۱۲/
مراثی دلگیر ۱۲/

تذکرۃ الشعرا

تذکرۂ حسینی ۱۱/
گلشن ۱۰/
سراپائے سخن
سوانح نظیر اکبر آبادی

دواوین فارسی

دیوان شمس تبریز
کلیات عراقی ۱۲/
دیوان حافظ
دیوان نعمت خان عالی
کلیات انوری
دیوان بیدل ۱۰/
کلیات سعدی
دیوان عرفی ۱۲/
کلیات جامی
کلیات غالب
کلیات صائب
کلیات حزین
دیوان عنصری
دیوان ظہیر فاریابی ۶/
دیوان غنی کشمیری ۶/
دیوان ناصر علی ۵/
دیوان ہلالی ۶/
کلیات جلال اسیر

دواوین اردو

دیوان حسن دہلوی ۶/
کلیات ظفر

کلیات مومن
دیوان ناسخ
کلیات میر
کلیات سودا
کلیات انشا
کلیات نظیر اکبر آبادی
گلزار داغ
دیوان رند ۹/
دیوان ذوق ۱۲/
کلیات اسمعیل ۶/
مرآۃ الغیب
صنمخانۂ عشق ۶/
فریاد داغ
دیوان قاتل ۸/
دیوان شہیدی ۴/

عجائب و غرائب

عجائب المخلوقات تصویر رنگین
" با تصویر سادہ
مجمع الفنون
طلسم فرنگ ۶/
کارخانۂ عالم

رنالڈز کے ناولوں کے ترجمے

الہ دین و سلمیٰ
فریب حسن ۶/
سوزن عشق
روز الیمبرٹ
ناول اسرار
شام جوانی
طلسمی فانوس

نگار بک ایجنسی
نظیر آباد لکھنؤ

تصانیف مولانا نیاز فتحپوری

صحابیات

جس میں عہد سعادت کے ۸۵ خواتین کے
مستند حالات درج ہیں۔ اس کا مقدمہ مولانا کی
خاص زبان و انشا میں ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے
قیمت فی جلد ۶/

نگارستان

زیر طبع ہے

شاعر کا انجام

نیاز فتحپوری کے عنوان شباب کا لکھا ہوا
فسانہ جو زور انشا اور حسن بیان کے لحاظ
سے عجیب و غریب چیز ہے
قیمت مع محصول ۱۲/

شہاب کی سرگزشت

اردو میں پہلا فسانہ ہے جس میں نفسیاتی تحلیل
کے لحاظ سے سیرت نگاری کی گئی ہے۔ یہ امر
مسلم ہو چکا ہے کہ اردو میں اس سے بہتر تخیل
اور بلند انشا کا فسانہ کوئی شائع نہیں ہوا۔
قیمت فی جلد عہ/

جذبات بھاشا

ہندی شاعری میں جو لوچ اور کیفیت ہے اس کا
علم انھیں کو ہو سکتا ہے۔ جنھوں نے اس زبان
کی شاعری کا مطالعہ کیا ہے۔ اس کتاب کو دیکھئے
اور جذبات و خیال کی پاکیزگی کی داد دیجئے۔
قیمت فی جلد ۲/

تاریخ الدولتین

جرجی زیدان مصری مشہور مورخ اسلام کی
تاریخ تمدن اسلامی کے ایک حصہ کا ترجمہ
جس میں عہد بنی امیہ و بنی عباس کی سیاسی
تاریخ پر بے مثل تبصرہ کیا گیا ہے۔
قیمت فی جلد عمہ/

علم فراست الید

یعنی ہات کی لکیروں کو دیکھکر ایک شخص کی سیرت اور اس کے ماضی و
مستقبل کے حالات معلوم کرنے کا علم۔ اس فن پر ایک سلسلہ
مضامین نگار میں شایع ہوا تھا۔ اب اسے خوبصورت جیبی سائز میں
مرتب کیا جا رہا ہے اور آخر دسمبر ۱۹۲۸ء تک شایع ہو جائیگا۔ اس
کتاب میں اس فن کے تمام مشکلات اسقدر آسان زبان میں حل کئے
گئے ہیں کہ ہر شخص مطالعہ کرنے کے بعد نہایت معمولی مشق سے ہات دیکھکر
صحیح احکام صادر کر سکتا ہے۔ قیمت فی جلد عہ/

ظریف شاعروں کا تذکرہ
یا
تذکرہ خندہ گل

اردو و فارسی کے جتنے ظریف شاعر گزر چکے ہیں یا اب موجود ہیں ان سب کے حالات
مع ان کے لطائف و ظرائف اور نمونہ کلام کے یکجا کر دیئے گئے ہیں۔ یہ کتاب باعتبار
موضوع اور دلچسپی کے لحاظ سے اردو میں پہلی کتاب ہے حجم ۵۰۰
صفحات قیمت مع محصول للعہ/

فلسفہ مذہب

جو سلسلہ وار نگار میں شایع ہو چکا ہے زیر طبع ہے

(دفتر رسالہ "نگار" نظیر آباد لکھنؤ)